نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مبارک سُن کر

انگوٹھے چُومنے

کا شرعی حکم

تصنیف

اعلیٰ حضرت احمد رضا خان محدث بریلوی

تسہیل وحاشیہ

علامہ مولانا محمد ناصر الدین ناصر مدنی عطاری

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	مئی 2011ء / ربیع الثانی 1432ھ
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
کمپوزنگ	ورڈز میکر
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور 0345-4653373
قیمت	-/300 روپے

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ابتدائیہ

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی عظیم البرکت، عظیم المرتبت، محدث، عالم، فقیہ اعظم، امام اہلسنت، مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمٰن، عالم اسلام کی وہ مذہبی و روحانی شخصیت ہیں جو علم و فضل، زہد و تقویٰ اور اپنی قرآن و حدیث کی عظیم دینی خدمات کے لحاظ سے مشاہیر علماء و مشائخ کے جھرمٹ میں چمکتا دمکتا روشن آفتاب ہیں جو اپنی بے مثال علمیت کے نور سے تمام عالم اسلام کو روشن و منور کئے ہوئے ہیں آپ کے زور قلم قوت خطابت اور کمال شعر و اب کا سارا عالم معترف ہے اور آپ کی حیات و خدمات بالخصوص علم حدیث اور علم اصول حدیث پر آپ کی فاضلانہ تحقیق کا شہرہ چہار دانگ عالم پھیلا ہے۔ دین متین کی طاقت، قوت، جرأت و جسارت کے ساتھ تبلیغ و اشاعت، اس کی حفاظت و صیانت کے لئے کی گئی عظیم خدمات آفتاب ضیاء بار کی تابشیں بن کر کائنات ارضی کے گوشے گوشے کو منور کر رہی ہیں۔

خیال رہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور آپکے فقہی و محدثانہ مقامات کو جاننے والے اور سمجھنے والوں کے تین گروہ ہیں۔

(۱) مخالفین کا طبقہ (۲) اہل محبت و عقیدت کا طبقہ (۳) غیر جانبدار طبقہ۔

پہلا یعنی مخالفین کا طبقہ اس طبقہ کے بھی دو گروہ ہیں ایک وہ جو کچھ سننے اور سمجھنے کو تیار نہیں یا یوں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کی آنکھیں ان کے کان، ان کے دل و دماغ، حق دیکھنے، سننے اور جاننے سمجھنے سے بے بہرہ ہیں یہ اپنے نام نہاد بڑوں کی باتوں میں آکر بھیڑ چال چلتے ہوئے تعصب کی عینک لگا کر اہل حق کی خامیوں اور کوتاہیوں کو ڈھونڈنے میں ضائع کر دیتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہو پاتے جبکہ ان کا دوسرا گروہ ایسے مکار اور فریبی افراد پر مشتمل ہے جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے فقہی و محدثانہ مقام کو اچھی طرح جانتے ہیں اور دل سے مانتے بھی ہیں مگر بنی اسرائیل کے پادریوں کی طرح محض اپنی چودھراہٹ اور سرداری قائم رکھنے کے لالچ میں سادہ لوح عوام کو راہِ حق سے بھٹکانے، بہکانے اور ورغلانے کے لئے ناپاک و مذموم سازشیں کرتے رہتے ہیں اور اہل حق بالخصوص اعلیٰ حضرت کے متعلق غلط اور بے سروپا معلومات سادہ لوح عوام تک پہنچانے میں سرگرداں رہتے ہیں۔ چنانچہ زیر نظر تالیف ان تعصب زدوں اور دل کے اندھوں کو کوئی فائدہ نہ دے گی جیسے روشن سورج نابینا کو۔ دوسرا طبقہ اہل محبت و عقیدت اہل علم و اہل قلم اور روشن خیال افراد کا ہے جن کی پوری زندگی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی سیرت و دینی خدمات کے روشن پہلوؤں کو اہل دنیا پر اجاگر کرنے میں مصروف علم ہے اور نہایت عرق ریزی و جانفشانی کے ساتھ علمی تحقیق کے ذریعے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی دینی و علمی مقام کو منظر عام پر لانے کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کرنے میں لگا ہوا ہے تاکہ جو اعلیٰ حضرت کو نہ جانتے وہ جان جائیں جو نہ مانتے تھے وہ مان جائیں اور مخالفین و متعصبین سے بے ضرورت الجھے اور جھگڑے بغیر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے محققانہ، فقہی و محدثانہ مقام کو بعد تزک و احتشام سے لوگوں کے دلوں پر نقش کر دیا جائے۔

تیسرا طبقہ ان غیر جانبدار افراد کا ہے جو عام عوام پر مشتمل ہے جن کا تعلق یونیورسٹیوں، کالجوں، سرکاری اداروں اور دیگر شعبہ جات سے ہے اور جو دینی مطالعہ کی کمی کے سبب اہل علم شخصیات اور علمائے اہلسنّت کے کردار و سیرت اور ان کی بے مثل خدمات سے لاعلم ہیں۔ چنانچہ الحمدللہ عزوجل اب تک اہل فکر و اہل علم حضرات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نابغہ روزگار شخصیت کے تعارف کو وقتاً فوقتاً اپنی تحریروں، تقریروں کے ذریعے ان لاعلم حضرات تک پہنچانے کے لئے کاوشیں جاری رکھی ہوئے ہیں جو اب تک اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات سے اب تک لاعلم و ناواقف ہیں۔

چنانچہ اسی سلسلے کی ایک کڑی زیر نظر تالیف ہے جو انشاء اللہ عزوجل اس لاعلم طبقہ کے لئے ہی پیش کی جارہی ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے چودھویں صدی کے عظیم دینی و روحانی فقیہہ و محدث علم و فضل کی منہ بولتی تصویر امام المسلمین امام اہلسنّت فاضل بریلوی کی شخصیت سے متعارف ہوسکیں اور آپ کی تمام تر دینی خدمات و محققانہ و محدثانہ مقام سے نہ صرف بخوبی واقف ہوسکیں بلکہ آپ کے معتقدین و معترفین کے حلقے میں شامل ہونا اپنے لئے باعث فخر سمجھیں۔

چنانچہ ان حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ مخالفین کی باتوں میں آئے بغیر انصاف و دیانت کے ساتھ فیصلہ کریں کہ واقعی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بغیر انصاف و دیانت کے ساتھ فیصلہ کریں کہ واقعی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی دینی خدمات اور ان کا فقیہانہ و محدثانہ مقام بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول حق کی توفیق عطا فرمائے اور فقیر کی اس ادنیٰ سی دینی خدمت کو دنیا و آخرت میں ذریعہ نجات بنائے۔

(آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

اعلیٰ حضرت کا

محدثانہ مقام

از قلم: یٰسین اختر مصباحی

۱۔ سراج الامۃ حجت حدیث امام اعظم ابوحنیفۃ النعمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت سے نئے اور پرانے متعصبین نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ انہیں صرف سترہ صحیح حدیثیں یاد تھیں اور فقہ حنفی پر فکر و قیاس کا زیادہ غلبہ ہے۔ اس میں عقل و رائے کی ضرورت سے زیادہ آمیزش ہے۔ اسی طرح آپ کی طرف سوء حفظ کا بھی لغو اور بے سروپا انتساب کیا گیا ہے۔

حالانکہ مناقب امام اعظم احمد الموفق میں آپ کا یہ قول تحریر ہے کہ میرے پاس ذخیرۂ حدیث کے بہت صندوق ہیں جن میں سے بہت تھوڑا حصہ انتفاع کیلئے نکالا ہے اور حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ ناقدین حنفیت سے فرماتے ہیں اماس جگہ امام ابوحنیفہ کی رائے مت کہو بلکہ حدیث کی تشریح کہو۔

ایک الزام یہ بھی لگایا گیا ہے کہ عربی زبان و ادب سے انہیں کوئی گہری وابستگی نہ تھی کہ وہ ایک زبان دان کی طرح اپنے ذوق ادب سے آیات و احادیث کا مزاج سمجھ کر اس کی نوک پلک سنوار سکیں اس طرح کے لغو اور باطل اعتراضات اپنے اندر کوئی ایسی سنجیدہ حقیقت نہیں رکھتے جن کی طرف ذرہ برابر بھی توجہ دی جائے۔

حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ اپنے ایک رسالہ ہِدَایَۃُ الْجِنَانِ بِاَحکَام رَمضَان میں رویت ہلال کے مسئلے میں اختلاف مطالعہ کا حکم تحریر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ''مولوی صاحب مذکور کا فرمانا کہ یہی مذہب محدثین حنفیہ کا ہے۔ محض دعویٰ ہے۔ (امام) زیلعی صاحب مذہب نہیں۔ نہ محدثین حنفیہ ان میں منحصر۔ (امام اعظم) ابوحنیفہ و ابویوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے برابر کون سے محدثین ہوں گے۔ جن کا مذہب عدم اعتبارِ اختلاف مطالعہ ہے[1]۔

ایک عربی رسالہ اَجلَی الْاِعْلَام بِاَنَّ الْفَتوٰی مُطلقًا عَلٰی قَولِ الامَام میں الخیرات الحسان از امام ابن حجر المکی الشافعی کی کچھ روایتیں حضرت فاضل بریلوی نے نقل فرمائی ہیں۔ چند روایتیں ذیل میں نقل کی جاتی ہیں۔

حضرت امام یوسف نے فرمایا کہ جب بھی کسی مسئلہ میں میرا اختلاف ہوا اور میں نے اس میں پورے تدبر سے کام لیا تو آپ

---

1. ۶۳۲۔ فتاویٰ رضویہ قدیم۔ ج ۴۔

ہی کا مسلک نجات دہندۂ آخرت ثابت ہوا۔ احادیث کی طرف نظر دوڑائی تو وہ حدیث صحیح کی بھی زیادہ ہی بصیرت رکھتے تھے۔

ان ہی سے ایک دوسری روایت ہے کہ تفسیر حدیث کا آپ سے بڑا عالم اور ان میں جو فقہی نکتے ہیں ان کا آپ سے زیادہ جاننے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

استاذ المحدثین امام اعمش شاگرد حضرت انس رضی اللہ عنہ و استاذ امام اعظم نے امام سے کہا "اے گروہ فقہاء! تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار، اور اے ابو حنیفہ تم نے تو (حدیث و فقہ) دونوں کنارے لئے۔

۲۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں طبقات الحنابل میں ابو حاتم رازی نے یہ رائے ظاہر کی ہے۔ شافعی فقیہ ضرور تھے لیکن حدیث میں ان کی معرفت نہیں تھی۔"

۳۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۵۰۵ھ ۱۱۱۱ء کو بہت سے نئے پرانے بزرگوں نے فلسفی ہونے کے سبب سے علم حدیث سے غیر متعلق کہا ہے۔

دور حاضر کے روشن خیال مفکر ابو الاعلیٰ مودودی اپنی کتاب تجدید واحیائے دین میں لکھتے ہیں کہ "علم حدیث میں کمزور تھے ان کے ذہن پر عقلیات کا غلبہ تھا اور تصوف کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل تھے۔"

۴۔ صاحب ہدایہ ابو الحسن علی برہان الدین مرغینانی (م ۵۹۳ھ) جو ایک دقیق النظر فقیہ ہونے کے ساتھ ایک جلیل القدر محدث اور حافظ حدیث بھی تھے۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ہدایہ کی بیشتر احادیث و آثار جن پر مدار استدلال ہے وہ ضعیف ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث پر ان کی نظر کم تھی۔ حالانکہ احادیث ہدایہ کی تخریج کرنے والوں نے ساری احادیث کی تخریج کر دی ہے فتنۂ تاتار میں ہزاروں کتابیں چوں کہ تباہ و برباد کر دی گئیں اور بعد میں ان کے مآخذ کی تحقیق و جستجو میں دشواری ہوئی اور متاخرین کی کتابوں میں وہ حدیثیں نہیں ملتیں اس لئے بہت سے لوگوں کو حدیث میں صاحب ہدایہ کی قلت نظر کا شبہ ہونے لگا۔

۵۔ مولانا احمد علی محدث سہارنپوری محشی بخاری (م ۱۲۹۷ھ) کے تلمیذ اور حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی کے مرید حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی (م ۱۳۳۴ھ) جو ایک مشہور محدث تھے۔ جنہیں علاوہ دیگر احادیث کے بالترتیب پوری بخاری شریف مع متن و سند حرف بحرف یاد تھی ان کے بارے میں یہ جابرانہ فیصلہ سنیئے۔

لَه تَعْلِيقَاتٌ شَتّٰى عَلٰى سُنَنِ النسائي وَ شَرحِ مَعَانِي الآثَارِ للطَّحَاوِيُ تدل عَلٰى قلةِ بضَاعَتِهِ فِي الحديث[1] سنن نسائی اور طحاوی کی شرح معانی الآثار پر ان کے متفرق تعلیقات و حواشی ہیں۔ جن سے علم حدیث میں ان کی کم مائیگی کا پتہ چلتا ہے۔

ان کا جرم صرف یہ تھا کہ غیر مقلدین وہابیوں کے سخت مخالف تھے۔ اس سلسلے میں ایک کتاب لکھی جس پر مشاہیر علماء کے دستخط و مہر اور تصدیقات ہیں اور جنہیں اپنی بدبختی سے "نعال الخیل" گھوڑے کی نعلیں[2] کہا گیا ہے اور دوسرا جرم یہ تھا کہ حضرت

---

[1] ۵۱۷ نزہۃ الخواطر جلد ہشتم [2] ۵۱۷ ایضاً

فاضل بریلوی سے گہری وابستگی اور دوستانہ مراسم رکھتے تھے۔ نیز آپ سے حضرت محدث سورتی کو خلافت بھی حاصل تھی ظاہر ہے کہ وہابیت کی ''مخالفت'' اور فاضل بریلوی کی ''خلافت'' سے بڑھ کر اس دنیا میں دوسرا جرم کیا ہوسکتا ہے جو کسی کے علم وفضل پر خط تنسیخ کھینچنے کے لئے کافی ہے۔

اور اس طبقہ فکر کا مسلک اپنے علماء کی تعریف وتوصیف کے باب میں یہ ہے کہ وہ غیر مستحق شخصیتوں کے سر پر یہ بھی خواہ مخواہ کی فضیلت کا تاج رکھنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے۔ مولوی احمد رضا بجنوری کی مشہور تالیف انوار الباری کا مطالعہ کیجئے تو محدثین کی فہرست سوانح میں وہ بھی علماء نظر آئیں گے جو کسی بھی حیثیت سے ان کی جماعت میں مشہور ہوگئے ہیں۔ مثلاً

محمد اسماعیل دہلوی، محمد قاسم نانوتوی، نواب صدیق حسن بھوپالی، نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی، محمد یحییٰ کاندھلوی، محمود الحسن دیوبندی، فضیل احمد انبیٹھوی، مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی، انور شاہ کشمیری، عبدالرحمٰن مبارکپوری، اشرف علی تھانوی، اصغر حسین دیوبندی، شبیر احمد عثمانی، مفتی کفایت اللہ شاہجہاں پوری، حسین احمد مدنی، مرتضیٰ حسن چاند پوری، محمد ابراہیم بلیاوی، مہدی حسن شاہجہاں پوری، محمد ذکریا سہارنپوری، ظفر احمد تھانوی، محمد یوسف کاندھلوی، عبدالرشید نعمانی، عبیداللہ مبارکپوری وغیرہم اور بقلم خود احمد رضا بجنوری۔[1]

یہ ہیں وہ اسماء جس میں کچھ تو بحیثیت ''محدث'' پہلے ہی مشہور کئے جاچکے تھے لیکن کئی ایک حضرات تو وہ ہیں جن پر مؤقف کی نوازش بیجا کے سوا کچھ کہا ہی نہیں جاسکتا۔

حضرت فاضل بریلوی کا ذکر تو سینکڑوں کتابوں میں اس طرح کیا گیا ہے کہ وہ محدث تو کجا ایک متوسط درجہ کے عالم بھی نہ تھے۔ دوسرے غیر متعصب لوگوں کا ذکر ہی کیا۔ مشہور روشن خیال مصنف ابوالحسن ندوی صاحب کا قلم آپ کا نام آتے ہی اتنا غضبناک ہوگیا ہے کہ الامان والحفیظ۔

حکیم عبدالحئ صاحب نے تو صرف سات سطروں پر مشتمل آپ کی بعض باتیں معمولی انداز میں ذکر کردی ہیں لیکن توسین کے درمیان از صفحہ ۳۸ تا ۴۱ حدیث وتفسیر میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ قلیلُ البضَاعةِ فی الحدیثِ والتفسیر۔[2]

تاریخی تسلسل کے ساتھ نہایت اجمال کے ساتھ میں نے چند مشاہیر کے بارے میں لوگوں کی رائیں پیش کردی ہیں۔ جن کا مقصود یہ ہے کہ جس طرح حضرت امام اعظم حضرت امام شافعی امام غزالی، حضرت مرغینانی صاحب ہدایہ حضرت امام رازی، حضرت محدث سورتی وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کو علم حدیث سے بے بہرہ کیا گیا اور اس کی خوب تشہیر بھی کی گئی اسی طرح کا پروپیگنڈہ فاضل بریلوی کے بارے میں بھی کیا گیا۔

لیکن جب ارباب بصیرت نے قلم اٹھایا تو بے بنیاد عمارتوں کے بام ودر اور اس کے خوبصورت نقش ونگار نہ صرف فریب نظر ثابت ہوئے بلکہ اسی سرزمین پر انہوں نے اپنی کدوکاوش سے ایک ایسی عظیم الشان عمارت تعمیر کی جس کے برج رفیع پر ان کے علم

---

[1] انوار الباری حصہ دوم　[2] ۴۱ نزہۃ الخواطر ج ۸۔

وفضل کا پرچم لہرانے لگا اور ساری دنیا محو حیرت ہوگئی کہ پلک جھپکتے ہی آخر یہاں کیا سے کیا ہوگیا۔
فاضل بریلوی قدس سرہ نے کتب احادیث کے جو دقیق حواشی تحریر فرمائے ہیں وہ چوں کہ ابھی تک منظر عام پر نہیں آسکے ہیں۔اس لئے نظائر کی تلاش میں دوسری کتابوں کی ورق گردانی کر کے سرسری طور پر جو باتیں پردہ ذہن پر ابھریں انہیں پیش کر دیا۔یہاں استیعاب واستقصا مقصود نہیں نہ اس کا موقع ہے۔سردست ایک طائرانہ نظر ہی اس بات کو روز روشن کی طرح عیاں کر دے گی کہ علم حدیث کے موضوع پر بھی آپ کی نظر کتنی دقیق تھی اور اس کے مختلف گوشوں پر آپ کس طرح حاوی تھے۔
علم حدیث میں عشق ومحبت نبوی کے آداب کی رعایت کا جذبہ صادق جتنا ضروری ہے اسے ہر صاحب ایمان بخوبی جانتا ہے۔بے عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو درس بخاری دیتے ہیں برکت وسعادت ان کے قریب بھی نہیں آتی۔حضرت فاضل بریلوی کا سینہ عشق رسالت کی سرشاریوں سے لبریز تھا اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے نگاہیں شادکام ہوتیں یا درس حدیث دیتے تو اس وقت ان کی وارفتگی کا عالم دیدنی ہوتا اور فیضان محمدی کی موسلا دھار بارش میں ان کا سارا وجود بھیگ جاتا۔دلوں کے اطمینان اور یقین واذعان کی دولت سے سرفراز ہونے کے لئے میں آنے والے اس محسوس واقعہ کو سب سے بڑی شہادت قرار دیتا ہوں۔
مفتی محمد غلام سرور قادری رقم طراز ہیں۔" جامع مسجد ہارون آباد کے امام اور غلہ منڈی ہارون آباد کی مسجد کے خطیب مولانا مولوی احمد الدین صاحب فاضل مدرسہ انوار العلوم نے راقم الحروف کو بتایا کہ میں نے حضرت علامہ فہامہ محقق اہلسنت مولانا مولوی نور احمد صاحب فریدی رحمتہ اللہ علیہ کو بار ہا یہ فرماتے سنا کہ:

> "عارف باللہ امام اہلسنّت حضرت مولانا مولوی سید پیر مہر علی شاہ صاحب قبلہ گولڑوی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے تھے کہ آپ اعلیٰ حضرت کی زیارت کے لئے بریلی شریف حاضر ہوئے تو اعلیٰ حضرت حدیث پڑھا رہے تھے۔فرماتے تھے مجھے یوں محسوس ہوتا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ دیکھ کر آپ کی زیارت شریفہ کے انوار کی روشنی میں حدیث پڑھا رہے ہیں۔"[1]

حضرت فاضل بریلوی کی قوت حفظ کا یہ عالم تھا کہ ایک بار پیلی بھیت میں حضرت محدث سورتی کے یہاں العقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ کی بات آئی جو اتفاق سے حضرت فاضل بریلوی کے کتب خانہ میں اس وقت تک نہیں تھی اس لئے اسے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا اور یہ بھی فرمایا کہ بریلی واپس ہوتے وقت اسے مجھے عنایت کر دیجئے گا حضرت محدث سورتی نے بخوشی وکتاب حاضر کر دی اور کہا کہ بعد مطالعہ اسے ارسال فرما دیں اسی روز واپسی کا عزم تھا مگر ایک عقیدت مند کی دعوت اور اس کے اصرار پر رک گئے۔عُقُوْدُ الدُّرِیّہ دو جلدوں میں تی آپ نے شب بھر میں دونوں جلدوں کا مطالعہ فرما لیا دوسرے روز بعد نماز ظہر جب واپسی کی تیاری ہونے لگی تو آپ نے عُقُوْدُ الدُّرِیّہ کے بارے میں مولانا ظفر الدین بہاری سے فرمایا کہ اسے محدث

---

[1] ۱۰۳ الشاہ احمد رضا، مطبوعہ ساہیوال۔

صاحب کو دے آؤ۔ انہیں تعجب تو ہوا مگر احتراماً کچھ بول نہ سکے وہ الوداع کہنے کے لئے گھر سے نکلنے ہی والے تھے انہوں نے کتاب واپس کرتے ہوئے وہی جملہ دہرادیا مختصر یہ کہ محدث سورتی نے فرمایا کہ کیا صرف رات بھر کے مطالعہ سے اس کی ضرورت ختم ہوگئی۔

''بس ایک مرتبہ دیکھ لینا کافی ہوگیا؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امید ہے کہ دوتین مہینہ تک تو جہاں کی عبارت کی ضرورت ہوگی فتویٰ میں لکھ دوں گا اور مضمون تو انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر کے لئے محفوظ ہوگیا۔[1]

صرف اس ایک واقعہ سے ہی معلوم ہوجاتا ہے کہ آپ کی یادداشت اعلیٰ درجہ کی تھی اور جس عبارت پر نظر پڑ جاتی تو وہ لوح ذہن پر ایک مدت دراز تک کے لئے نقش ہوجایا کرتی تھی۔

حضرت فاضل بریلوی کے ملفوظات پر مشتمل خلف اصغر مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری مدظلہ العالی کا مرتب کردہ مجموعہ الملفوظ ۱۳۳۸ھ ہے جس کے آغاز میں آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے ملفوظات جمع کردیں مگر میری عدیم الفرصتی آڑے آئی اور میں اپنے مقصد عالی میں کامیاب نہ ہوا غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہوسکا میں نے جمع کیا۔[2]

نماز عصر تا مغرب کی مختصری نشست میں یہ عالمانہ ملفوظات فاضل بریلوی کی زبان شریعت ترجمان سے نکلے اور انہیں خلف اصغر نے قلمبند فرمایا یہ سارے بھی مشکل سے دوسال کے ہیں۔ مگر اللہ اکبر!

خدا کے فضل خاص اور پھر قوت حفظ کا یہ فیض تھا کہ صرف اس الملفوظ میں تقریباً ساڑھے چار سو احادیث کریمہ مخصوص مجالس میں زبانی بیان کی گئیں نہ تو ایک موضوع متعین اور نہ پہلے سے کوئی تیاری کسی کو کیا معلوم کہ آج کس مسئلہ کا کون سا پہلو زیر بحث ہوگا۔

اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ جب فاضل بریلوی قدس سرہ نے زیارت حرمین طیبین کے لئے حاضری دی تو بعض سوالات کے جواب میں آپ نے کتابوں کی مدد کے بغیر بخار کے عالم میں صرف ساڑھے آٹھ گھنٹے میں بزبان عربی ایک معرکۃ الآرا کتاب الدولۃ المکیہ بالمادہ الغیبیہ تحریر کی جس کے مضامین سن کر اہل عرب بھی حیران رہ گئے کہ اس مختصر سی مدت میں ایک ہندی عالم نے اتنی بے نظیر کتاب کیسے لکھ ڈالی۔ رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی کا اثبات اور اس منظم ترتیب کے ساتھ شاید کسی دوسری کتاب میں نہ ملے گا۔

حفظ حدیث کی غایت کمال کا مشاہدہ کرنا ہو تو ان کی تصانیف کا مطالعہ کیا جائے۔ ورق ورق یہ احادیث وآثار کی برکتیں نجوم وکواکب کی طرح درخشندہ وتابندہ ہیں محض اپنے حافظہ کی قوت سے احادیث کا اتنا ذخیرہ جمع کرلینا بس آپ کے لئے انعام الٰہی تھا جس کے لئے زبان ودل دونوں بیک وقت پکار اٹھتے ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

۱۳۰۳ھ میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے تاسیسی جلسہ میں علماء سہارنپور، لاہور، کانپور جون پور، رام پور، بدایون کی

---

[1] ۳۹ رحیات اعلیٰ حضرت اول [2] حیات اعلیٰ حضرت اول

موجودگی میں حضرت محدث سورتی کی خواہش پر اعلیٰ حضرت نے علم الحدیث پر متواتر تین گھنٹوں تک پر مغز اور مدلل کلام فرمایا جلسہ میں موجود سارے علماء کرام نے حیرت واستعجاب کے ساتھ سنا اور کافی تحسین کی۔ مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے تقریر ختم ہونے پر بے ساختہ اٹھ کر اعلیٰ حضرت کی دست بوسی کی اور فرمایا اگر اس وقت والد ماجد ہوتے تو وہ علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انہیں کو اس کا حق بھی تھا۔ محدث سورتی اور مولانا محمد علی مونگیری (بانی ندوۃ العلماء لکھنؤ) نے بھی اس کی پر زور تائید کی اس واقعہ سے حفظ حدیث اور علم حدیث میں آپ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ مشاہیر علماء کے جم غفیر میں بھی آپ کا محدثانہ مقام ہر ایک کو مسلم تھا۔

احادیث کریمہ کی روشنی میں کسی بات کو مدلل و مبرہن کرنے کا انداز فاضل بریلوی کی اکثر تصانیف میں یکساں ملتا ہے۔ کتب احادیث سے کسی مسئلہ کی تائید کے لئے اس کے ابواب وفصول کا ذہن میں محفوظ رہنا اور بوقت ضرورت اس سے مکمل استفادہ کرنا یہ بڑی وسعت مطالعہ کا کام ہے۔ حضرت فاضل بریلوی عام طور پر آیات واحادیث اور نصوص فقیہ ہی کی روشنی میں عقائد واحکام کی تفصیلات تحریر فرماتے ہیں۔ چند کتابیں اس وقت پیش نظر ہیں جن کے سرسری تعارف سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ حفظ کتب کے میدان میں بھی فاضل بریلوی کی نظر کہاں تک تھی۔

(الف) ایک سوال کے جواب میں سجدۂ تعظیمی کی حرمت ثابت کرنے کے لئے الزُّبْدَةُ الزَّكِيَّة لِتَحرِيمِ سجودِ التَّحِيَّة کے نام سے ایک دقیق کتاب آپ نے لکھی جس میں آپ کے تبحر علمی کا جوہر اتنا نمایاں ہے کہ ابوالحسن ندوی کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے وَهِيَ رِسَالَةٌ جَامِعَةٌ تَدُلُّ عَلىٰ غَزَارَةِ عِلْمِهٖ وَقُوَّةِ اِسْتِدْلَالِهٖ یہ ایک نہایت جامع رسالہ ہے جو ان کے وفور علم اور قوت استدلال کی دلیل ہے۔[1]

متعدد آیات کریمہ اور ڈیڑھ سو نصوص فقیہ کے علاوہ آپ نے اس کی تحریم کے ثبوت میں چالیس احادیث بھی پیش کی ہیں خود لکھتے ہیں۔

"حدیث میں چہل حدیث کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ائمہ وعلماء نے رنگ رنگ کی چہل حدیثیں لکھی ہیں۔ ہم بتوفیقہ تعالیٰ یہاں غیر خدا کو سجدۂ (تحیت) حرام ہونے کی چہل حدیثیں لکھتے ہیں۔"[2]

یہ حدیثیں دو نوع کی ہیں۔ نوع اول سجدۂ غیر کی مطلقاً ممانعت اس کے تحت تینتیس احادیث ذکر کی گئیں۔ نوع دوم قبر کی طرف سجدہ کی ممانعت اس کے تحت چوبیس سے چالیس تک کی حدیثیں مذکور ہیں اور درمیان میں جابجا تشریحات وتوضیحات بھی ہیں۔

(ب) آپ نے رَادُّ القَحطِ وَالوَبَاءِ بِدُعوةِ الجيرانِ وَمُؤَاسَاة الفُقَرَاءِ ۱۳۱۲ھ میں ساٹھ احادیث سے صدقہ دینے کی فضیلت، اس کی خوبیاں، صلہ رحمی کے فوائد اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے میں دنیوی واخروی فوائد تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں۔

(ج) الاَمنُ وَالعُلىٰ لِنَاعِتِي المُصطَفىٰ بِدَافِعِ البَلا میں آیات کریمہ اور دیگر نصوص کے علاوہ سینکڑوں احادیث کریمہ

---

[1] ص ۳۹ نزہۃ الخواطر ج ۸ [2] ۱۰ الزبدة الزکیہ

سے رسول مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنے کا اثبات واحقاق کیا گیا ہے تحریر فرماتے ہیں:

''اسناد غیر ذاتی کسی قسم کی ہواب جو اسے شرک کہا جاتا ہے تو اس کی دو ہی صورتیں متصور۔ بنظر مصداق نسبت یا بنفس حکایت۔ اول یہ کہ غیر خدا کے لئے ایسا انصاف ماننا ہی مطلقاً شرک ہے۔ اگر چہ مجازی ہو۔ جس کا حاصل اس مسئلہ میں یہ کہ حضور دافع البلا صلی اللہ علیہ وسلم دفع بلا کے سبب و وسیلہ و واسطہ بھی نہیں ہ مصداق نسبت کی طرح محقق ہو جو غیر خدا کو ایسے امور میں سبب ہی مانے وہ بھی مشرک۔ دوم یہ کہ ایسی نسبت و حکایت خاص بذات احدیت جل وعلا ہے۔ غیر کے لئے مطلقاً شرک۔ اگر چہ اسناد غیر ذاتی مانے۔ آدمی اگر عقل و ہوش سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہو تو غیر ذاتی کا لفظ آتے ہی شرک کا خاتمہ ہو گیا کہ جب بعطائے الٰہی مانا تو شرک کے کیا معنیٰ!

وجہ اول پر متعدد آیات کریمہ اور ساٹھ احادیث سے استشہاد کیا گیا ہے۔

وجہ دوم میں چوالیس آیات اور دو سو چالیس احادیث شریعہ درج فرمائی گئی ہیں۔

(د) سُرُورُالعِیْدِ السَّعِیْدِ فِی حَلِّ الدُّعَاءِ بَعْدَصَلوٰۃِ العِیدِ (۱۳۰۰ھ) میں اڑتیس حدیثوں سے نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت دیا ہے۔

(ہ) دَوَامُ العَیْشِ فِی الائمۃ مِنْ قُرَیْش میں بانوے اقوال مفسرین وفقہاء وغیرہ کے علاوہ پچاس احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ خلافت شریعہ کے لئے قرشیت قطعی اجماعی ہے۔

(و) جَزَاءُ اللّٰهِ عَدُوَّہٗ بِاِبَائِه خَتمَ النُّبوۃ میں تیس نصوص قطعی کے علاوہ ایک سو تیس احادیث سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی وضاحت کی ہے اور اس کا ثبوت دیا ہے۔

(ز) سائر بنی ہاشم اور سادات کرام کے لئے زکوٰۃ کی حرمت پر ایک مختصر سے جواب میں باون عبارتوں کے ستائیس احادیث کریمہ بھی ذکر کیں۔[۲]

یہ وہ احادیث تھیں جو لکھتے وقت ان کے پیش نظر تھیں۔ مزید تحقیق فرماتے تو اور بہت سی حدیثوں سے استدلال فرماتے۔

(ح) تجلی الیقین بانّ نبیا سیدالمرسلین کے اندر بھی آیات کے علاوہ بکثرا احادیث سے یہ ثابت فرمایا ہے کہ فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل و برتر ہیں اور سب پر آپ کی سیادت مسلم ہے۔

فتاویٰ رضویہ اور دوسری کتابوں پر اس انداز سے تحقیق نظر ڈالی جائے تو خود ہی واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے مسائل کے حل کے اثبات اور اپنے استدلالات میں ہزاروں حدیثیں لکھی ہیں اور ہر موضوع سے متعلق کچھ احادیث کریمہ تحریر فرمائی ہیں۔

حفظ کتب حدیث کا یہ انداز ان کی جملہ تصانیف سے نمایاں ہے بس چند نمونے جو اس وقت راقم سطور کے سامنے تھے وہی اپنی زبان حال سے حضرت فاضل بریلوی کے ایک وسیع النظر محدث ہونے کی ایسی شہادت دے رہے ہیں جو ہر منصف مزاج

---

[۱] ص ۱۸ تا ۱۱۱ الامن والعلیٰ۔ [۲] فتاویٰ رضویہ قدیم جلد چہارم صفحہ ۴۸۶ تا ۴۹۱۔

انسان کے اطمینان قلب کے لئے کافی ہیں۔

احادیث کریمہ کی اصطلاحات واسانید نقد رجال اور دیگر متعلقات پر آپ کی گہری نظر تھی۔ الفاظ ومفاہیم ہر ایک پر عالمانہ اور محققانہ کلام فرماتے تھے اور پھر صحیح نتائج تک ان کی محدثانہ بصیرت براہ راست رہنمائی کیا کرتی تھی۔

صحیحین کی ایک حدیث ہے جس سے ظہرین عرفہ اور عشائین مزدلفہ کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی بعض لوگ بالقصد جمع بین الصلوتین کا حکم لگاتے ہیں حدیث یہ ہے۔

عَنْ اَبِیْ جُحَیْفَةَ رَضِی اللّٰه عَنْه خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلی اللّٰه تَعَالیٰ عَلَیْهِ وَسَلَّم بِالْهَاجِرَة فتوضا فَصلی لَنَا الظهر والعصر مطلب یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ اقدس سے برآمد ہوکر وضو فرمایا اور ظہر وعصر دونوں نمازیں موضع بطحا میں ادا فرمائیں۔ اس میں مطلق جمع بھی نہیں چہ جائیکہ جمع حقیقی میں نص ہو۔

مثبتین جمع بین الصلوتین کی تحقیق یہ ہے کہ ہاجرہ (یعنی دوپہر، خروج وضو وصلوٰۃ سب کا ظرف ہے اور فا ترتیب ہے مہلت کے لئے تو بمقتضائے فا معنی یہ ہوئے کہ یہ سب کام ہاجرہ ہی میں ہوئے۔ ظاہر یہی ہے تو اس سے عدول بے مانع قطعی ناروا۔ علاوہ ازیں عصر، ظہر پر معطوف اور صلی توضأ سے بے مہلت مربوط۔ تو معطوفِ معمول کو جدا کرلینا کیونکر جائز۔ ملخصاً۔

اس پر حضرت فاضل بریلوی نے متعدد وجوہ سے رد کئے۔

(۱) اول۔ فا کو ترتیب ذکری کافی۔ مسلم الثبوت میں ہے۔ الفَاءُ للترتیب عَلیٰ سَبِیْلِ التَّعْقِیْبِ وَلَوْفِی الذِّکر۔

(۲) ثانی۔ عدم مہلت ہر جگہ اس کے لائق ہوتی ہے۔ کما فی فَوَاتِحِ الرَّحمُوتِ۔ تزوج فولد له میں کون کہے گا کہ نکاح کرتے ہی اسی آن میں بچہ پیدا ہوا ہو تو جیسے وہاں تقریباً ایک سال کا فاصلہ منافی مقتضائے فا نہیں۔ ظہر وعصر میں دو ساعت کا فاصلہ کیوں منافی ہوگا۔

(۳) ثالث۔ ہاجرہ ظرف خروج ہے۔ ممکن کہ خروج آخر ہاجرہ میں ہو کہ وضو ونماز ظہر تک تمام ہوجائے اور نماز عصر بلا مہلت کے اس کے بعد ہو۔ ہاجرہ کچھ دوپہر ہی کو نہیں کہتے زوال سے عصر تک کو بھی شامل ہے۔

(۴) رابع۔ حدیث مروی بالمعنی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی ہے کہ ایسی حدیث کے فا و واو وغیرہا سے استدلال صحیح نہیں۔ کما فی حجة الله البالغة۔

(۵) خامس۔ ہاجرہ کو ظرف افعال ثلثہ کہنا محض ادعائے بے دلیل ہے فا تعقیب چاہتی ہے اتحاد زمانہ نہیں چاہتی۔ نہیں بلکہ تعدد واجب کرتی ہے کہ تعقیب بے تعدد معقول نہیں۔

(۶) سادس ظرفیت ثلثہ فا سے ثابت؟ یا خارج سے؟ اول بداہۃً باطل کما علمت۔ برتقدیر ثانی حدیث فا لغو محض ہے کہ عصر فی الہاجرہ اسی قدر سے ثابت۔ پھر باوصف لغویت اسی کی طرف اسناد کہ بمقتضائے فا یہ معنی ہوئے اور عجیب تر۔

(۷) سابع صحیح ومسلم وغیرہ میں ملاحظہ ہو۔ فَلَمَّا کَانَ یَوْمُ التَّرْوِیَةِ تَوَجَّهُوْا اِلیٰ مِنیٰ فَاَهَلُّوْا بِالحج وَرَکِبَ رَسُوْلُ اللّٰه

صَلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم فَصَلّٰی بِھَا الظُّھرَ وَالعصرَ وَالمغرِبَ وَالعشاءَ وَالفجرَ۔ جب آٹھویں ذی الحجہ ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کا احرام باندھ کر منیٰ کو چلے اور حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوئے تو منیٰ میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء اور فجر پانچوں نمازیں پڑھیں۔

وہی فا، وہی ترتیب، وہی عطف، وہی ترکیب اب یہاں بھی کہہ دینا کہ سواری پر ہوتے ہی معاً بے مہلت پانچوں نمازیں ایک وقت میں پڑھ لیں جو معنی صَلّی الظُّھرَ والعَصرَ الخ کے یہاں ہیں وہی وہاں اور یہ قطعاً محاورہ عامہ شائعہ ہے کہ اصلاً مفید وصل صلوات نہیں ہوتا۔

(۸) ثامن۔ کلام متناقض ہے کہ اول کلام میں حکم وصل سے عصر کا فصل "خلاف ظاہر" مانا یہ دلیل صحت ہے آخر میں "کیونکر جائز" کہا یہ دلیل فساد۔

(۹) تاسع۔ تاویل کے لئے قطعیت مانع ضروری جاننا عجب جہل ہے۔ کیا اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنی متبادر ہو اور دوسری حدیث صحیح اس کے خلاف میں صریح، تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ بے مانع قطعی ظاہر سے عدول کیونکر ہو۔[1] الخ

آخر میں تحریر فرماتے ہیں صحیحین میں (یہی حدیث) متعدد طرق سے بلفظ ثم آئی جو آپ کی تعقیب بے مہلت کو تعاصب سے دم لینے کی مہلت نہیں دیتی۔

بخاری شریف میں ہے عَنِ الحکم قَالَ سَمِعتُ اَبَا جُحَیفَۃَ قَالَ خَرَجَ رسولُ اللّٰہِ صَلَّ اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم بالھَاجرَۃِ الی البَطحَاءِ ذیفاً ثُمّ صَلی الظُّھرَ رکعَتَینِ وَالعصرَ رکعتین۔

مسلم شریف میں ہے۔ فَخَرجَ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وَسَلَّمَ فَتوضأ واَذَّنَ بِلَالٌ ثُمّ رَکَزتُ العَنزَۃَ نَتَقَمَّ فَصَلّٰی الظُّھر رکعتین ثُمّ صَلّی العَصرَ رکعَتَینِ ثُمّ لَم یَزَل یُصَلّی حَتّٰی رَجَعَ اِلی المدِینَۃِ۔

ایک روایت ہے۔ اَخبَرنی ابنُ ابی یحیی عنُ حُسَینِ بن عبداللّٰہ بن عبید اللّٰہ بن عباس عن کریب عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما فذکر الحدیث وفیہ۔ جَمَعَ بَینَ الظُّھرِ وَالعَصرِ فی الزَّوَالِ ۔ اس کی سند پر جرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اقول: اس کی سند میں ابن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی جہمی متروک واقع ہے۔

اِمام اَجَلّ یَحیٰ بن سعید قطان و امام اجل یحییٰ بن مَعِین و امام اجل عَلی بن مدِینی وامام یزید بن ہارون و امام ابوداؤد وغیرھم اکابر نے فرمایا کذاب تھا۔ امام احمد نے فرمایا ساری بلائیں اس میں تھیں۔ امام مالک نے فرمایا کہ وہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام بخاری وغیرہ نے فرمایا ائمہ محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ میزان الاعتدال میں ہے۔

---

[1] ملتقطاً از ۳۲۴ تا ۳۲۶ حاجز البحرین مشارکہ در فتاویٰ رضویہ قدیم دوم مطبوعہ بریلی

ابراهیم بن ابی یحییٰ احد العلماء الضعفاءِ الخ تذہیب التہذیب میں ہے۔قَالَ عبداللّٰہِ بنُ اَحمَد عَنْ اَبِیْہِ کَانَ قدریًامُعتزلیًاجَھمِیًا۔ الخ تذکرۃ الحفاظ میں ہے۔قَالَ ابنُ مَعِیْن رَافضیٌ کَذَّابٌ لَاجَرَمَ تقریب میں ہے۔مستر دربا ختصار یہاں تک کہ ابوعمر بن عبداللہ نے اس کے ضعف پر اجماع ہے۔کما نقلہ فی المیزان فی ترجمۃ عبدالکریم بن ابی المحارق واللہ تعالیٰ اعلم[1]

سنن نسائی کی ایک حدیث جس کے راویوں میں سلیمان بن ارقم اور خالد ہیں اس کے بارے میں ایک طبقہ کا خیال ہے کہ چوں کہ سلیمان بن ارقم کی توثیق کسی نے نہ کی بلکہ اس کی تسعیف کی اور دوسرا راوی خالد بن مخلد ہے جو رافضی ہے کیوں کہ تقریب میں متشیع کہا گیا ہے اس لئے یہ حدیث نامقبول اور مجروح ومتروک ہے۔

حضرت فاضل بریلوی نے اس جرح پر جونقد رجال فرمایا اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(۱) قائل، رفض وتشیع کے فرق سے ناواقف ہے۔

(۲) خالد بن مخلد نہ صرف نسائی بلکہ بخاری ومسلم وغیرہما جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہیں۔

(۳) ضعیف ومتشیع وصاحب افراد اور متروک الحدیث کا فرق معلوم نہیں متشیع وصاحب افراد ہونا تو اصلاً موجب ضعف نہیں۔صحیحین دیکھئے۔ان کے رواۃ میں کتنے متشیع موجود ہیں اور لہ افراد والوں کی کیا گنتی۔۔۔؟فصل اول کے حواشی میں ہم اس کا ذکر کر آئے ہیں۔ضعیف ومتروک میں بھی کافی فرق ہے اس معنی اور اس کے متعلق کا حکم اور تحقیقات جلیلہ فقیر غفرلہ القدیر کے رسالہ الباد الکاف فی حکم الضعاف میں مطالعہ کیجئے۔

(۴) سند میں تھا عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ سُلَیْمٰن رواۃ نسائی میں شعبہ نام کا کوئی نہ ملا جس پر تقریب میں کچھ بھی جرح کی ہو لہٰذا دہاں بن نہ چلا اور پھر پہلی بسم اللہ یہی سلیمان بن ارقم ضعیف نظر پڑا۔حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد۔اور حدیث مردود۔اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مخرج حدیث اَعْمَش عَنْ عُمَارَۃَ عَنْ عَبدِ الرَّحمٰنْ عَنْ عَبدللّٰہ ہے۔بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی وغیرہم سب کے یہاں حدیث عمار بطریق امام اعمش ہی مذکور۔صحیحین کی تین سندیں بطریق حفص بن غیاث وابی معویۃ وجریر کُلُّھُمْ عَنِ الاعْمَشْ عَنْ عُمَارَۃَ صدر کلام میں، اور ایک سند نسائی بطریق داود عَنِ الاَعْمَش عن عمار۔اس کے بعد سن چکے۔

(۵) نسائی کتاب الصلوٰۃ میں ہے۔اَخبرَنَاقُتَیْبَۃُ ثنا سُفْیٰن ناالا عمش عن عمارۃ الخ۔

(۶) نسائی مناسک باب الوقت الذی یُصَلّی فیہ الصُّبحَ بالمزدلفۃِ میں ہے۔اَخبرَنَامُحَمَّدُ بنُ العَلَاءِ ثنا اَبُومُعویۃَ عَنِ الاعْمَشْ عَنْ عَمَارۃَ الخ۔

(۷) سنن ابی داؤد میں ہے۔حَدَّثَنَامُسَدَّدٌ ان عبدالواحدن زیاد وَ اَباعَوَانَۃَ وَاَبَامعٰوِیۃَ حَدَّثُوْھُمْ عَنِ الاَعمَش عن عمارۃ۔ الخ

---

[1] مقتبس ۳۰۔۳۳۱ حاجز البحرین

(۸) امام طحاوی لکھتے ہیں۔ حَدَّثَنَا حُسَیْن بنُ نَصِیر ثنا قَبِیصَةُ بنُ عُقْبَةَ وَالرِّبَابِیُّ قالا ثنا سفیٰن عَنِ الاَعْمَش عن عمارة بن عمیر۔ الخ

یہ اعمش امام اجل ثقہ حافظ ضابط کبیر القدر جلیل الفخر اجلہ ائمہ تابعین و رجال صحاح ستہ سے ہیں جن کا اسم مبارک سلیمان ہے وہی یہاں مراد ہیں۔ دنیا میں ایک ہی سلیمان نہیں کہ تضعیف ابن ارقم دیکھ پانے کی خوشی میں کچھ نظر نہ آیا دو ورق آگے اسی تقریب میں ہے سُلَیْمٰنُ بنُ مِهْرَانَ الاعمش ثِقَةٌ عَارِفٌ بِالقِرَائَةِ وَرِعٌ۔

ان سلیمان سے راوی امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج ہیں جن کا التزام تھا کہ ضعیف لوگوں سے روایت نہ کرتے جس کی تفصیل رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں مذکور۔ وہ اور ابن ارقم سے روایت مگر ناواقفوں سے کیا شکایت؟

(۵) خالد کا نام دیکھتے ہی فیصلہ کر دیا کہ یہ خالد بن مخلد رافضی ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ مجرد نام بے ذکر ممیز ائمہ محدثین کس حالت میں اکتفا کرتے ہیں۔ صحابہ کرام میں عبداللہ نام کے بکثرت ہے خصوصا عبادلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری عن عبداللہ کہے تو عبداللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے اور کوفی کہے تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پھر رواۃ مابعد میں تو عبداللہ صدہا ہیں مگر جب سوید کہیں حدثنا عبداللہ تو صرف ابن المبارک مراد ہوں گے مگر محمدین کا شمار کون کر سکتا ہے مگر جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا۔ علیٰ ھذا القیاس۔

یہ خالد امام اجل ثقہ حافظ جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج کے خلص تلامذہ اور امام اسماعیل بن معود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں خود سنن طحاوی میں اسماعیل کی بیسیوں روایات ان سے موجود متعدد جگہوں پر نصب خالد مصرح اور بہت سے مقامات پر مطلق چھوڑ دیا ہے۔[۱] اس کے بعد لکھتے ہیں حجاب ناواقفی توڑنے کو ہر قسم کی مصرح روایات سے بہ نشان کتاب و باب کچھ حاضر کروں پھر پندرہ روایات انہوں نے نقل فرمائیں جن سے صراحۃ جمع بین الصلوٰتین کا خلاف ثابت ہوتا ہے انہیں اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

بعض مسائل میں بڑی آسانی کے ساتھ کچھ لوگ یہ کہہ کر دامن چھڑاتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کا فلاں راوی مجہول یا مبہم ہے اس کی سند منقطع ہے وغیر ذالک اور پھر احکام و مسائل کے جواز اور عدم جواز پر بے تحاشا کوئی فیصلہ کر ڈالتے ہیں۔

حضرت فاضل بریلوی نے اصول حدیث کی روشنی میں اپنے رسالہ منیر العین میں اس کی شاندار تفصیلی تحقیق فرمائی ہے جس کا بیان زیر نظر کتاب میں موجود ہے۔

حدیث صحیح پر مجتہد کب اور کن حالات میں عمل نہیں کرتا اس کے بارے الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی میں بارہا حدیث صحیح ہوتی ہے اور امام مجتہد اس پر عمل نہیں فرماتا۔

---

[۱] ۳۰۸ ایضاً مقتبس

خواہ یوں کہ (۱) حدیث نامتواتر نسخ کتاب اللہ چاہتی ہے۔ (۲) یا حدیث آحاد زیادت علی الکتاب کررہی ہے۔ (۳) یا حدیث موضوع تکرار وقوع وعموم بلویٰ یا کثرت مشاہدین وتوفر دواعی میں آحاد آئی ہے۔ (۴) یا اس پر عمل میں تکرار نسخ لازم آتی ہے۔ (۵) یا دوسری حدیث صحیح اس کی معارض اور وجوہ کثیر ترجیح میں کسی وجہ سے اس پر ترجیح رکھتی ہے۔ (۶) یا وہ بحکم جمع تطبیق و توفیق بین الادلہ ظاہر سے مصروف ومؤول ٹھہری ہے۔ (۷) یا بحالت تساوی وعدم امکان جمع ومقبول وجہل تاریخ بعد تساقط ادلہ نازلہ یا موافقت اصل کی طرف رجوع ہوئی ہے۔ (۸) یا عمل علماء اس کے خلاف پر ماضی ہے۔ (۹) یا مثل مخابرہ تصامل امت نے راہ خلاف دی ہے۔ (۱۰) یا حدیث مفسر کی صحابی راوی نے مخالفت کی ہے۔ (۱۱) یا علت حکم مثل سہم مؤلفۃ القلوب وغیرہ اب منتفی ہے۔ (۱۲) یا مثل حدیث لَا تَمْنَعُوا اِمَآءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ منبائے حکم حال عصر یا عرف مصر تھا کہ یہاں یا اب منقطع و منتفی ہے۔ (۱۳) یا مثل حدیث شبہات اب اس پر عمل یقینی شدید وحرج فی الدین کی طرف داعی ہے۔ (۱۴) یا مثل حدیث تعریب عام اب فساد وفتنہ ناشی ہے۔ (۱۵) یا مثل حدیث ضجعۂ فجر وجلسہ استراحت منشا کوئی امر عادی یا عارضی ہے۔ (۱۶) یا مثل جہر بآیت فی الظہر احیاناً یا جہر فاروق بدعائے قنوت حامل کوئی حاجت خاصہ نہ تشریع ودائمی ہے۔ (۱۷) یا مثل حدیث علیک السّلام تحیۃ الموتی مقصود مجرد اخبار نہ حکم شرعی ہے اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ الوُجُوْہِ الَّتِیْ یَعْرِفُھَا النبِیْہُ وَلَا یَبْلغ حقیقۃ کُنْھِھَا اِلَّا المجْتَھِدُ الفقیْہُ[1]

اگر کوئی حدیث مجتہد نے ایسی پائی جس پر براہ تاویل یا کسی دوسرے سبب سے اس پر عمل نہ کیا تو وہ حدیث اس کا مذہب نہ قرار پائے گی کیوں کہ وہ اس کے خلاف عمل کر چکا ہے اور مجرد صحت اثری صحت عملی کو مستلزم نہیں۔

کوئی ایسی حدیث جس پر مجتہد نے عمل نہ کیا بزعم خود اسے مذہب مجتہد کے خلاف پا کر دعویٰ کر دینا کہ یہی اس کا مذہب ہوسکتا ہے اس بارے میں تحقیقی نقطۂ نظر سے دو امور ایسے جن کے پائے جانے کے بعد ہی مجتہد کا مسلک سابق چھوڑ کر اس حدیث کے مطابق ہونے کا حکم دیا جاسکتا ہے ان دونوں امور کے بارے میں حضرت فاضل بریلوی کی ایسی بلند پایہ تحقیق ملاحظہ فرمائیں کہ سن کر آپ محو حیرت رہ جائیں اور مسلک حنفی کے انوار آپ کی نگاہوں کو خیرہ کر دیں فرماتے ہیں

اولاً: یقیناً ثابت ومعلوم ہو کہ یہ حدیث امام کو نہ پہونچی تھی کہ بحال اطلاع مذہب اس کے خلاف ہے نہ اس کے موافق۔ لاجرم علامہ زرقانی نے شرح مؤطا خریف میں تصریح فرمائی۔

قَدْعُلِمَ اَنَّ کَوْنَ الحَدِیْث مَذْہَبَہٗ محلہ اِذَاعُلِمَ اَنَّہٗ لَمْ یَطَّلِعْ عَلَیْہِ اَمْ اِذَا احتَمَلَ اِطِّلَاعُہ، عَلَیْہِ اَنَّہٗ حَمَلَہٗ عَلٰی مَحْمَلٍ فَلَا یَکُوْنُ مَذْھَبَہٗ۔

یعنی ثابت ہو چکا ہے کہ کسی حدیث کا مذہب مجتہد ہونا صرف اس صورت میں ہے جب کہ یقین ہو کہ یہ حدیث مجتہد کو نہ پہنچی تھی ورنہ اگر احتمال ہو کہ اس نے اطلاع پائی اور کسی دوسرے محل پر حمل کی تو یہ اس کا مذہب نہ ہوگی۔

---

[1] ۵ تا ۶ الفضل الموہبی مکتبۃ الحبیب الٰہ آباد۔

ثانیاً: حکم کرنے والا احکام رجال ومتون وطرق احتجاج ووجوہ استنباط اوران کے متعلقات اصول مذہب پر احاطہ تامہ رکھتا ہو۔
یہاں اسے چار منزلیں سخت دشوار گزار پیش آئیں گی جن میں ہر ایک دوسری سے سخت تر ہے۔

منزل اول:

نقد رجال کہ ان کے مراتب ثقہ وصدق وحفظ وضبط اوران کے بارے میں ائمہ شان کے اقوال ووجوہ طعن ومراتب توثیق و مواضع تقدیم جرح وتعدیل وحوامل طعن ومناشی توثیق ومواضع تحامل وتساہل وتحقیق پر مطلع ہو۔ استخراج مرتبہ اتقان راوی بنقد روایات وضبط مخالفات واوہام وخطیات وغیرہا پر قادر ہو۔ ان کے اسامی والقاب وکنی وانساب ووجوہاد وتدلیس وتسویہ و تغیر واختلاط وآخذین من قبل وآخذین من بعد وسامعین وحاملین وغیرہا تمام امور ضروریہ کا حال اس پر ظاہر ہو۔
ان سب کے بعد صرف سند حدیث کی نسبت اتنا کہہ سکتا ہوں کہ صحیح یا حسن یا صالح یا ساقط یا باطل یا معضل یا مقطوع یا مرسل یا متصل ہے۔

منزل دوم:

صحاح وسنن ومسانید وجوامع ومعاجیم واجزاء وغیرہا کتب احادیث میں اس کے طریق مختلفہ والفاظ متنوعہ پر نظر تام کرے کہ حدیث کے تواتر یا شہرت یا فردیت نسبیہ یا غرابت مطلقہ یا شذوذ یا نکارت واختلافات رفع ووقف وقطع ووصل ومزید فی متصل الاسانید واضطرابات سند ومتن وغیرہا پر اطلاع پائے نیز اس جمع طرق واحاطۂ الفاظ سے رفع ابہام ودفع اوہام وایضاح خفی و اظہار مشکل وابانت مجمل وتعین محتمل ہاتھ آئے۔
ولہٰذا امام ابو حاتم رازی فرماتے ہیں کہ ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی معرفت نہ پاتے۔
اس کے بعد اتنا حکم کرسکتا ہے کہ حدیث شاذ یا منکر معروف یا محفوظ مرفوع یا موقوف فرد یا مشہور کس مرتبہ کی ہے۔

منزل سوم:

اب علل خفیہ وغوامض دقیقہ پر نظر کرے جس پر صدہا سال سے کوئی قادر نہیں۔ اگر بعد احاطۂ وجوہ علل تمام علل سے منزہ پائے تو یہ تین منزلیں طے کرکے صرف صحت حدیث بمعنی مصطلح اثر پر حکم لگا سکتا ہے۔
تمام حفاظ حدیث واجلۂ نقاد وتا واصلان زردہ شاختہ اجتہاد کی رسائی صرف اس منزل تک ہے۔
اور خدا انصاف دے تو شرعی اجتہاد وہمسری ائمہ امجاد کو ان منازل کے طے میں اصحاب صحاح یا مصنفانِ اسماء الرجال کی تقلید جامد سخت بے حیائی نری بے غیرتی ہے۔
بلکہ ان کے طور پر شرک جلی ہے کس آیت یا حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ بخاری یا ترمذی بلکہ امام محمد وابن المدینی جس حدیث کی تصحیح یا تجریح کردیں وہ واقع میں ویسی ہی ہے۔ کون سا نص آیا کہ نقد رجال میں ذہبی وعسقلانی بلکہ نسائی وابن عدی ودار قطنی

بلکہ یحییٰ قطان و یحییٰ بن معین وشعبہ وابن مہدی جو کچھ کہہ دیں وہی حق جلی ہے[1]؟

برادران با انصاف! انہیں منازل کی دشواری دیکھیں۔ جس میں ابوعبداللہ حاکم جیسے محدث جلیل القدر پر کتنے عظیم شدید مواخذے ہوئے۔ امام ابن حسان جیسے ناقد بصیر تساہل کی طرف نسبت کئے گئے۔ ان دونوں سے بڑھ کر امام اجل ابوعیسیٰ ترمذی تصحیح وتحسین میں تساہل ٹھہرے۔ امام مسلم جیسے جبل رفیع نے بخاری وابوزرعہ کے لوہے مانے۔ کما او ضحنا فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث۔

پھر چوتھی منزل تک فلک چہارم کی بلندی ہے جس پر نور اجتہاد سے آفتاب منیر ہی ہوکر رسائی ہے۔ امام ائمہ المحد ثین محمد بن اسمٰعیل بخاری سے زیادہ ان میں کون منازل ثلثہ کے منتہی کو پہونچا؟

پھر جب مقام احکام ونقض وابرام میں آتے ہیں وہاں صحیح بخاری وعمدۃ القاری وغیرہ بنظر انصاف دیکنا چاہئے۔ بکری کے دودھ کا قصہ معروف ومشہور ہے۔ امام عیسیٰ بن ابان کے اشتغال حدیث پھر ایک مسئلہ میں دوجگہ خطا کرنے اور تلامذہ امام اعظم کے ملازم خدمت بننے کی روایت معلوم وماثور ہے۔

لہٰذا امام اجل سفین بن عیینہ کہ امام شافعی وامام احمد کے استاذ اور امام بخاری وامام مسلم کے استاذ الاستاذ اور اجلہ ائمہ المحد ثین وفقہائے مجتہدین وتبع تابعین سے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ارشاد فرماتے ہیں۔ الحدیث مضلّۃ الاللفقہاء۔

علامہ ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں۔ یُرِیْدُاَنَّ غَیْرَھُمْ قَدْ یَحْمِلُ الشیٔ عَلٰی ظَاھِرِہٖ وَلَہٗ تَاوِیْلٌ من حَدِیْثٍ غیرہ اردلیل یخفی عَلَیْہِ اَوْمَتْرُوْکٌ اَوْجَبَ تَرْکَہٗ غیر شیٔ مِمَّا لَایَقُوْمُ بِہٖ اِلَّامَن اسْتَبْحَرَوَتَفَقَّہَ۔

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

نَضَّرَاللّٰہُ عَبْدًا سمع مَقَالَتِی فَحَفِظَھَاوَوَعَاھَاوَاَدَّاھَافَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ غیرُ فَقِیْہٍ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَفْقَہُ مِنْہُ اخرجہ الامام الشافعی الخ

فقط حدیث معلوم ہوجانا فہم حکم کے لئے کافی ہوتا تو اس ارشاد اقدس کے کیا معنی تھے[2]۔

منزل چہارم:

منزل چہارم سخت ترین منازل دشوارترین مراحل جس کے سار نہیں مگر اقل قلائل اس کی قدر کون جانے؟

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش
کہ نظم مملکت خویش خسرواں دانند

اس کے لئے واجب ہے کہ جمیع لغات عرب وفنون ادب ووجوہ تخاطب وطرق تفاہم واقسام نظم وصنوف معنی وادراک علل وتنقیح مناط واستخراج جامع وعرفان مانع وحوار دتعدیہ ومواضع قصر ودلائل حکم آیات واحادیث واقاویل صحابہ وائمہ فقہ قدیم و

---

[1] ۸۔۱۰ الفضل الموہبی۔ [2] ملخصا ۱۱۔۱۲ ایضا

حدیث و مواقع تعارض و اسباب ترجیح و مناہج توفیق و مدارج دلیل و معارک تاویل و مسالک تخصیص و مناسک تقیید و مشارع قیود و شوارح مقصود و غیر ذالک پر اطلاع تام و وقوف عام و نظر غائر و ذہن رفیع و بصیرت ناقدہ و بصر منیع رکھتا ہو۔

جس کا ایک ادنیٰ اجمال امام شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ الباری نے فرمایا کہ: اِیَّاکُمْ اِنْ تَبادِرُوْا اِلیٰ الانکارِ عَلٰی قَوْلِ مجتَہِدٍ اَوْ تخطیتہٖ اِلَّا بَعْدَ اِحَاطتِکم بِاَدِلَّۃِ الشریْعَۃ کلھا وَمعرِفتکُمْ بِجَمِیْعِ لُغَاتِ الْعَرَبِ الَّتِیْ احْتَوَتْ عَلَیْھَا الشریعَۃُ وَمَعرفتکُمْ بِمَعَانِیھَا وطُرقِھَا۔ (المیزان للشعرانی)

اور ساتھ ہی فرما دیا۔ اَنّٰی لکم بذلك بھلا کہاں تم اور کہاں یہ احتیاط؟

اور شک نہیں کہ جو شخص ان چاروں منازل کو طے کر جائے وہ مجتہد فی المذہب ہے۔ جیسے مذہب مہذب حنفی میں امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بالجملہ نابالغان رتبہ اجتہاد نہ اصلاً اس کے اہل نہ ہرگز یہاں مراد نہ کہ آج کل کے مدعیان خام کار جاہلان بے وقار کہ من و تو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں اور اساطین دین کے اجتہاد پر کھیں۔

خود اکابر مذہب مثلاً امام کبیر خصاف و امام اجل ابو جعفر طحاوی و امام ابوالحسن کرخی و امام شمس الائمہ سرخسی و امام فخر الاسلام علی بزدوی و امام فقیہ النفس فخر الدین قاضی خاں و امام ابو بکر رازی و امام ابوالحسن قدوری و امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ وغیرہم اعاظم کرام اد خلہم اللہ تعالیٰ فی دار السلام کی نسبت رسالہ علامہ بن کمال باشا رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح ہے۔ اِنَّھُمْ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّنَ الْمُخَالفَۃِ لَافِی الْاُصُوْلِ ولا فی الفُرُوْعِ یہ جملہ ائمہ کرام مخالفت امام اعظم پر نہ تو اصول میں کوئی قدرت رکھتے ہیں نہ ہی فروع میں۔

للہ انصاف! اللہ عزوجل کے حضور جانا اور اسے منہ دکھانا ہے ایک ذرا دیر منہ زری ہماہمی ڈھٹائی ہٹ دھرمی کی نہیں سہی اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور ان اکابر ائمہ عظام کے حضور اپنی لیاقت، قابلیت کو دیکھے بھالے دیکھے تو کہیں تحت الثریٰ تک بھی پتہ چلتا ہے۔

ایمان نہ نکلے تو ان کے ادنیٰ شاگردانِ شاگرد کی شاگردی و کفش برداری کی لیاقت نہ نکلے۔

خدارا! جو شکاران شیران شرزہ کی جست سے باہر ہو۔ لومڑیاں گیدڑ اس پر ہمکنار چاہیں۔

جان برادر! دین سنبھالنا ہے یا اپنی بات پالنی ہے۔ الخ ملخصاً[1]

اللہ اکبر! بصیرت و ژرف نگاہی کا یہ امنڈتا ہوا سیلاب آسمان تحقیق و تدقیق کا یہ نیر تاباں حدیث نبوی اور فقہ حنفی کا یہ قصر عظیم۔ جس کی رفعت خداداد کے سامنے بڑے بڑے کجکلاہوں کی ٹوپیاں زمین پر آ گریں حدیث و اصول حدیث کا امتیاز بردست عالم کہ چشم فلک بھی اس کی مہارت و عبقریت دیکھ کر دیدہ حیراں بن جائے۔

---

[1] ۱۳ تا ۱۷ ایضاً

میں پورے وثوق و اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس دور کے بڑے بڑے محدثین اور ارباب علم وفن بھی اگر انصاف و دیانت کے ساتھ ان تحقیقات عالیہ اور اس وسعت مطالعہ کو دیکھ پائیں تو اپنا سارا دعویٰ فضل و کمال بھول کر محدث اکبر امام اہلسنت احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے تلمذ وشاگردی کو اپنی عین سعادت سمجھیں۔

آپ پر خدا کا فضل خاص یہ بھی تھا کہ دوسرے فنون کی طرح حدیث کے اصول میں بھی مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ بحمدہ تعالیٰ ان کے ذہن رسا نے ہر میدان میں کچھ نہ کچھ نئے چراغ روشن کیے ہیں اور اپنی مہارت و عبقریت کے روشن نقوش ثبت فرمائے ہیں۔

رسالہ منیر العین میں حدیث صحیح و غیر صحیح کے فرق اور ان کے احکام پر آپ نے محققانہ بحث فرمائی ہے اور انتیس افادات تحریر فرمائے ہیں اس کے افادہ بست وسوم کے بعد لکھتے ہیں۔

''اثنائے تبیض میں بارگاہ مفیض علوم ونعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالیٰ نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا۔ افادۂ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افادات نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے۔ قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے[1]

افادۂ بست و چہارم کے بعد ایک جگہ لکھتے ہیں۔

قلم ضراعت رقم جب اس محل پر آیا۔ فیض کرم وکرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام و مرام طبقات حدیث کی ایسی تحقیق جزیل و تدقیق جمیل فقیر زلیل غفرلہ المولیٰ الجلیل پر فائض ہوئی کہ اگر یہاں ایراد کرتا۔ اطناب کلام و ابعاد مرام سامنے تھا لہٰذا اسے بتوفیق تعالیٰ رسالہ مفرد کیا[2] سچ کہا ہے مرد عارف نے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

آئیے اب ہم تصویر کا ایک رخ اور دکھائیں کہ دو چیزوں کا جب کسی حیثیت سے تقابل کیا جائے تو صحیح طور پر فیصلہ کیا جا سکے گا کہ ان دونوں میں لائق ترجیح کون ہے اور ان میں فائق و برتر ہونے کی صلاحیت کس میں زیادہ ہے علماء اہلسنت و جماعت کے بالمقابل علماء دیوبند اور علماء اہلحدیث یہ دونوں فریق ہیں جو کبھی اجتماعی اور کبھی انفرادی طور پر تقریباً ایک صدی سے اس برصغیر میں ہمارے حریف اور ہم سے متحارب رہے ہیں اور اس شدید آویزش کا سلسلہ دن بدن بڑھتا اور پھیلتا ہی جا رہا ہے۔

شعبہ علم حدیث میں تینوں جماعتوں کے ایک ایک نمائندہ کی حیثیت سے اس طرح دیانتدارانہ انتخاب غالباً ہر ایک کے لئے قابل قبول ہوگا اور کسی کو بھی انشاء اللہ چیں بجبیں ہونے کا موقع نہ ملے گا۔ جماعتی حیثیت سے ترتیب یوں دی جا سکتی ہے۔

(۱) نمائندہ اہلسنت و جماعت۔ محدث اکبر امام اہلسنت مولانا احمد رضا قادری فاضل بریلوی (م ۱۳۴۰ھ)

(۲) نمائندۂ علماء دیوبند۔ شیخ انور شاہ کشمیری شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند (م ۱۳۵۲ھ)۔

---

[1] ۵۸۷ منیر العین۔ [2] ۵۹۴ ایضاً۔

(۳) نمائندہ اہل حدیث: میاں جی نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ)
انور شاہ کشمیری کو ایک ذی علم اور ذہین وطباع شخصیت کی حیثیت سے دیوبندی مکتب فکر میں سب سے بڑا محدث تسلیم کیا جاتا ہے۔
تاثر یہ ہے۔ وانتهت اليه رئاسة تدريس الحديث في الهند[۱] احمد رضا بجنوری صاحب ان کے سلسلہ میں یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ''حضرت شاہ صاحب بخاری وفتح الباری کے گویا حافظ تھے[۲]''
جب متون حدیث پر کلام فرماتے تو یہ معلوم ہوتا کہ امام طحاوی یا بخاری ومسلم بول رہے ہیں۔ فقہ الحدیث پر بولتے تو امام محمد بن الحسن الشیبانی معلوم ہوتے۔ حدیث کی بلاغت پر گویا ہوتے تو تفتازانی اور جرجانی کا خیال گزرتا۔ اسرار شریعت بیان کرتے تو عربی وشعرانی کا گمان ہوتا تھا۔[۳]
''حضرت شیخ الاسلام مولانا (حسین احمد) مدنی قدس سرہ نے حضرت شاہ (انور کشمیری) صاحب کے غلبۂ تعزیت میں تقریر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ میں نے ہندستان، حجاز، عراق، شام وغیرہ کے علماء وفضلاء سے ملاقات کی اور مسائل علمیہ میں ان سے گفتگو کی لیکن تبحر علمی۔ وسعت معلومات، جامعیت اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحب کا کوئی نظیر نہیں پایا[۴]۔''
شاہ صاحب (شیخ الہند) محمود الحسن صاحب کے خصوصی شاگرد ہیں ۱۳۱۲ھ میں دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔ مدرسہ امینیہ دہلی اور مدرسہ فیض عام کشمیر میں کچھ تدریسی کام کیا اور پھر ۱۳۲۷ھ میں دیوبند میں مدرس ہوئے اور ۳۳ھ میں شیخ الحدیث ہوئے۔ ۴۶ھ میں بعض اختلافات کی بناء پر اپنے رفقاء کے ساتھ جامعہ ڈابھیل گجرات پہونچے اور وہاں بھی اپنا یہی فریضہ انجام دیتے رہے۔
تذکرہ نویسوں کا کہنا ہے کہ شاہ صاحب سنجیدہ، خاموش طبع اور ایک ذی علم شخصیت کے مالک ہیں۔ علم حدیث میں امتیازی شان رکھتے ہیں اور درس حدیث کا شہرہ تو زبان زد ہر خاص وعام ہے۔
انوار الباری جس میں مولوی احمد رضا بجنوری نے شاہ صاحب کے افادات جمع کئے ہیں اس کی جلد سوئم وچہارم پر ایک طائرانہ نظر ڈالی تو ایسا معلوم ہوا کہ وہ بہت سے مسائل میں علماء دیوبند سے اختلاف رائے بھی رکھتے تھے۔
مقصود کلام یہ ہے وہ مجموعی حیثیت سے ان کے ایسے نمائندہ ہیں جن کی ذات ان لوگوں کے لئے باعث صد افتخار ہے اور پوری جماعت کو ان کی حدیث دانی پر ناز ہے جیسا کہ ابھی آپ پڑھ چکے ہیں۔
افراد کی پیداوار کے لحاظ سے بھی ان کا ایک مخصوص کردار ہے اور ہندوپاک میں پھیلے ہوئے اس جماعت کے ممتاز فضلاء

۱۔ ۸۱۔ نزہتہ ج ۸
۲۔ ۲۵۰۔ انوار الباری دوم۔ مکتبہ ناشر العلوم بجنور۔
۳۔ ۲۵۰ ج ۲ ایضاً۔
۴۔ ۲۴۴۔ ایضاً۔

انہیں سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ درس حدیث دینے کا انہیں طویل موقع بھی ملا جس کی بناء پر شاہ صاحب کے تلامذہ کی فہرست بڑی لمبی ہے جن میں سے چند مشاہیر کے نام یہ ہیں۔

محمد ادریس کاندھلوی، محمد یوسف بنوری، شمس الحق افغانی، فخر الدین احمد، محمد اعزاز علی امروہوی، شاہ عبدالقادر رائے پوری، محمد بدر عالم میرٹھی، میرک شاہ کشمیری، محمد مناظر احسن گیلانی، محمد صدیق نجیب آبادی، محمد عبدالرحمٰن کامل پوری، مفتی محمد شفیع دیوبندی، محمد حبیب الرحمٰن اعظمی، قاری محمد طیب مہتمم محمد انواری، محمود احمد نانوتوی، وصی اللہ فتحپوری، محمد عتیق الرحمٰن عثمانی ڈاکٹر عبدالعلی رائے بریلوی، پروفیسر مصطفیٰ حسن علوی، محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، محمد میاں دیوبندی، محمد منظور نعمانی، اسلام الحق اعظمی، محمد جلیل احمد، حبیب الرحمٰن لدھیانوی، سعید احمد اکبر آبادی، حمید الدین فیض آبادی، حامد الانصاری، قاضی زین العابدین میرٹھی، قاضی شمس الدین، غلام غوث سرحدی، محمد رضا بجنوری، محمد چراغ گوجرانوالہ وغیرہم۔

اپنی اپنی جگہ پر سبھی حضرات ایک مستقل شخصیت کے مالک ہیں اور سب کو شاہ صاحب کے دامن علم حدیث سے وابستگی حاصل ہے اس لئے اپنی تحریروں اور تقریروں اور مجلسوں میں ان کی مدح وستائش میں رطب اللسان بھی رہتے ہیں اب بتانے کی ضرورت نہیں کہ یہ صاحب کتنے مشاہیر استاذوں کے استاذ ہیں۔

ایسے عدیم النظیر محدث کا فنی مقام ایک محققانہ تقابلی مطالعہ کے ذریعہ بڑی اچھی طرح واضح کیا جا سکتا تھا کہ علم میں جامعیت ودقت نظر کا صحیح ملکہ قسام ازل نے کس کے دل میں ودیعت فرمایا ہے اور تہ در تہ چھپے ہوئے حقائق کے ادراک کی قابل رشک صلاحیت کسے عطا فرمائی گئی ہے۔ لیکن اس مجبوری کے تحت ہم یہ فریضہ انجام نہیں دے سکتے کہ حضرت فاضل بریلوی (م ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء) کی حیات میں شاہ صاحب کے وہ افادات منظر عام پر نہ آسکے جن سے علم حدیث میں ان کے تبحر علمی کا صحیح اندازہ اور ان کے مقام کا تعین کیا جا سکے ان کے تلامذہ نے ان کے یہ افادات جمع کئے ہیں۔ (۱) العَرْفُ الشذِی عَلٰی جَامِعِ التِرمِذِی مرتبہ۔ چراغ محمد پنجابی، مطبوعہ مطبع قاسمیہ دیوبند ۱۳۴۲ھ (۲) انوار المحمود فی شرح سنن ابی داؤد (دوجلدیں) مرتبہ محمد صدیق نجیب آبادی جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۱۳۵۶ھ (۳) فیض الباری (چار جلدیں) مرتبہ بدر عالم میرٹھی شائع شدہ ۱۹۳۸ء (۴) انوار الباری مرتبہ۔ احمد رضا بجنوری مطبوعہ میرٹھ یہ فیض الباری کے بعد چھپی ہے اور مؤخر الذکر دونوں افادات بخاری شریف کی شرح ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جب شاہ صاحب کے بارے میں فاضل بریلوی نے کچھ لکھا اور نہ کہیں نام لیا تو پھر ان کے ذکر سے فائدہ؟

جواب یہ ہے کہ آپ کے خلیفہ امجد حضرت مولانا امجد علی قدس سرہ جو آپ کے خوانِ علم وفضل کے خوشہ چیں بھی ہیں ان کے ایک تلمیذ ارشد صدر العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب علی گڑھی ثم میرٹھی قدس سرہ نے بشیر القاری شرح صحیح البخاری کے نام سے جو ایک مشہور محدثانہ خدمت انجام دی ہے اس میں انہوں نے شاہ صاحب کے کچھ علمی کمالات کا بھی ناقدانہ جائزہ لیا ہے جس کے کچھ اقتباسات سے آپ کے ذوق طبع کی ابھی ضیافت کی جارہی ہے۔ انہیں پڑھنے کے بعد آپ یہ سوچنے پر مجبور ہوں

گے کہ آخر اس پروپیگنڈسٹ گروپ'' نے کس طرح کنویں کو سمندر اور رائی کو کوہ ہمالیہ بنا کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کچھ کامیاب اور نتیجتاً ناکام کوشش کی ہے۔

شاگردان شاگرد کے سامنے تو سب سے بڑے کا یہ حال ہے کہ چمکتے ہوئے سونے کو پرکھا جائے تو خالص پیتل نکلے اور اگر فاضل بریلوی کے سامنے ان کی یہ تحقیقات کہیں پہونچ جائیں تو خدا جانے کیا حال ہوتا۔

حضرت صدر العلماء میرٹھی نے بشیر القاری مطبوعہ دہلی میں شاہ صاحب کے علمی افادات فیض الباری پر جو ایرادات قائم کئے ہیں ان میں سے چند مسائل کا خلاصہ ارباب علم و دانش کی خدمت میں نذر ہے پوری بحث اصل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ سہولت کے پیش نظر عربی عبارتوں کو اردو میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ فیصلہ آپ خود فرمالیں۔ ہاں انصاف شرط ہے۔ بخاری شریف کی جلد اول کے پہلے صفحہ کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَابٌ كَيْفَ كَانَ بَدْؤُ الوحي إِلَى رَسُوْلِ اللّٰہِ صلى اللّٰہ علیهِ وسلَّمَ وَقَوْلِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيِّيْنَ مِنْ م بَعْدِهٖ حَدَّثَنَا الحُمَيْدِيُّ قال حَدَّثَنَا سفيٰن قالَ حَدَّثَنَا يحيى بنُ سعيد الانصارى قَالَ اخبرنى محمد بنُ ابراهيم التمى انهٗ سَمعَ عُقَمَةَ منَ وقَّاس اللَّيثِى يَقول سَمِعْتُ منُمَرَمن الخطّٰب رضى اللّٰه عنه عَلَى المِنبَرِ يقولَ سمِعْتُ رَسولَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم يَقُوْلُ اِنَّمَا الاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا الامْرِءٍ مَّانَوىٰ فَمَن كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلىٰ دنيا يُصِيْبُهَا اَوْاِلىٰ امْرَاَةٍ يَّنكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلىٰ مَاهَاجَرَاِلَيْه۔

ترجمہ:۔ یہ باب اس بیان میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتداء کیسے ہوئی اور اللہ عزوجل کے اس قول کے بیان میں کہ ہم نے اے محبوب آپ کی طرف وحی بھیجی جیسے کہ نوح اور ان کے بعد والے پیغمبروں کی جانب بھیجی تھی۔

امام بخاری فرماتے ہیں کہ حدیث بیان کی ہم سے حمیدی نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے انہوں نے کہا حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ بن سعید انصاری نے انہوں نے کہا مجھ کو خبر دی محمد بن ابراہیم تیمی نے کہ انہوں نے علقمہ بن وقاص لیثی کو سنا کہتے تھے میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سنا۔ منبر پر فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کل اعمال کا ثواب نیت پر موقوف اور ہر فرد کی نیت کا ثواب اسی کو ملتا ہے تو جس کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کو ہو یا کسی عورت سے نکاح کی خاطر تو اس کی ہجرت اس کے لئے ہوگی جس کے لئے کی ہے۔

باب النحو میں حضرت صدر العلماء میرٹھی صاحب تحریر فرماتے ہیں (باب) از قبیل اسماء معدودہ ہے لہٰذا مبنی بر سکون اور محل اعراب بھی نہیں۔

(۱) وَمَا قَالَ مَوْلَانَا اَنْوَارُ شَاهَ فِى فَيْضِ البَارِىْ مِنْ اَنَّ لَفظَ البَابِ مَضَافٌ اَوْمَبْنِیٌّ كَمَثْنىٰ وَثُلٰث، نَمَبْنِیٌّ عَلىٰ الغَفْلَةِ فَاِنَّ مَثْنىٰ وَثُلٰثَ لَيسَامِن المبنيّاتِ كَمَالَايَخْفىٰ عَلىٰ الطَّلَبَةِ۔

فیض الباری میں شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ لفظ باب مضاف یا ثنیٰ وثلث کی طرح مبنی ہے ان کی یہ تحقیق غفلت پر مبنی ہے اس لئے کہ ثنیٰ وثلث مبنیات میں سے نہیں۔ طالبان علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے جو آیت کریمہ نقل فرمائی ہے اس سے پہلے قول اللہ عزوجل نحوی ترکیب کے لحاظ سے جملہ مضاف الیہ پر معطوف ہونے کی وجہ سے مجرور۔ اس تقدیر پر یہ آیت ترجمۃ الباب میں داخل ہوگی یا مرفوع مبتداء ہے۔ انا او حینا الخ خبـــر ہ۔ اس صورت میں آیت مذکورہ ترجمۃ الباب میں داخل نہ ہوگی۔ یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری نے کر آیت سے کیا مراد لیا ہے۔

اس کا جواب ہے کہ امام بخاری علی الرحمہ کبھی ترجمۃ الباب سے مناسب آیت نقل فرمادیتے ہیں۔ ترجمۃ الباب اور آیت میں وحی کا ذکر ہے۔ مگر اس مقام پر مذکور آیت نقل کرنے سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ ترجمۃ الباب میں وحی سے وہ وحی مراد ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ یعنی وحی رسالت۔

(۲) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے مقصود مبدأ وحی کا بیان کرنا ہے کہ رب سبحانہ تعالیٰ ہی دونوں کا مبدأ ہے تو جب اس وحی کا مبدأ بھی وہی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام و دیگر انبیاء کی وحی کا مبدأ ہے تو اہل کتاب پر واجب ہے کہ جیسے ان انبیاء پر نازل شدہ وحی پر ایمان لائے ویسے ہی اس پر بھی ایمان لائیں اور جب دونوں کا مبدأ ایک ہے تو اس وحی کا انکار ان کی وحی کا بھی انکار ہوگا۔

اقول: نہیں یہ مراد نہیں ہے بلکہ اس جگہ اس آیت کے ذکر کا مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس آیت میں وحی سے جو مراد ہے ترجمۃ الباب میں بھی وحی سے وہی مراد ہے یعنی وحی رسالت جیسا کہ تشبیہ سے مستفاد ہے۔ ہذا ہوا الصواب۔

رہ گئی مبدأ وحی کی بات تو وہ دوسری جگہوں سے ثابت ہے حضرت صدر العلماء باب اللغتہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ (الاعمال) عمل کے معنی کار کی جمع ہے۔ اعمال اور افعال ہم معنی ہیں مگر استعمال میں افعال سے عندالاطلاق افعال جوارح متبادر ہوتے ہیں۔ بخلاف اعمال کہ وہ فعل جوارح اور فعل لسان اور فعل قلب سب کو شامل ہے اسی واسطے انما الاعمال فرمایا گیا۔

(۳) شاہ صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ انما الافعال بالنیات نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ عمل و فعل کے درمیان علی الترتیب ساختن و کردن کا فرق ہے۔ یعنی عمل طول وانتہاء امر کو کہتے ہیں۔ بخلاف فعل کے۔ اسی لئے واعملوا صالحًا اور اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِفْعَلُوْا وَفَعَلُوا رَدَلَالَۃً عَلَی الدَّوَامِ وَالا ستمرارِ) نہیں کہا گیا۔

اقول۔ یہ فرق بالکل باطل ہے۔

(الف) اس لئے کہ بخلاف فعل کے اگر یہ مطلب ہے کہ وہ طول وانتہاء امر (لا۔ تمادی ولا بطول) کو نہیں پہونچتا ہے تو علم لغت سے ان کی ناواقفیت اور کوتاہ نظری کی دلیل ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ خود قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے وافعلو الخیر جلالین شریف میں ہے (الخیر) کصلتہ الرحم و مکارم الاخلاف۔ ولصاوی علی الجلالین میں ھے اسی

وغیر ممامن الخیراتِ الوَاجِبَۃِ والمَنْدُوبَۃِ۔
تو لفظ خیر میں تمام خیرات داخل ہیں جن میں سے بہت سی متادی ہیں۔اس طرح قرآن حکیم میں فعل کا استعمال فیما یتماری و یطول کے لئے بھی ہے۔
تو عمل و فعل کے درمیان مذکورہ بالا تفریق غلط ثابت ہوئی۔
(ب) اور اگر یہ مطلب ہے کہ فعل کا استعمال عام ہے۔ فیما یتمادی و فیما لا یتمادی ہر ایک کے لئے ہے۔ اگر چہ سیاق کلام اس کی اجازت نہ دے۔ تو قرآن حکیم کی روشنی میں یہ بھی درست نہیں۔ ارشاد باری ہے۔ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ دوسری جگہ ہے اِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ پہلی آیت سے علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ جمیع افعال عباد کا خالق صرف خدا ہے۔ تو واضح ہے کہ افعال غیر متمادیہ بھی اس میں داخل ہیں دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ احاطہ علم خداوندی افعال متمادیہ اور غیر متمادیہ ہر ایک کو شامل ہے۔
حدیث میں افعال کے بجائے اعمال اختیار کرنے کی صحیح وجہ یہ ہے کہ مطلقاً افعال بولنے سے افعال جوارح مراد ہوتے ہیں اور اعمال قلب و جوارح دونوں کے افعال کو شامل ہے۔ فعل جوارح پر عمل کے اطلاق کو ہر ایک تسلیم کرتا ہے اور فعل قلب پر اس کے اطلاق کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا خدا اور اس کے رسول پر ایمان لانا، پھر پوچھا گیا اس کے بعد کیا ہے ارشاد فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا پھر سوال ہوا اس کے بعد تو آپ نے جواب دیا حج مبرور۔ سائل نے ای العمل افضل کہہ کر سوال کیا اس کے بعد افعال قلب اور پھر افعال جوارح دونوں ذکر کئے گئے۔
(۴) النیات کے جو معنی و مفہوم فیض الباری میں بیان کئے گئے ہیں تین وجوہ سے محققانہ طور پر ان کی تغلیط کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ جناب والا کو اشاعرہ، معتزلہ، فقہاء ان تینوں جماعتوں کے اقوال کی خبر نہیں اور بڑی بے شرمی سے وہ باتیں بھی لکھ ڈالیں کہ جن سے خدا کی شان میں بے ادبی اور گستاخی پیدا ہوتی ہے۔ بحث طویل ہے اس لئے اسے یہاں نقل نہیں کیا گیا۔ حقیقت حال کا صحیح اندازہ بشر القاری دیکھنے کے بعد ہی ہوگا۔
بالنیات احناف کے نزدیک اس کا تعلق افعال عموم سے کوئی فعل یا شبہ فعل ہے۔ مثلاً حاصلۃ اور شوافع کے نزدیک خاص یعنی صحیحۃ بمعنی معتبرہ عند الشرع ہے۔
(۵) صاحب فیض الباری نے کہا چوں کہ متعلقات ظروف افعال عامہ ہی ہوتے ہیں اور صحتہ انہیں میں سے ہے لہٰذا یہاں پر صحتہ کو مقدر مان کر معنی یہ لیا جائے گا صحت الاعمال بالنیات اس قول کا انتساب شوافع کی طرف کیا گیا۔
اقول: اس صحتہ کا افعال عامہ سے ہونا بدیہی البطلان ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ فعل عام جمیع افعال کو شامل نہیں ہوتا۔ اس صحتہ کا یہ مطلب بھی نہیں۔ شوافع رحمہم اللہ اس کا معنی کَوْنُ الفعل مُعتبراً عِنْدَ الشرع لیتے ہیں اس معنی میں اسے اعمال عامہ میں

قطعاً شمار بھی نہیں کرسکتے میرا خیال ہے کہ ایسی باطل بات اختراء شوافع کی طرف منسوب کردی گئی۔ (صدر العلماء)

(٦) مانوی سے مراد غایت وثمرہ ہے یا عین نیت ولا ظھر عِندِیْ ھُوَ الثَّانِی اس لئے ہر شخص آخرت میں دنیا کی عین نیت اور عین عمل پائے گا اسی نکتہ کے سبب جزا بھی عین الفاظ شرط ہی میں ہے۔ ارشاد باری ہے ولا یظلم ربك احدا۔ اور دوجدوا ما عملوا حاضر یہ دونوں اس پر دال ہیں۔ فَھٰذِہٖ حَقِیْقَۃٌ غَفَلَ عَنْھَا النَّاسِ وَفَھِمُوْا انَّ فی الدنیا اَعْمَالاً وفی الاٰخرۃ ثَمَرَاتُھَا ثُمَّ اشکلَ عَلَیْھِمْ مسئلۃُ التقْدِیر وَقَالُوْا اِنَّ الاَعْمَالَ لماکَانَ مِنْ اِقْرَارِہٖ وتَقْدِیْرِہٖ فتراتُّب الجزاءِ عَلَیْھا غیر ظاھر۔ فیض الباری

اقول: حدیث میں مانوی سے مراد ثواب نیت ہے۔ اتحادِ شرط وجاء کے سلسلے میں انہوں نے جو نکتے بیان کئے ان سے ان کے فسادِ ذوق کا اندازہ ہوتا ہے چند وجوہ سماعت فرمایئے۔

اولاً: انہوں نے آخرت میں عین اعمال پائے جانے کا استدلال اس آیت کریمہ سے کیا ہے۔ وَوَجَدُوْا مَاعَمِلُوْا حَاضِرًا۔ معلوم ہوتا ہے کبھی کتبِ تفاسیر دیکھنے کی نوبت ہی نہیں آئی یا دیکھتے ہیں مگر سمجھتے نہیں یا سمجھ کر بھی ناسمجھ بنتے ہیں۔

وجود اعمال سے مراد مکتوبہ فی صحفہم یا تقدیر مضاف کے ساتھ جزاء اعمال کا پانا ہے۔ تفسیر بیضاوی میں ہے وَوَجَدُوْا ماعَمِلُوْا حَاضِراً مَکْتُوْباً فی الصُّحُفِ وَلَایَظْلِمُ رَبُّكَ احداً فَیَکْتُبَ عَلَیْہِ مَالَم یَفْعَلْ اَوْیَزِیْدَ فِیعِقَابِہٖ الْمُلَائِم لِعَمَلِہٖ۔

تفسیر ابی السعود میں ہے۔ وَوَجَدُوھَامَاعَمِلُوافی الدنیا من السَّیِّئَاتِ اَوْجَزَاءَ مَاعَمِلُوْا حاضراً مسطُوراً مَّبِیْداً۔ وَلَایَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَداً فَیَکْتُبَ مَالَمْ یَعْمَلْ مِنَ السَّیِّئَاتِ اَوْیزیدق فی مِقَابِہِ الْمُسْتَحِقِّ الخ آنجناب نے جو تفسیر جدید فرمائی ہے اس کا سراغ کسی تفسیر قدیم میں نہیں ملتا۔

ثانیاً: اگر ان کی بات مان بھی لی جائے تو بھی اس سے عین ہجرت الی اللہ والرسول کا استدلال غلط ہوگا۔ اس لئے کہ بما عملوا سے مراد سیئات ہیں۔ کیوں کہ یہ آیت مجرمین کے حق میں نازل ہوئی ہے تو اس سے عین ہجرت الی الدنیا کا استدلال پورا نہیں ہوسکے گا۔ وَلَمَّا کَانَ المرادُ بِمَا عَمِلُوْا السیئات فلا یَتِمُّ الاستدلال بِھٰذِہٖ الاٰیۃِ عَلیٰ وِجْدَانِ عَیْنِ الھِجْرَۃ اِلیٰ دُنْیَا ایضاً اِنَّھَا لَیْسَتْ بِمَعْصِیَۃٍ مُّطْلَقًا کما فی الفتح۔

ثالثاً: کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخرت میں عین اعمال کے پائے جانے کا کیا معنیٰ ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے فرائض سرانجام دیں گے۔ کیا کسی بھی صاحب علم نے یہ معنیٰ مراد لیا ہے۔ یا ان کی مراد یہ ہے کہ اعمال خیر وشر مختلف اچھی بری شکلوں میں ظاہر ہوں گے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے تو چوں کہ اعمال اعراض ہیں جواہر نہیں کہ قیامت تک رہ سکیں بلکہ وہ اس روز آن واحد میں ظاہر ہوں گے اور فنا بھی ہوجائیں گے۔ یہ بقاء بالامثال ہوگی۔ یہی متکلمین کا مسلک ہے۔ اس صورت میں بھی معنیٰ عینیت اعمال کہاں باقی رہ جائے گا جس کے لئے اپنی ساری صلاحیت صرف کرکے ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔

رابعاً علماء نے تو یہی سمجھا ہے کہ دنیا میں اعمال اور آخرت میں اس کے ثمرات ہوں گے قال تعالیٰ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً م بِمَا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ وقال تعالیٰ اِنَّهُمْ رِجْسٌ وَّمَاْوَاهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ۔ وقال عليه الصلوٰة والسلام الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الاٰخِرَةِ۔

وَلَمْ يُشْكِلْ عَلَيْهِمْ مَسْئَلَةُ التَقْدِيرِ فَاِنَّ الْاَعْمَالَ وَاِنْ كانتِ من تقديره تعالىٰ لكن لِفِعْلِ العَبْدِ دَخل مَّافِيهَا ولِهٰذا يَتَرَتَّبُ عَلَيْهَا الجَزَاءُ فِي العُقْبىٰ فَنِسْبَةُ الاشكَالِ والقَوْلِ بِعَدمِ ظُهُورِ تَرَتُّبِ الجَزَاءِ اِلَى الكَمَلَةِ فِرْيَةٌ بِلَامِرْيَةٍ۔

خامساً: اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اعمال تقدیر الٰہی سے ہی ہوئے ہیں فعل عبد کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا تو بھی آخرت میں اس کی جزاء ملنا ظاہر ہے اس میں کوئی اشکال نہیں (صدر العلماء)

انما الاعمال بالنیات میں قصر قلب ہے (فیض الباری)

اقول: علم معانی سے جس کا ادنیٰ تعلق بھی ہے وہ جانتا ہے کہ قصر قلب کا مخاطب دو حکم کا اعتقاد رکھتا ہے۔ ایک ایجابی دوسرے سلبی مثلاً اس کا اعتقاد یہ ہے کہ زید قاعد ولیس بقائم۔ اب متکلم قلب حکم کر کے کہے گا انما زید قائم والشاعر عمرو ولیس بزید تو متکلم یہاں بھی قلب حکم کرتے ہوئے کہے گا انما الشاعر زید ولیس بعمرو یہ قصر صفت علی الموصوف ہے۔

دوسری صورت یہ بھی جائز ہے کہ قصر قلب کا مخاطب ایسا شخص ہو کہ وہ اس کے لئے ثبوت حکم سمجھے جس سے نفی ہو اور اس کا اثبات دوسرے کے لئے کرے اور متکلم وہ حکم کسی دوسرے کے لئے ثابت کرے اور جس سے اس نے ثابت کیا ہے اس سے نفی کرے۔

مثلاً مخاطب سمجھے کہ ان زید اشاعر ہو سکتا ہے کہ وہ کاتب ہو تو اب متکلم قلب حکم کرتے ہوئے کہے گا کہ انما زید کاتب یعنی زید کاتب ولیس بشاعر کذا فی الاطول۔

اس صورت میں مخاطب نے دو ایجابی حکم کا اعتقاد کیا۔ ایک فعلی دوسرا جوازی متکلم نے جوازی کا اثبات اور فعلی کی نفی کی۔ واضح ہوا کہ قصر قلب کے مخاطب کے لئے دو حکم کا اعتقاد ضروری ہے۔

اب آپ اچھی طرح سمجھ سکیں گے کہ فیض الباری میں ایک نقص اور دو خرابیاں ہیں۔

اَمَّا التَّصُورُ فَهُوَ اَنَّهُ ذَكَرَ اَحَدَ الْحُكْمَيْنِ فِي قوله عرة الاعدال ونمائها مالنيّةِ الفَاسِدَةِ اوانَّ الاَعْمَالَ لَاتَاْثِيْرَ فِيْهَا بالنياتِ تُخَيِّرًا لِلنَّاظِرِ بينهُمَا بِاَنَّهُ اَيُّهُمَا اختَارَ اَصَابَ وَتَرَكَ الاخر۔

اما الوجه الاول من الفساد اگر یہ مراد ہے کہ ان نماء الاعمال بالنية الفاسدة تو حکم متروک سلبی ہے یا ایجابی جوازی اور اگر یہ مراد ہے کہ ان الاعمال لاتاثیر فیها للنیات تو حکم متروک ایجابی ہی ہوگا۔

ان دونوں صورتوں میں پہلی شق میں اگر یہ مراد ہے کہ مخاطب کا اعتقاد ہے کہ نماء اعمال نیت فاسدہ سے ہوتا ہے نیت صحیحہ سے

نہیں یا یہ کہ نیت فاسدہ سے تو ہوتا ہی ہے نیت صحیحہ سے بھی ہونا جائز ہے تو اس کا بطلان اظہر من الشمس ہے۔

اور یہ ممکن بھی کیسے ہے جبکہ انما الاعمال بالنیات کا مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں یہ تو کچھ بھی عقل رکھنے والے شخص سے تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اس کا اعتقاد رکھے کہ حصول نماء نیت فاسدہ سے ہوتا ہے اور نیت صحیحہ سے نہیں ہوتا ہے یا اس سے صرف جائز ہے ان کا ایمان ایسی باتیں کیسے گوارا کرتا ہے سلامتی عقل تو یہ بتاتی ہے کہ نیت فاسدہ کے ذریعہ حصول نماء اعمال کا جب اعتقاد رکھے تو نیت صحیحہ کے ذریعہ اس کا اعتقاد بدرجۂ اولیٰ ہوگا۔ نہ کہ اس کے نہ ہونے یا صرف جائز ہونے کا اعتقاد رکھے۔

اس شق اول پر جو میں نے کلام کیا ہے اس کی تائید ان کی اس عبارت سے ہوتی ہے وَالَّذِی اُرَاهُ هُرَانَّ الحَدِیْثَ لَمْ یردفی وجُوْدِ النِّیَّةِ وَعَدَمِهَا کَمَا یَشْعُرُبِهٖ تَفَارِیْعُهُمْ وَاِنَّمَاوَرَدَفِیْ بَیَانِ الفرقِ بین النِّیَّةِ الفَاسِدَةِ الصحِیْحَةِ۔

دوسری شق میں ان الاعمال لا تاثیر فیها للنیات اگر ایسا معنیٰ عام مراد ہے جو نیت فاسدہ اور صحیحہ دونوں کو شامل ہے تو حکم متروک کیا ہے اس کا جاننا ضروری ہے تاکہ اس کی صحت وفساد کا علم ہو سکے لیکن ان کا مذکورہ بالا قول اس احتمال کی نفی کرتا ہے۔

اور اگر اس سے نیات صحیحہ مراد ہے تو حکم متروک الاعمال فِیهَاتَاثِیْرٌ للنیاتِ الفَاسِدَةِ ہوگا۔ اس صورت میں دونوں شقوں کا مفاد ایک ہی ہو جائے گا صرف ان کی عبارت میں فرق رہ جائے گا۔

اب پہلی شق پر جو اعتراضات وارد ہیں وہی اس پر بھی ہوں گے تقدیر لفظ عبرت اور نماء پر انشاء اللہ باب الاحکام میں کلام کیا جائے گا۔ اما الوجه الثانی من الفساد: ان کا یہ قول کے کم نظری اور سطحیت پر مبنی ہے اس لئے کہ شیخ عبدالقاہر نے کلمۂ انما کے بارے میں کہا کہ تستعمل تقصر القلب دون الافراد تو شیخ نے صرف قصر افراد کے لئے اس کے استعمال سے نفی کی ہے۔ قصر تعین کی کہاں نفی ہے جیسا کہ فیض الباری میں کہا گیا ہے نَجِیُ بِاِنَّمَاعَلیٰ طَرِیْقِ قَصْرِ القَلْب کَمَاقَالَ عَبْدُ القَاهِرفی انما یہ ضلالت وکم سوادی ائمہ کرام کی شان میں کورادبی کی سزا ہے۔

انما الاعمال بالنیات سے متعلق ایک مستقل تحقیقی رسالہ ”الفیض الاشرفی فی الحدیث الفاروقی“ (بزبان عربی) بشیر القاری میں تحریر کیا گیا ہے مزید تفصیلات کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیے۔

وواضح ہو کہ یہ ساری بحث بخاری شریف جلد اول کے پہلے صفحہ کی پہلی حدیث سے متعلق ہے جو بشیر القاری مؤلفہ صدر العلماء میرٹھی میں ہے۔ بخوف طوالت کئی باتیں چھوڑ دی گئی ہیں۔

اب شاید اس نقطہ کی طرف دوبارہ توجہ دلانے کی ضرورت نہ پڑے کہ شیخ الحدیث دارالعلوم انور شاہ کشمیری جو اپنی جماعت کے سب سے بڑے محدث مانے گئے ہیں ان کا یہ حشر ہے کہ ایک حدیث کے سمجھنے میں نحو۔ لغت، معانی وغیرہ کی اتنی غلطیاں فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی ان کے مایہ ناز شاگرد جو اپنی جگہ خود ایک بہت بڑے محدث کا درجہ رکھتے ہیں وہ بھی بڑے فخر سے ان اغلاط کو بے سمجھے بوجھے نقل فرما رہے ہیں اور پوری جماعت اس پر تحسین وآفرین کہہ رہی ہے۔

یہ فاضلانہ وناقدانہ تحریر امام احمد رضا فاضل بریلوی کی نہیں نہ ان کے کسی شاگرد کی ہے بلکہ ان کے ایک دریوزہ گر حضرت مولانا امجد علی کے کفش بردار حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی کے جنہوں نے صرف ایک حدیث میں دیوبندی جماعت کے امام المحدثین کی حدیث دانی کی تمام گرہیں کھول دیں۔

لیکن اس کے باوجود حقیقت وواقعیت کا گلا گھونٹ کر ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والے ''نفوس قدسیہ'' بالخصوص (شیخ الاسلام حضرت مولانا) حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیت علماء ہند کا یہ حقیقت سوز بیان زحمت نہ ہو تو ایک بار پھر پڑھ لیں۔

''میں نے ہندوستان، حجاز، عراق، شام وغیرہ کے علماء وفضلاء سے ملاقات کی اور مسائل علمیہ میں ان سے گفتگو کی لیکن تبحر علمی، وسعت معلومات، جامعیت اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحب کا کوئی نظیر نہیں پایا۔''

اور ممتاز دیوبندی محدث احمد رضا بجنوری یوں رطب اللسان ہیں۔

''جب متون حدیث پر کلام فرماتے تو یہ معلوم ہوتا کہ امام طحاوی امام بخاری ومسلم بول رہے ہیں فقہ الحدیث پر بولتے تو امام محمد بن الحسن الشیبانی معلوم ہوتے حدیث کی بلاغت پر گویا ہوتے تو تفتازانی، جرجانی کا خیال گزرتا، اسرار شریعت بیان کرتے تو ابن عربی وشعرانی کا گمان ہوتا تھا۔''

لیکن صدر العلماء مولانا میرٹھی کے سامنے موصوف کس درجہ کے محدث معلوم ہوتے ہیں آپ خود اپنے ضمیر سے اس کا جواب طلب فرمائیں۔

نمائندہ اہلحدیث! جناب نذیر حسین دہلوی:

جناب نذیر حسین صاحب دہلوی کی درسگاہ اپنے وقت میں علم حدیث کے ہزاروں طالبین کا مرجع ومرکز سمجھی جاتی تھی اور اکناف ہند سے اس کی شہرت سن کر لوگ حصول علم حدیث اور سند حدیث کے لئے جمع ہوا کرتے تھے اسی لئے ان کے بیشمار تلامذہ ہند وبیرون ہند میں پھیلے ہوئے انہیں مشہور ومعروف شخصیت بنانے فیضہ انجام دیتے رہے۔ ان کے مخصوص شاگردوں کی فہرست بھی کافی طویل ہے۔

ان میں سے چند شہرت یافتہ تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

محمد ابراہیم آروی، قاضی احتشام الدین مرادآبادی، محمد اسحٰق دہلوی، امیر احمد سہسوانی، امیر علی لکھنوی، حیدر حسن ٹونکی، عبدالرحمٰن مبارکپوری، عبداللہ غازی پوری، عبدالسنان وزیرآبادی، محمد سعید بنارسی، محمد بن ہاشم سورتی محمد بشیر سہسوانی، فقیر اللہ پنجابی، محمد حسین بٹالوی، تصیر الحق عظیم آبادی، وحید الزماں حیدرآبادی، عبداللہ غزنوی، امیر حسن سہسوانی، مصطفیٰ بن یوسف ٹونکی امیر علی ملیح آبادی، غلام رسول قلعوی، شمس الحق دیانوی، عبداللہ سندی مغربی، محمد بن ناصر نجدی، سعید بن حمد بن عتیق نجدی وغیرہم۔

اس گروہ محدثین کا ہر فرد علمائے اہلحدیث کے نزدیک اپنی جگہ پر چندے آفتاب و چندے ماہتاب ہے ان سب کے استاذ و مربی نذیر حسین تھے۔

اب آپ اندازہ کیجئے کہ اتنے ''اکابر'' اور ''گروہ محدثین'' نے جس کے سامنے زانوئے ادب تہہ کیا ہو۔ وہ اپنے علم وفن میں کتنا متبحر بالخصوص اپنے عہد کا کتنا عظیم محدث ہوگا۔

مشہور غیر مقلد محدث عبدالرحمٰن مبارکپوری م ۱۳۵۳ھ نے لکھا ہے۔

''حضرت شاہ اسحٰق صاحب نے ہجرت فرمائی تو اپنا جانشین فرد زماں قطب اواں شیخ العرب والعجم مولانا نذیر حسین کو بنادیا۔[1]

ملاحظہ فرمایئے کس بے دردی کے ساتھ فرد زماں قطب اواں اور شیخ العرب والعجم کا بیجا استعمال کیا گیا ہے حالانکہ یہ وہی قطب صاحب نہیں جنہوں نے انگریزوں کی خوشنودی کی سند اور شمس العلماء کا خطاب حاصل کیا۔

بہر حال! صاحب نزہتہ الخواطر بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں مولانا نذیر حسین درسگاہ علم حدیث کے سب سے آخری صدر نشین ہیں۔

اوران کی خاتمیت پر انہوں نے اپنے اس فیصلہ ناطق سے مہر لگائی ہے اِنْتَهَتْ اِلَيْهِ رِيَاسة الحديث فى بِلَادِ الْهِنْدِ [2]

اب ظاہر ہے کہ جو اتنے استادوں کا استاد، اتنا زبردست محدث بلکہ خاتم المحدثین ہو اور وہ بھی غیر مقلد اپنے دور کے محدثین وفقہاء تو ایک طرف وہ بڑے بڑے ائمہ حدیث وفقہ کو بھی کیوں خاطر میں لائے اور اس کا دماغ بھلا اوج ثریا سے نیچے کیوں اترے؟

طبیعت نے جوش مارا تو ادراک وشعور اور حزم واحتیاط کی ساری سرحدوں کو چھلانگتے ہوئے یہاں تک پہونچے کہ رفع الالتباس عن بعض الناس ص ۳۱ وص ۳۲ میں کچھ اس طرح اپنا جبروتی حکم اور قاہرانہ فیصلہ سناڈالا۔

''تو اس افراط کی وجہ امام (ابوحنیفہ) صاحب کا افراط فی القیاس والعمل بالراضی ہے۔'' ایک غضب مزید یہ ڈھاتے ہیں کہ ''امام شافعی نے بھی انہیں کی طرح قیاس واصول سے بہت کام لیا ہے۔''

کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ان دونوں حضرات نے دیدہ و دانستہ کتاب وسنت سے اغماض برتا ہے یا یہ کہ ان کی نظر ان دونوں مصادر شریعت پر گہری نہ تھی۔ اس لئے قیاست ورائے سے انہوں نے استنباط مسائل میں ضرورت سے زیادہ کام لیا اور ان دونوں کو معاذ اللہ پس پشت ڈال دیا۔

انہیں بنیادی طور پر انہوں نے اپنے اجتہادات کی عمارتیں کھڑی کیں اور حسب استعداد نئے نئے شگوفے چھوڑتے رہے۔

اس طرح کی صلاحیت کا صحیح قدردان تو انگریز ہی تھا اس نے دیکھا کہ میاں جی تو اپنے کام کے آدمی ہیں انہیں خوش کرنا چاہئے تاکہ یہ اپنے فرائض کو اور دلچسپی کے ساتھ ادا کریں اور کسی طرح کی انہیں کوئی ذہنی اور مالی الجھن نہ ہو۔ خیر نتیجہ یہ نکلا کہ

[1] فصل سابع مقدمہ تحفتہ الاحوذی [2] ۴۹۸۔ نزہتہ الخواطر ج ۸

بقول احمد رضا بجنوری فاضل دیوبند میاں نذیر حسین نے انگریزوں سے خونودی کا سرٹیفکیٹ انعام اور شمس العلماء کا خطاب حاصل کیا۔[1]

میاں جی کی معرکۃ الآ راء کتاب معیار الحق ہے جس میں انہوں نے خوب خوب اپنی حدیث دانی کے جوہر دکھائے ہیں اور عمل بالحدیث کے خزانے لٹائے ہیں۔

چوں کہ احادیث صحاح اور بخاری و مسلم کی سینکڑوں حدیثیں اوران کے رجال ان کی نظر میں مردود و نامقبول ٹھہرے اور احناف کی طرف سے اس کی ''بالجبر'' مخالفت کی گئی اور نوبت ''رفع یدین'' تک پہونچی۔

حضرت علامہ مولانا مفتی ارشاد حسین رام پوری م ۱۳۱۱ھ نے انتصار الحق کے نام سے اس کا محققانہ جواب دیا اور اس کے ادعائے باطل کی دھجیاں بکھیر دیں۔

لیکن الحمدللہ حضرت فاضل بریلوی کے تعقبات اور افاضات بازو چیزے دیگر ہیں جنہیں دیکھ کر ہر مصنف حق پسند بے ساختہ پکار اٹھے گا ع

کم ترك الاول بلاخر

عرفہ ومزدلفہ کے سوا سفر وحضرت میں دونمازیں قصداً ایک وقت نماز میں جمع کرنا کسی طرح جائز نہیں حاجز البحرین جس کے کچھ اقتباسات آپ گزشتہ اوراق میں مطالعہ فرما چکے ہیں۔ فاضل بریلوی نے اپنی اس کتاب میں معیار الحق میں ذکر شدہ اسی موضوع کی ان کی تحقیق ناحق کا جواب دیتے ہوئے جو کچھ تحریر فرمایا اسے پڑھ کر بالکل ایسا محسوس ہوگا کہ ایک فضل مکتب کسی ماہر استاذ کے سامنے سرخمیدہ ہو اور اسے اپنی علمی غلطیاں اس کثرت سے نظر آ رہی ہوں کہ شرم وندامت سے عرق عرق ہو۔ استاذ سے نہ بات کرنے کی مجال ہو اور نہ ہی آنکھیں چار کرنے کی تاب لکھتے ہیں۔

اس کے سوا نفس مسئلہ میں بھی ملاجی (نذیر حسین دہلوی) نے اپنے موافق کہیں چودہ، کہیں پندرہ صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا اور خود ہی اسے بگاڑ کر کمی کی طرف پلٹے اور چار سے زیادہ ظاہر نہ کر سکے ان میں بھی عندالانصاف اگر کچھ لگتی ہوئی بات ہے تو صرف ایک ہے میں بعونہ تعالیٰ اپنے موافق روایات تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لاؤں گا۔ ملاجی صرف چار حدیثیں پیش خولیش اپنے مفید دکھا سکے۔ جن میں حقیقۃ کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو ان کی طرف نام بھی نہیں۔

میں بحول اللہ تعالیٰ کئی آیتیں اور ان سے دس گی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا میں یہ بھی روشن کردوں گا کہ حنفیہ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی پوچ ولچر بے بنیاد ہوتی ہے۔ میں یہ بھی بتادوں گا کہ ان صحابیوں کے عمل بالحدیث کی حقیقت اتنی ہے۔ میں یہ بھی دکھادوں گا کہ ملاجی صاحب جو آج کل مجتہد العصر اور تمام طائفہ کے استاد مانے گئے ہیں۔ ان کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گرے درجہ کی ہے۔[2]

---

[1] ملخص ۱۲۲۸ انوار الباری دوم۔ [2] مقتبس ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ حاجز البحرین۔

كُلُّ ذَالِكَ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْقَرِيْبِ الْمُجِيْبِ وَمَاتَوْفِيْقِى اِلَّابِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَكَلَّتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ[2]

اس کے بعد پھر اپنی تحقیق کے انمول موتی پیش کئے اور بتوفیق ایزدی اپنے دعویٰ کے مطابق میاں جی نذیر حسین صاحب سے دس گنی زیادہ احادیث پیش کیں جس سے ظاہر و واضح اور ثابت ہوا کہ حدث پر حضرت فاضل بریلوی کی نظر ان سے کہیں زیادہ تھی اور قرآن حکیم کی آیات مبارکہ سے بھی مسلک حنفیت ہی کا حق وصواب ہونا اظہر من الشمس ہوگیا۔ جس کی تفصیل کے لئے حاجز البحرین کی طرف رجوع کیا جائے۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔ اقول وباللہ التوفیق۔ ملاجی نے تو جھوٹ ہی کہہ دیا تھا کہ احادیث جمع چودہ صحابیوں سے مروی ہیں۔ جنہیں خود بھی نہ گنا سکے بلکہ صراحۃً تسلیم کر گئے کہ ان میں اکثر کی روایات ان کے لئے مفید نہیں صرف چار مفید سمجھیں جن کا حال بتوفیقہ تعالیٰ واضح ہوگیا کہ اصلاً انہیں مفید نہ تھیں۔

اب فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے کہ اس بحث میں ہمارے مفید حدیثیں جو اس وقت نظر میں جلوہ فرما ہیں۔
چالیس سے زائد ہیں کہ تیئیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہوئیں (۱) عمر فارق (۲) علی مرتضیٰ (۳) سعد بن ابی وقاص (۴) عبداللہ بن مسعود (۵) عبداللہ بن عباس (۶) عبداللہ بن عمر (۷) عبداللہ بن عمرو (۸) جابر بن عبداللہ (۹) ابوذر غفاری (۱۰) ابوقتادہ انصاری (۱۱) ابودرداء (۱) ابوسعید خدری (۱۳) ابومسعود بدری (۱۴) بشیر بن عقبہ بن عمرومدنی (۱۵) ابوموسیٰ اشعری (۱۶) بریدہ اسلمی (۱۷) عبادہ بن صامت (۱۸) کعب بن عجرہ (۱۹) فضالہ زہرانی (۲۰) حنظلہ بن الربیع (۲۱) انس بن مالک (۲۲) ابوہریرہ (۲۳) ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالیٰ علی بعلہا وابیہا وعلیہا وعلیہم اجمعین و بارک وسلم۔

ان میں سات حدیثیں اور مولیٰ المسلمین ومحبوبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی روایتیں تو جمع صوری میں گزریں۔
باقی اکیس صحابہ سے چھبیس حدیثیں بتوفیقہ تعالیٰ یہاں سنیئے مقدمی کی طرح اگر مجملات کو بھی شامل کر لیجئے اور واقعی ہمیں اس کا استحقاق بروجہ حق وصحیح حاصل۔ تو معاذ بن جبل واسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملا کر عدد صحابہ پچیس اور احادیث مجلّہ شامل کر کے شمارۂ احادیث پچاس سے زائد ہوگا الخ[1]

نقد رجال اور تحقیق احادیث کا حال بھی ملاحظہ فرماتے چلیں ایک راوی کو ضعیف بنا کر میاں صاحب نے حدیث صحیح کو ضعیف قرار دیا۔ فاضل بریلوی اس پر گرفت فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں[2]

(۱) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جلیل وعظیم کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داؤد کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔
اقوال اولاً۔ یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری وصحیح مسلم کے رجال سے ہیں۔
ثانیاً۔ امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ۔ امام احمد نے حسن الحدیث، امام نسائی نے لاباس بہ کہا۔ امام احمد نے اس

---
[1] ۳۷۵۔۳۷۶ ایضاً۔ [2] نمبر شمار اس تلخیص کا ہے، اختر

سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اس کے حق میں ذکر نہ کی۔
ثالثاً۔ یہ بکف چراغی قابل تماشہ ہے کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع بایں سالخوردی ودعوے محدثی۔ آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات سلف واصطلاح محدثین میں تشیع اور رفض میں کتنا فرق ہے
(کمافی المیزان فی ترجمۃ الحاکم)
زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذلھم اللہ تعالیٰ جمیعا بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں۔
خود ملاجی کے خیال میں پانی ملائی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لئے متشیع کو رافضی بنایا۔ حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا۔ بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علماء اہلسنت کا بھی تھا۔ اسی بناء پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعہ کہا گیا۔ بلکہ کبھی محض غلبۂ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔ امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا وبس الخ۔
رابعاً۔ ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعی کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی۔ کیا بخاری و مسلم سے بھی ہاتھ دھونا ہے؟ ان کے رواۃ میں تیس سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدماء پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا الخ
خامساً۔ اس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتین دو ثقات عدول ابن جابر و عبداللہ بن العلا سے ابوداؤد نے ذکر کر دیں اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدار کب رہا اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا ملاجی نے نقل میں عارف اڑا دیا کہ جو کلمۂ مدح کم ہو وہی صحیح[1]
۲۔ امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ ''وہ غریب الحدیث ہے۔ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف......'' قال الحافظ فی التقریب۔
اقول اولاً۔ ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بکر رجال صحیح بخاری سے ہیں۔ صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے تو اب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔
ثانیاً۔ اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے۔
ثالثاً۔ محدث جی تقریب میں ثقہ یغرب ہے کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں غریب الحدیث مین کتنا فرق ہے۔
رابعاً۔ اعراب کی یہ تفسیر کہ ''ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف''۔

---

[1] ۲۹۶ تا ۲۹۸ ایضاً۔

محدث جی غریب و منکر کا فرق کسی طالبعلم سے پڑھو۔

خامساً۔ باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اغراب باعث رد ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیتے یہ اپنی مبلغ علم، تقریب ہی دیکھئے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں۔

سادساً۔ ذرا میزان تو دیکھئے کہ اَمَّا بِشْرُ بنُ بَکْرِ التنیسی فَصَدُوْقٌ ثِقَةٌ لَا طَعْنَ فِیْهِ۔ ایسی ہی اندھیری ڈال کر جاہلوں کو بہکایا کرتی ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں۔ ع

شرم بادت از خدا و رسول!

(۳) حدیث صحیح نسائی وطحاوی وعیسیٰ بن ابان بطریق طاف عن نافع کو عطاف سے معلوم کیا کہ وہ وہمی ہے کہا تقریب میں صدوق یہم۔

اقول اولاً۔ عطاف کو امام احمد و امام ابن معین نے ثقہ کہا وکفی بہما قدوۃ میزان میں ان کی نسبت کوئی جرح مفسر منقول نہیں۔

ثانیاً۔ کسی سے پڑھو کہ وہمی اور صدوق یہم میں کتنا فرق ہے۔

ثالثاً۔ صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی تقریب ملاحظہ ہو کہ آپ کے وہم کے ایسے وہمی ان میں کس قدر ہیں۔

رابعاً۔ بالفرض یہ سب رواۃ مطعون ہی صحیح مگر جب بالیقین ان میں کوئی بھی درجہ سقوط میں نہیں تو تعدد طرق سے پھر حدیث حجت تامہ ہے۔[۱]

انکار جمع صوری کی دھن میں میاں جی نے احادیث صحیحہ کی تصنیف کی جو دوڑ لگائی ہے اس کے تعاقب میں صرف افادۂ اولیٰ کے اندر حضرت فاضل بریلوی نے دس لطائف شمار کرائے اور پھر مذکورہ بالا طریقوں سے متعدد شقیں قائم فرما کر ہر طرح سے ان کا ردو ابطال کیا۔ دسویں لطیفے کے آخر میں لکھتے ہیں۔

مسلمانو! دیکھا یہ عمل بالحدیث کا جھوٹا دعویٰ کرنیوالے جب صحیح حدیثوں کے رد کرنے پر آتے ہیں تو ایسی بددیانتیوں، بے غیرتیوں، بے باکیوں، چالاکیوں سے صحیح بخاری کو بھی پس پشت ڈال کر ایک ہانک بولتے ہیں کہ سب واہیات اور مردود ہیں۔''

انا للہ وانا الیہ راجعون[۲]

متابعت ابن جابر جو امام ابوداؤد نے ذکر کی اسے آپ یوں کہہ کر ٹال گئے وہ تعلیق ہے اور تعلیق حجت نہیں۔۔۔اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھئے کہ ابوداؤد نے رواہ ابن جابر عن نافع کہہ کر اسے یوں ہی معلق چھوڑ دیا یا وہیں '' حدثنا ابراہیم بن موسیٰ الرازی نا عیسیٰ عن ابن جابر فرما کر موصول کر دیا۔''[۳]

چند احادیث کا غلط مفہوم پیش کر کے میاں جی نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض اوقات ظہر کو وقت

---

۱ ملخص ۲۹۸۔۲۹۹ ایضاً ۲ ۳۰۱ ایضاً

۳ ۳۰۷ ایضاً۔ ۴ ۲۹۸ ایضاً

عصر تک مؤخر فرما کر جمع کرتے حالانکہ ان احادیث کا صرف یہ مطلب ہے کہ ظہر میں اتنی تاخیر ہوتی کہ اس کی نماز ختم ہوتے ہی عصر کا وقت داخل ہو جاتا۔

بخاری شریف کے باب تاخیر الظہر الی العصر کی تشریح کرتے ہوئے امام عسقلانی شافعی صاحب فتح الباری اور علامہ قسطلانی صاحب ارشاد الساری تحریر فرماتے ہیں باب تاخیر الظہر الی اول وقت العصر بحیث انہ اذا فرغ منہا دخل وقت تالیہا لا انہ یجمع بینہما فی وقت واحد۔

دخول عصر سے قرب عصر مراد ہونے پر حضرت فاضل بریلوی نے صرف آیات واحادیث سے اکیس ۲۱ مثالیں دیں مگر نصوص ان کے علاوہ ہیں اور ایسی بینظیر تحقیق فرمائی کہ میاں جی کی حدیث سے ناواقفیت اور مسلک حنفیت کی حقانیت عیاں اور ظاہر وباہر ہوگئی۔

سات حدیثیں تو اس مفہوم کی پیش کیں کہ اجلہ صحابہ کرام کو شک پیدا ہو جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وقت میں نماز پڑھی یا سحری کھائی کہ خروج کا وقت ہو گیا۔ یہ اشتباہ اصلاً محل تعجب نہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اوقات صلوٰۃ کی ابتدائے حقیقی اور اس کے انتہاء کا جو علم خاص فضل الٰہی سے ملا۔ ویسی تمیز و معرفت کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔

الحاصل یہ کہ علماء وفقہاء کرام نے اس کا مطلب وہی بتایا جو فتح الباری وارشاد الساری سے ہم لکھ آئے ہیں اور جس کی پرزور تحقیق وتائید حضرت فاضل بریلوی نے اپنے اس رسالہ میں فرمائی۔

مسئلہ جمع بین الصلوٰتین کی تحقیق کرتے ہوئے آپ نے جو انمول جواہر صفحہ قرطاس پر بکھیر دیئے ہیں بایں کہن سالی آج تک پیر فلک کو بھی نظر نہ آئے ہوں گے۔ میاں جی کی حدیث دانی کی گرہیں کھولتے ہوئے اجمالاً تحریر فرماتے ہیں۔ واضح ہو کہ یہ ساری گل افشانی صرف ایک مسئلہ میں ہے۔

(۱) حضرت کو ضعیف محض ومتروک میں تمیز نہیں۔ (۲) تشیع ورفض میں فرق نہیں۔ (۳) فلان یغرب وفلان غریب الحدیث میں امتیاز نہیں۔ (۴) غریب ومنکر میں تفرقہ نہیں۔ (۵) فلان یہم کو وہمی کہنا جانیں۔ (۶) لہ اوہام کا یہی مطلب مانیں۔ (۷) حدیث مرسل تو مردود ومخذول اور عنعنہ مدلس ماخوذ ومقبول۔ (۸) ستم جہالت کہ وصل متاخر کو تعلیق بتائیں مثلاً محدث کہے۔ رواہ مالک عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذالک فلان عن فلان عن مالک حضرت اسے معلق ٹھہرائیں اور حدثنا بذالک کو ہضم کر جائیں۔

(۹) صحیح حدیثوں کو نری زبان زوریوں سے مردود ومنکر وواہیات بتائیں۔

(۱۰) حدیث ضعیف جس کے منکر معلول ہونے کی امام بخاری وغیرہ اکابر ائمہ نے تصریح کی۔ حضرت محض بیگانہ تقریروں سے اسے صحیح بنائیں۔

(۱۱) ضعف حدیث کو ضعف رواۃ پر مقصور جانیں۔ ہنگام ثقہ رواۃ علل قوادت کو لاشئی مانیں۔

(۱۲) معرفت رجال میں وہ جوش تمیز کہ امام اجل سلیمٰن اعمش عظیم القدر جلیل الفخر تابعین مشہور ومعروف کو سلیمن بن ارقم ضعیف سمجھیں۔

(۱۳) خالد بن الحارث ثقہ ثبت کو خالد بن مخلد قسطوانی کہیں۔

(۱۴) ولید بن مسلم ثقہ مشہور کو ولید بن قاسم بنالیں۔

(۱۵) مسئلہ تقوی طرق سے نرے غافل۔

(۱۶) راوی مجروح و مرجوح کے فرق بدیہی سے محض جاہل۔

(۱۷) متابع و مدار میں تمیز دوبھر۔صاف صاف متابعت ثقات وہ بھی باقرب وجوہ پیش نظر۔مگر بعض طرق میں بزعم شریف وقوع ضعیف سے حدیث سخیف۔

(۱۸) جابجا طرق جلیلہ موضحۃ المعنی مشہور و متداول کتابوں خود صحیحین و سنن اربعہ میں موجود انہیں تک رسائی محال۔باقی کتب سے جمع طرق و احاطہ الفاظ اور مبانی و معانی کے محققانہ لحاظ کی کیا مجال۔

(۱۹) تصحیح و ضعیف میں قول ائمہ جبھی مقبول کہ خود ان کی تصانیف میں مذکور و منقول ورنہ نقل ثقات مردود و مخذول۔

(۲۰) اجلہ رواۃ بخاری و مسلم بے وجہ وجیہ و دلیل ملزم کوئی مردود و خبیث کوئی متروک الحدیث مثل امام بشر بن بکر تنسی و محمد بن فضیل بن غزوان کوفی و خالد بن مخلد ابو الہشیم بجلی۔

بھلا یہ تو بخاری و مسلم کے خاص خاص رجال بے مساغ و بے مجال پر فقط منہ زوری ہے۔

اس سے بڑھ کر سنیئے کہ حضرت کی حدیث دانی نے صحاح ستہ کے رد و ابطال کو قواعد سبعہ وضع فرمائے کہ جس راوی کو تقریب نے (۱) صدوق رمی بالتشیع۔(۲) یا صدوق متشیع (۳) یا ثقہ یغرب (۴) یا صدوق یخطی (۵) یا صدوق یہم (۶) یا صدوق لہ اوہام لکھا ہو۔

وہ سب ضعیف و مردود الروایۃ و متروک الحدیث ہیں حالانکہ باقی صحاح درکنار خود صحیحین میں ان اقسام کے راوی دو چار نہیں دس بیس نہیں سینکڑوں ہیں۔چھ قاعدے تو یہ ہوئے۔

(۷) جس سند میں کوئی راوی غیر منسوب واقع ہو مثلاً حدثنا خالد عن شعبۃ عن سلیمن اسے برعایت قرب طبقہ و روایات مخرج جو ضعیف راوی اس نام کا ملے رجما بالغیب جزما بالریب اس پر حمل کیجئے اور ضعف حدیث و سقوط روایت کا حکم کر دیجئے۔

مسلمانو! حضرات کے یہ قواعد سبعہ پیش نظر رکھ کر بخاری و مسلم سامنے لائیے اور جو جو حدیثیں ان مخترع محدثات پر رد ہوتی جائیں کاٹتے جائیے اگر دونوں کتابیں آدھی تہائی بھی باقی رہ جائیں تو میرا ذمہ! خدا نہ کرے کہ مقلدین ائمہ کا کوئی متوسط طالبعلم بھی اتنا بوکھلایا ہو۔

معاذ اللہ! جب ایک مسئلہ میں یہ کوتک۔تو تمام کلام کا کمال کہاں تک؟ العظمۃ للہ جب پرانے پرانے چوٹی کے سیانے جنہیں طائفہ پھر اپنی ناک مانے۔اونچے پائے کا مجتہد جانے ان کی یہ لیاقت تو نئی امت کے چھٹ بھیوں کی جماعت کس گنتی میں، کس شمار میں، کس قطار میں۔[1]

---

[1] صفحہ ۱۷ تا صفحہ ۱۹، الفضل الموہبی۔

ایک جگہ ان کی کھلی ہوئی جہالتوں پر متنبہ کرتے ہوئے اس طرح خطاب فرماتے ہیں:

''جی صرف ایک مسئلہ میں اول تا آخراتی خرافات علم حدیث کی کھلی کھلی باتوں سے یہ جاہلانہ مخالفت اگر دیدہ ودانستہ ہیں تو شکایت کیا ہے کہ اخفائے حق وتلبیس باطل وتلبیس عامی واغوائے جاہل طوائف ضالہ کا ہمیشہ داب رہا ہے۔

اور اگر خود حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدارا خدا اور رسول سے حیا کیجئے اپنے دین دھرم پر دیا کیجئے۔

یہ منہ اور اجتہاد کی لیک۔ یہ لیاقت اور مجتہدین پر ہمک، عمر وفا کرے تو آٹھ دس برس کسی ذی علم مقلد کی کفش برداری کیجئے۔ حدیث کے متون وشروح واصول ورجانی کی کتابیں سمجھ کر پڑھ لیجئے اور یہ نہ شرمایئے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں۔

ہنسنے دو۔ ہنستے ہی گھر بستے ہیں۔

اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مرگئے جب بھی شہادت بشرط صحت، ایمان وحسن نیت واللہ الہادی لقلب اخبت الحمدللہ! مہر حق منجلی ہوا اور آفتاب صواب متجلی۔ جن جن احادیث سے جمع بین الصلوٰتین کا ثبوت نہ سہل ثبوت بلکہ قطعی ثبوت زعم کیا گیا تھا واضح ہوا کہ ان میں ایک حرف مثبت مقال نہیں۔

مذہب حنفی اثبات صوری ونفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتادیا تھا۔ روشن ہوا کہ قرآن وحدیث اسی کے موافق۔ دلائل ساطعہ اسی پر ناطق جن میں ردوانکار کی اصلاً مجالس نہیں۔

اور بعونہ تعالیٰ ادعائے عمل بالحدیث کا بھرم بھی کھلا کہ ہوئی سے غرض ہوس سے کام اور اتباع حدیث کا نام بدنام۔

پرانے پرانے حد کے سیانے جب اپنی سخن پروری پر آئیں۔ صحیح حدیثوں کو مردود بتائیں ثقہ ائمہ کو مطعون بنائیں۔ بخاری ومسلم پس پشت ڈالیں۔ ان کے رواۃ واسانید میں شاخسانے نکالیں ہزار چھل کریں۔ سو ہزار پیچ جیسے بنے صحیح حدیثیں ہیچ العیاذ باللہ[1]

علم حدیث وعلم رجال حدیث میں فاضل بریلوی کی وسعت علم اور پایۂ بلند کے چند نمونے ہیں جنہیں میں نے پیش کردیا۔

اب آپ ان روشن خیالوں اور نام نہاد صلح پسندوں کے حاکمانہ فیصلوں کا جائزہ لیجئے کہ فاضل بریلوی کے سامنے جن کی حدیث دانی کی دھجیاں بکھرتی نظر آرہی ہیں ان کے بارے میں تو یہ خوش فہمی ہے "انتہت الیہ رکاستہ الحدیث فی عصر" اور جن کی نظر احادیث ورجال پر حاوی جن کا استحضار بے مثال جن کی وقت نظر عدیم النظیر جن کی علمی ایجادات سرمایہ فکر وفن ان کے بارے میں یہ جابرانہ فیصلہ "قلیل البضاعۃ فی الحدیث۔"

اس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ ان حضرات نے تاریخ نویسی وتاریخ نگاری نہیں کی ہے بلکہ تعصب کی دبیز عینک لگا کر صرف تاریخ گری اور حقائق کی پامالی کا ناخوشگوار فریضہ انجام دیا ہے۔ اپنے بزرگوں کے بارے میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے گئے ہیں۔ رائی کو پہاڑ بنانے کی سعی پیہم کی گئی ہے اور اب بھی مسلسل یہ عمل جاری ہے اور جن سے انہیں مسلکی اختلاف ہے ان کے

---

[1] ملخص صفحہ ۲۰۹ تا صفحہ ۲۱۰ حاجز البحرین۔

قرار واقعی کمال اور مسلم حقائق کے انکار میں ان کے ضمیر نے ذرا بھی انقباض نہ محسوس کیا۔ جب کہیں تنقیص کی کوئی گنجائش نہ پائی تو افترا پردازی پر اتر آئے۔

خیر! یہ تو ان کا قدیم شیوہ ہے ہمارے عرض کرنے کا مقصود صرف یہ ہے کہ ان کی تحریریں پڑھتے وقت ارباب علم و بصیرت کو ہمیشہ چوکنا اور ہوشیار رہنا چاہئے اور ان کی رایوں پر آنکھ بند کر کے اعتماد کر لینے کے بجائے تنقید و تنقیح سے کام لینا چاہئے۔

علم حدیث میں فاضل بریلوی کا وہ بلند مقام تھا کہ استاذ محدث اعظم سید محمد صاحب کچھوچھوی و استاذ صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب اعظمی حضرت مولانا وصی احمد سورتی ان سے فقہی استفادے کے علاوہ فن حدیث کی معلومات بھی حاصل کرتے۔

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں انہوں نے فاضل بریلوی سے ایک سوال کیا اور اس باب کی حدیثیں دریافت کیں تو آپ نے برجستہ بیس احادیث ذکر فرمائیں۔ پھر ان احادیث میں سے بعض پر علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ جیسے محقق حافظ حدیث و عالم رجال کے ایک نقد پر حسن ادب کے ساتھ ایک فاضلانہ و ناقدانہ بحث فرمائی۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے فتاوی رضویہ جلد سوم مطبوعہ سنی دار الاشاعت اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ۔

محدث اعظم کچھوچھوی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے استاذ محترم محدث سورتی علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ علم حدیث میں ان کا (فاضل بریلوی کا) کیا مرتبہ ہے۔ فرمایا وہ اس وقت امیر المومنین فی الحدیث ہیں پھر فرمایا صاحبزادے اس کا مطلب سمجھا؟ یعنی اگر میں اس فن میں عمر بھر ان کا تلمذ کروں تو بھی ان کے پاسنگ کو نہ پہنچوں۔ میں نے کہا سچ ہے۔ ولی را ولی می شناسد و عالم را عالم می داند۔[1]

یہ ان کی بات ہے جو واقعی علم حدیث میں بصیرت تام رکھتے تھے لیکن جذبۂ انصاف و حق گوئی کی بنا پر انہوں نے فاضل بریلوی کے بارے میں اپنا یہ صحیح فیصلہ صادر فرما کر شہرت و ناموری کے علمبرداروں کو کھلا ہوا چیلنج اور اعتراف حقیقت کا سبق دیا۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ محدث سورتی کا علم حدیث میں بڑا ہی عظیم مقام تھا اور دیگر علمی کمالات کے ساتھ حفظ حدیث کا یہ حال تھا کہ "وہ بخاری شریف کے گویا حافظ تھے۔" اور حقیقت تو یہ ہے کہ واقعۃً وہ پوری بخاری شریف کے ایسے حافظ تھے کہ اسے شبینہ کے طور پر سنا سکتے تھے۔[2]

مزید تفصیلات کے لئے فاضل بریلوی کی تصانیف کا گہرا ناقدانہ مطالعہ از بس ضروری ہے اگرچہ بخاری و مسلم وغیرہ کتب حدیث پر ان کی تحریر کردہ نادر تحقیقات اور علمی حواشی اب تک منظر عام پر نہیں آسکے ہیں۔ مگر اہل بصیرت اگر نگاہ انصاف سے دیکھیں تو ان کی مطبوعہ تصنیفات سے علم حدیث میں بھی ان کی جولانی فکر و نظر حفظ و استحضار اور قوت نقد و جرح کے بے شمار شواہد فراہم ہو جائیں گے۔

---

[1] خطبہ صدارت ناگپور۔

[2] روایت حافظ ملت حضرت شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور۔

رسالہ

منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین

(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)

مسئلہ (۳۸۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا۔

فتوٰی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمدللّٰہ الذی نورعیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین، والصّلاۃ والسلام علی نورالعیون سرور القلب المحزون محمدن الرفیع ذکرہ فی الصلاۃ والاذان، والحبیب اسمہ عند اھل الایمان، وعلی الہ وصحبہ المشروحۃ صدورھم لجلال اسرارہ والمفتوحۃ عیونھم بجمال انوارہ، واشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، وان محمّدا عبدہ ورسولہ بالھدی ودین الحق ارسلہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین، وعلینا معھم وبھم ولھم یاارحم الراحمین امین، قال العبد الذلیل للمولی الجلیل عبدالمصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی، نوراللّٰہ عیونہ واصلح شیونہ مستعیذا برب الفلق من شرما خلق وحامداللّٰہ علی ماالھم ووفق۔

تمام خوبیاں اللہ کے لئے جس نے گروہِ انبیاء ومرسلین کے سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی بخشی، صلاۃ وسلام ہو اس پر جو آنکھوں کا نور، پریشان دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جن کا ذکر اذان ونماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی اہلِ ایمان کے ہاں نہایت ہی محبوب ہے اور آپ کی آل واصحاب پر جن کے مبارک سینے آپ کے اسرار ورموز کے جلال کیلئے کھول دئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال سے حضور فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہٗ لاشریک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث کیا، اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب اور ان کے صدقہ میں یاارحم الراحمین، مولٰی جلیل کا عبد ذلیل عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی، سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بریلوی کہتا ہے اللہ تعالٰی اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے تمام احوال کی اصلاح کرے درانحالیکہ وہ رب الفلق کی پناہ میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دے۔ (ت)

الجواب

حضور پرنور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا انگشتان ﴿۱﴾ شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لئے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اُس کے ذمہ ﴿۲﴾ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل محتاجِ دلیل نہیں، پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشاد علما وعمل قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود ﴿۳﴾۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر وحضرت ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا امام حسن وحسین وحضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعا الصلاۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایۃ، مختصر الوقایۃ وفتاوٰی صوفیہ وکنز العباد وردالمحتار حاشیہ درمختار وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کے صاف تصریح آئی ﴿۴﴾، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین ﴿۵﴾ اور ان کے اکابر وعمائد مثل متکلم قنوجی وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور اُن حدیثوں کے بارے میں اُن محدثین کرام ومحققین اعلام نے جو تصحیح ﴿۶﴾ وتضعیف وتجریح وتوثیق میں دائرۂ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہِ تساہل وتشدد نہیں چلتے حکم اخیر وخلاصۂ بحث وتنقیح یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاحِ محدثین درجۂ صحت ﴿۷﴾ کو فائز نہ ہوئیں، مقاصد میں فرمایا:

لایصحّ فی المرفوع مِنْ کُلِّ ھٰذا شیئٌ[1]۔

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں:

کل مایروی فی ھٰذا فلایصح رفعہ البتۃ[2]۔

اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں وہ صحیح نہیں البتہ مرفوع ہیں۔ (ت)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل فرماتے ہیں:

لَمْ یَصِحَّ فِی الْمَرْفُوْعِ مِنْ کُلِّ ھٰذا شَیئٌ[3]۔

بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجۂ صحت پر فائز نہیں۔ (ت)

---

[1] المقاصد الحسنہ، حرف المیم، حدیث ۱۰۲۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۳۸۵

[2] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (موضوعات کبرٰی) حدیث ۸۲۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۲۱۰

[3] ردالمحتار، باب الاذان، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۲۹۳

پھر خادمِ حدیث پر روشن کہ اصطلاحِ محدثین میں نفیِ صحت نفیِ حسن کو بھی مستلزم ﴿۱ نہیں نہ کہ نفی ﴿۲ صلاح وتماسک وصلوح تمسک، نہ کہ دعویٰ وضعِ کذب، تو عند التحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاحِ محدثین حکمِ صحت صحیح نہیں یونہی حکمِ وضع وکذب بھی ہرگز مقبول نہیں ﴿۳ بلکہ بتصریحِ ائمہ فن کثرتِ طرق ﴿۴ سے جبرِ نقصان متصور اور عمل ﴿۵ علماء وقبولِ قدما ﴿۶ حدیث کے لئے قوی، دیگر اور نہ سہی تو فضائلِ اعمال میں حدیثِ ضعیف بالاجماع مقبول ﴿۷، اور اس سے بھی گزرے تو بلاشبہہ یہ فعل اکابردین سے مروی ومنقول اور سلفِ صالح میں حفظِ صحت بصر وروشنائی چشم کے لئے مجرب اور معمول ﴿۸، ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ ﴿۹ وافی کہ آخر اس میں کسی حکمِ شرعی کا ازالہ نہیں، نہ کسی سنتِ ثابتہ کا خلاف ﴿۱۰، اور نفع حاصل تو منع باطل ﴿۱۱، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفیِ صحت کو احادیثِ مرفوعہ سے خاص کرنا کہہ رہا ہے کہ وہ احادیثِ موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے ﴿۱۲ پھر یہاں حدیثِ موقوف کیا کم ہے، ولہٰذا مولانا علی قاری نے عبارتِ مذکورہ کے بعد فرمایا:

قلت واذاثبت رفعه الى الصديق رضى الله تعالٰى عنه فيكفى للعمل به لقوله عليه الصلاة والسلام عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين[۱]۔

یعنی صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تو صدیق سے کسی شے کا ثبوت بعینہٖ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت ﴿۱۳ ہے اگرچہ بالخصوص حدیثِ مرفوع درجۂ صحت تک مرفوع نہ ہو، امام سخاوی المقاصد الحسنة فی الاحادیث الدائرة علی الالسنة میں فرماتے ہیں:

حدیث: مسح العينين بباطن انملتى السبابتين بعد تقبيلهما عندسماع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضيت بالله ربا وبالاسلام دينا وبمحمد صلى الله تعالٰى عليه وسلم نبيا ذكره الديلمى فى الفردوس من حديث ابى بكر الصديق رضى الله تعالٰى عنه انه لماسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال هذا وقبل باطن الانملتين السبابتين ومسح عينيه فقال صلى الله تعالٰى عليه وسلم مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيْلِىْ فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِىْ وَلَا يَصِحُّ[۲]۔

یعنی مؤذن سے اشهد انّ محمداً رسول الله سن کر انگشتانِ شہادت کے پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْناً وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب اس جناب

---

۱ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة (موضوعات کبریٰ)، حدیث ۸۲۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ص ۲۱۰

۲ المقاصد الحسنة، حروف المیم، حدیث ۱۰۲۱ // // // //، ص ۳۸۴

نے مؤذن کو اشهد ان محمداً رسول الله کہتے سُنا یہ دُعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا اس کیلئے میری شفاعت حلال ہو جائے، اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت نام رکھتے ہیں[1]۔

پھر فرمایا:

وکذا ما اورده ابوالعباس احمد بن ابی بکرن الرداد الیمانی المتصوف فی کتابه "موجبات الرحمة وعزائم المغفرة" بسند فیه مجاهیل مع انقطاعه عن الخضر علیه السلام انه قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشهد ان محمدا رسول الله، مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبدالله صلی الله تعالٰی علیه وسلم، ثم یقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یرمد ابدا[1]۔

یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابوالعباس احمد بن ابی بکر رداد یمنی صوفی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرہ" میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں[2]۔ اور منقطع بھی ہے حضرت سیّدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذّن سے اشهد ان محمدا رسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

ثم روی بسند فیه من لم اعرفه عن اخی الفقیه محمد بن البابا فیما حکی عن نفسه انه هبت ریح، فوقعت منه حصاة فی عینه فاعیاه خروجها والمته اشد الالم، وانه لما سمع المؤذن یقول اشهد ان محمدا رسول الله، قال ذلک فخرجت الحصاة من فوره، قال الرداد رحمه الله تعالٰی، وهذا یسیر فی جنب فضائل الرسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم[2]۔

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ بن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہرگز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا انہوں نے مؤذن کو اشهد ان محمدا رسول الله کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکل گئی رداد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

پھر فرمایا:

وحکی الشمس محمد بن صالح ن المدنی امامها وخطیبها فی تاریخه عن المجد احد القدماء من

---

[1] المقاصد الحسنہ — حروف المیم حدیث ۱۰۲۱ — مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان — ص ۳۸۴

[2] المقاصد الحسنہ — حروف المیم حدیث ۱۰۲۱ — مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان — ص ۳۸۴

المصریین، انه سمعه یقول من صلی علی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم اذاسمع ذکرہ فی الاذان، وجمع مسبحه المسبحة والابهام وقبلها ومسح بهما عینیه لم یرمد ابدا[1]۔

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے اُنہیں فرماتے سنا جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی اُنگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

قال ابن صالح، وسمعت ذلك ایضا من الفقیه محمد بن الزرندی عن بعض شیوخ العراق اوالعجم انه یقول عندمایمسح عینیه، صلی اللّٰہ علیك یاسیدی یارسول اللّٰہ یاحبیبَ قلبی ویانورَ بصری دیاقرة عینی، وقال لی کل منهما منذفعله لم ترمد عینی[2]۔

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور اُن کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مس کرتے وقت یہ درود عرض کرے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَاحَبِیْبَ قَلْبِیْ وَیَانُوْرَ بَصَرِیْ وَیَا قُرَّۃَ عَیْنِیْ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد وفقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دُکھیں۔

پھر فرمایا:

قال ابن صالح وانا وللّٰہ الحمد والشکر منذ سمعة منهما استعملته، فلم ترمد عینی وارجوان عافیتهما تدوم وانی اسلم من العمی ان شاء اللّٰہ تعالٰی[3]۔

یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ کے لئے حمد وشکر ہے جب سے میں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں سے سنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا:

قال وروی عن الفقیه محمد بن سعید الخولانی قال اخبرنی الفقیه العالم ابوالحسن علی بن محمد بن حدید الحسینی، اخبرنی الفقیه الزاهد ابلالی عن الحسن علیه السلام، انه قال، من قال حین یسمع المؤذن یقول اشهد ان محمدا رسول اللّٰہ مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبداللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم، ویقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یعم ولم یرمد[4]۔

[1، 2، 3] المقاصد الحسنہ حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

[4] المقاصد الحسنہ باب المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی ہُوا کہ انہوں نے فرمایا مجھے ثقہ عالم ابوالحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے خبر دی کہ حضرت امام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشھد ان محمداً رسول اللہ کہتے سن کر یہ دعا پڑھے مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط اور اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو نہ آنکھیں دُکھیں۔

پھر فرمایا:

وقال الطاؤسی، انه سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجه، حدیث من قبل عند سماعه من المؤذن کلمة الشهادة ظفری ابهامیه ومسهما علی عینیه، وقال عندالمس "اللهم احفظ حدقتی ونورهما ببرکة حدقتی محمد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ونورهما لم یعم[1]۔

یعنی طاؤسی فرماتے ہیں اُنہوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سنی کہ جو شخص مؤذن سے کلماتِ شہادت سن کر انگوٹھوں کے ناخن چومے اور آنکھوں سے ملے اور یہ دُعا پڑھے اَللّٰھُمَّ احْفَظْ حَدَقَتَیَّ وَنُوْرَھُمَا بِبَرَکَۃِ حَدَقَتَیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنُوْرِھِمَا، اندھا نہ ہو۔

شرح نقایہ میں ہے:

واعلم انه یستحب ان یقال عند سماع الاولٰی من الشهادة الثانیة "صلی الله تعالٰی علیك یارسول الله" وعند الثانیة منها "قرة عینی بك یارسول الله" ثم یقال "اللهم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابهامین علی العینین" فانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم یکون قاعداً له الی الجنة کذافی کنزالعباد[2]۔

یعنی خبردار ہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمداً رسول اللہ سنے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ط کہے اور دوسری بار قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ط پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ ط کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اُسے جنّت میں لے جائیں گے، ایسا ہی کنزالعباد میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں: ونحوہ فی الفتاوی الصّوفیۃ[3] یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیّدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علاّمہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہما نے فتاوٰی صوفیہ میں فرمایا) شیخ مشائخنا خاتم المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکۃ المحمیہ مولانا جمال بن عبداللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبیل الابهامین ووضعها علی العینین عند ذکر اسمه صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی الاذان، هل

---

[1] المقاصد الحسنۃ باب المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴

[2] جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

ھو جائز ام لا، اجبت بمانصه نعم تقبیل الابھامین ووضعھما علی العینین عند ذکر اسمه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی الاذان جائز، بل ھو مستحب صرح به مشایخنا فی غیر ما کتاب[1]۔
یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشائخ نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔
علامہ محدث محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالیٰ "تکملہ مجمع بحار الانوار" میں حدیث کو صرف لایصح فرما کر لکھتے ہیں: وروی تجربة ذلك عن کثیرین[2] یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔
فقیر مجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے، اب طالب تحقیق ﴿۱﴾ وصاحب تدقیق ﴿۲﴾، افادات چند نافع وسودمند پر لحاظ کرے، تاکہ بحول اللہ تعالیٰ چہرۂ حق سے نقاب اُٹھے اور صدر کلام ﴿۳﴾ میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے اُن کے قدرے تفصیل زیور گوشِ سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل وشرح کافل کے لئے تو دفتر وسیط، بلکہ مجلد بسیط درکار واللّٰہ الموفق ونعم المعین فاقول وباللّٰه التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق۔
افادۂ اوّل (حدیث نہ ہونے کے یہ معنی ﴿۴﴾ نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط وباطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے جسکے شرائط سخت ودشوار ﴿۵﴾ اور موانع وعلائق کثیر وبسیار ﴿۶﴾، حدیث میں اُن سب کا اجتماع ﴿۷﴾ اور اِن سب کا ارتفاع کم ہوتا ﴿۸﴾ ہے، پھر اس کی کیساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں، اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرمادیتے ہیں "یہ حدیث صحیح نہیں" یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی ﴿۹﴾، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں یہ باآنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی ﴿۱۰﴾، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے جھکا ہوتا ہے ﴿۱۱﴾، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں ﴿۱۲﴾، یہ قسم بھی استناد واحتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اُسے صحیح نہیں کہتے برابر اُس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال وحرام میں حجت بناتے ہیں ﴿۱۳﴾، امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ حلیہ شرح منیہ ط میں فرماتے ہیں:
قول الترمذی "لایصح عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی ھذا الباب شیئ انتھٰی لاینفی وجود الحسن

ط ذکرہ فی مسئلة المسح بالمندیل بعد الوضوء ۱۲ منه
وضو کے بعد تولیہ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتاوٰی جمال بن عبداللہ عمر مکی
[2] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ الخ نولکشور لکھنؤ ۳/ ۵۱۱

ونحوه والمطلوب لایتوقف ثبوته علی الصحیح، بل کمایثبت به یثبت بالحسن ایضا[۱]۔
ترمذی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملی انھی حسن اور اُس کے مثل کی نفی نہیں کرتا[۱] اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے[۲]۔

اُسی[ط] میں ہے:

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لایلزم من نفی الصحة نفی الثبوت علی وجه الحسن[۲]۔
یعنی اصطلاح علم حدیث کی رُو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ[ط] میں فرماتے ہیں:

قول احمد "انه حدیث لایصح ای لذاته فلاینفی کونه حسنا الغیره، والحسن لغیره یحتج به کمابین فی علم الحدیث[۳]۔
یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے یہ معنے ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کرے گا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے[۳] جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہو چکا۔

سند الحفاظ امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں:

من نفی الصحة لاینتفی الحسن[۴] اھ ملخصا
یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔ اھ ملخصا

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

ف ۱ آخر صفة الصلاة قبیل فصل فیما کره فعله فی الصلوٰة ط منه

صفۃ الصلوٰۃ کے آخر میں فیما کره فعله فی الصلوٰة سے تھوڑا پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ف ۲ ذکره فی حدیث التوسعة علی العیال یوم العاشوراء فی اخر الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منه

گیارھویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے تھوڑا پہلے عاشورا کے دن اہل وعیال پر وسعت والی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

۱ و ۲ حلیۃ المحلی

۳ الصواعق المحرقۃ الفصل الاول فی الآیات الواردۃ فیہم مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۵

۴ نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار

هذا القسم من الحسن مشارك للصحیح فی الاحتجاج به وان كان دونه[1]۔
یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔
مولٰی علی قاری موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں:

لایصح لاینافی الحسن[2] اھ ملخصا
یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اھ ملخصا
سیدی نورالدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں:

قد یكون غیر صحیح وهو صالح للاحتجاج به، اذالحسن رتبة بین الصحیح والضعیف[3]۔
یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابل حجیت ہے، اس لئے کہ حسن کا رتبہ صحیح وضعیف کے درمیان ہے[1]۔
حدیث كان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ینهی ان ینتعل الرجل قائما[4] (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہوکر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔ ت) کو امام ترمذی نے جابر وانس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرکے فرمایا:

كلا الحدیثین لایصح عند اهل الحدیث[5]۔
دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔
علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں ہ:

نفیه الصحة لاینافی انه حسن كماعلم[6]۔
صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہوچکا ہے۔
شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

---

[1] نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر بحث حدیث حسن لذاتہ مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۳۲
[2] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۹۲۹ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶
[3] جواہر العقدین فی فضل الشرفین
[4] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹
[5] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی النعل الواحدۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۹
[6] شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۵/۵۵

ہ المقصد الثالث النوع الثانی ذکر نعله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ۱۲ منه (م)
تیسرے مقصد دوسری نوع نعلِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد چہ صحت درحدیث چنانچہ درمقدمہ معلوم شد درجۂ اعلیٰ ست دائرۂ آں تنگ تر جمیع احادیث کہ درکتب مذکور ست، حتی دریں شش کتاب کہ آنرا صحاح ستہ گویند ہم بہ اصطلاح ایشاں صحیح نیست، بلکہ تسمیۂ آنہا صحاح باعتبار تغلیب ست[1]۔

اصطلاحِ محدثین میں عدمِ صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں رکھتا﴾ اکیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلیٰ ترین درجہ ہے جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور ہیں حتی کہ ان چھ ۶ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تغلیباً صحیح کہا جاتا ہے﴾[2]۔(ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیّدی کمال الحق والدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول:

وقول من يقول في حديث انه لم يصح ان سلم لم يقدح لانه الحجية لاتتوقف على الصحة، بل الحسن كاف[2]۔

یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے﴾[3]۔

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحتِ حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو نہ کہ صالح ولائق اعتبار نہ ہونا نہ کہ محض باطل وموضوع﴾[4] ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا﴾[5] کہ صحیح وموضوع دونوں ابتداء وانتہاء کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسامِ حدیث ہیں﴾[6] درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب﴾[7] اور اُن کے احکام) مرتبۂ (۱) صحیح کے بعد حسن (۲) لذاتہٖ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن (۳) لذاتہٖ، پھر حسن (۴) لغیرہ، پھر ضعیف (۵) بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے﴾[8] جیسے اختلاطِ راوی یا سُوءِ حفظ یا تدلیس وغیرہا، اوّل کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب حجت بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ متابعات وشواہد میں کام آتی ہے﴾[9] اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے، اُس وقت وہ صلاحیت احتجاج وقبول فی الاحکام کا زیور گرانبہا پہنتی ہے﴾[10]، ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول وتنہا کافی ہے﴾[11]، پھر درجۂ ششم (۶) میں ضعف قوی ووہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ تو ادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جُدائی ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر بعد انجبار بتعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے﴾[12]، کما سَنُبَیِّنُہٗ اِن شاء اللّٰہ تعالٰی (ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب ان کی تفصیلات آرہی ہیں۔ت) پھر درجہ ہفتم (۷) میں مرتبہ﴾[13] مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب﴾[14] یا متہم

---

[1] شرح صراط المستقیم لعبد الحق المحدث الدہلوی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۵۰۲

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب مالا یجوز من العمل فی الصلاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/ ۱۸

بالکذب پر ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے رُو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب پر ہو عین موضوع، یا بنظر تدقیق میں یوں کہئے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے [۱]، یہ بالاجماع نہ قابلِ انجبار، نہ فضائل وغیرہا کسی باب میں لائق اعتبار [۲]، بلکہ اُسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے [۳]، حقیقۃً حدیث نہیں محض مجعول وافترا ہے [۴]، والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔ وسیرد علیک تفاصیل جل ذلك ان شاء اللّٰہ العلی الاعلی (اس کی روشن تفاصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لئے بیان کی جائیں گی۔ت) طالبِ تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف وجازت محصل وملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں، وللّٰہ الحمد والمنۃ (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ت) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثباتِ وضع ماننا زمین وآسمان کے قلابے ملانا ہے [۵]، بلکہ نفی صحت اگر بمعنی نفی ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقۂ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت وحسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح وحسن نہیں نہ کہ باطل وموضوع ہے کہ حسن موضوع کے بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں [۶]۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجئے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لئے دیدہ ودانستہ محض اُمّی عامی بن جاتے [۷] اور مہر منیر کو زیر دامن مکر وتزویر چھپانا چاہتے ہیں [۸]۔ لہٰذا کلماتِ علماء سے اس روشن مقدمہ کی تصریحیں لیجئے:

امام (۱) سند الحفاظ وامام (۲) محقق علی الاطلاق وامام (۳) حلبی وامام (۴) مکی وعلامہ (۵) زرقانی وعلامہ (۶) سمہودی وعلامہ (۷) ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالۃ النص وفحوی الخطاب اس دعوئ بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفیِ صحت سے نفیِ حسن تک لازم نہیں تو اثباتِ وضع تو خیال محال سے ہمدوش وقرین [۹]۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سُنئے:

امام بدرالدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام اجلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق، وقولنا لم یصح لایلزم منہ اثبات العدم، وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت، وفرق بین الامرین [۱]۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل [۱۰] ہے، کہ موضوع کہنا تو اسے کذب وافترا ٹھہرانا [۱۱] ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں، بلکہ اُس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے، اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصر النقل کیا، تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا:

---

[۱] مجمع بحار الانوار فصل وعلومہ واصطلاحتہ نولکشور لکھنؤ ۳/۵۰۶

وهذا یجیئ فی کل حدیث قال فیه ابن الجوزی "لایصح" او "نحوه" [1]۔
یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل و عاری ہے[1]۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن مسند احمد میں فرماتے ہیں:

لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعا [2]۔
یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

اکثر ماحکم الذهبی علی هذا الحدیث، انه قال متن لیس بصحیح وهذا صادق بضعفه [3]۔
یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا حکم کیا یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں:

لایلزم عن عدم الصحة وجود الوضع کمالایخفی [4]۔
یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

اسی میں روزِ عاشورا سُرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم "لایصح هذا الحدیث" (یہ حدیث صحیح نہیں۔ت) نقل کرکے فرماتے ہیں:

قلت لایلزم من عدم صحته ثبوت وضعه وغایته انه ضعیف [5]۔
یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو[2]۔

علامہ طاہر صاحبِ مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفاظ عسقلانی سے ناقل:

ان لفظ "لایثبت" لایثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط، والضعیف دونه [6]۔
یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو اور ضعیف کا درجہ

---

[1] تنزیہ الشریعۃ کتاب التوحید فصل ثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۰
[2] القول المسدد الحدیث السابع مطبوعہ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدر آباد دکن ہند ص ۴۵
[3] التعقبات علی الموضوعات باب بدء الخلق والانبیاء مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴۹
[4] موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۱۸
[5] " بیان احادیث الاکتحال یوم عاشورا الخ حدیث ۱۲۹۸ " " " ص ۳۴۱
[6] مجمع تذکرۃ الموضوعات الباب الثانی فی اقسام الواضعین کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۷

اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث **البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذھب بالداء اصلا** (کھانے سے پہلے تربوز کھانا پیٹ کو خوب دھودیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کردیتا ہے۔ت) کی نسبت قولِ امام ابن عساکر "**شاذلایصح**" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ت) نقل کرکے فرماتے ہیں:

ھو یفیدانہ غیر موضوع کمالایخفی[1]۔

یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتارہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے ﴿[1]۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے ﴿[2]، فافہم واللہ تعالٰی اعلم۔

تنبیہ بحمد اللہ تعالٰی یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع وزور فظیع بوضوح تام طشت از باب ہوگیا ﴿[3] جو کلمات علما مثل مقاصد حسنہ ومجمع البحار وتذکرۃ الموضوعات ومختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیلِ ابہامین کی نفی صحت نقل کرکے بے دھڑک دعوٰی کردیتے ہیں کہ اُن کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع وغیر مشروع ہے ﴿[4]، سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکمِ وضع ﴿[5]، کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعددہ ہوں وہاں سب میں اعلٰی کی نفی سے سب میں ادنٰی کا ثبوت ہوجائیگا ﴿[6]، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اُس کے معنی یہ ٹھہریں کہ نانِ شبینہ کو محتاج ہے ﴿[7]، یا متکلمینِ طائفہ کو کہیے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں ﴿[8] **ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔**﴿[9]۔

افادۂ دوم (جہالتِ راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے ﴿[10]) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ﴿[11] ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل وموضوع ﴿[12] بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادح صحت ومانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی ﴿[13] اقسام اوران کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں:

اول مستور، جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں، اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں ﴿[14]۔

دوم مجہول العین ﴿[15]، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وھذا علی نزاع فیہ، فان من العلماء من نفی الجھالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا اواذاکان لایروی الاعن عدل عندہ، کیحیی بن سعید القطان وعبدالرحمن بن مھدی والامام احمد فی مسندہ، وھناک اقوال اخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحیٰی بن سعید بن القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)

---

[1] موضوعات ملا علی قاری حدیث البطیخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ // // ص ۳۵۰

سوم مجہول الحال ﴿[1]جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں وقد یطلق علی مایشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے ﴾[2]۔ت)

قسم اول یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے: قبلہ ابو حنیفۃ خلافا للشافعی [1] (امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسے قبول کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔

قالہ فی شرح المھذب، ذکرہ فی التدریب، وکذلک مال الی اختیارہ الامام ابوعمرو بن الصلاح فی مقدمتہ، حیث قال فی المسئلۃ الثامنۃ من النوع الثالث والعشرین ویشبہ ان یکون العمل علی ھذا الرأی فی کثیر من کتب الحدیث المشھورۃ فی غیر واحد من من الرواۃ الذین تقادم العھد بھم وتعذرت الخبرۃ الباطنۃ بھم [2]۔

یہ شرح المہذب میں ہے، تدریب میں بھی اسے ذکر کیا، امام ابوعمرو بن الصلاح ﴿[3] نے اپنے مقدمہ ﴿[4] میں اسے ہی اختیار فرمایا، انہوں نے تیسویں ۲۰ نوع کے آٹھویں مسئلہ میں کہا ہے اس رائے پر متعدد و مشہور کتب میں عمل ہے جن میں بہت سے ایسے راویوں سے روایات لی گئی ہیں جن کا عہد بہت پرانا ہے اور ان کی باطن کے معاملات سے آگاہی دشوار ہے۔ ﴾[5] (ت)

اور دو ﴿[6] قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورثِ ضعف مانتے ہیں ﴾[7]۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں:

واختلفوا ھل یقبل المجھول	وھو علی ثلثۃ مجعول
مجھول عین من لہ روا وفقط	وردّہ الاکثر والقسم الوسط
مجھول حال باطن وظاھر	وحکمہ الرد لدی الجماھر
الثالث المجھول للعدالۃ	فی باطن فقط فقد رأی لہ
حجیۃ بعض من منع	ماقبلہ منھم سلیم فقطع [3]

(مجہول کے بارے میں علماءِ حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائیگا یا نہیں؟ اس کی تین ۳ اقسام ہیں، مجہول العین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رَد کردیا ہے۔ اور دوسری قسم وہ مجہول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رَد کردیا ہے تیسری قسم وہ مجہول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت

م اِی للامام سلیم بالتصغیر ابن ایوب الرازی الشافعی فانہ قطع بقبولہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

اس سے مراد امام سلیم (تصغیر) ابن ایوب رازی شافعی ہیں انکے نزدیک ایسی روایت کو قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/۵۲

[2] مقدمہ ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵۳

[3] الفیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/۴۳

ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رَد کیا ہے اور بعض نے قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ت)

اسی طرح تقریب النواوی ﷺ اوتدریب الراوی وغیرہما میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمۂ منہاج میں فرماتے ہیں:

المجہول اقسام مجہول العدالۃ ظاہراً وباطنا، ومجہولہا باطنا مع وجودھا ظاہر اوھو المستور، ومجہول العین، فاما الاول فالمجھور علی انہ لایحتج بہ، واما الاخران فاحتج بھما کثیرون من المحققین[1]۔

مجہول کی کئی اقسام ہیں، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر وباطن میں غیر ثابت ہو، دُوسری قسم عدالت باطناً مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو، اور یہ مستور ہے، اور تیسری قسم مجہول العین ہے، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابلِ قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔(ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام واولیائے عظام قدست اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں، کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں:

بعض مایضعف بہ رواۃ الحدیث وتعلل بہ احادیثھم، لایکون تعلیلا ولاجرحاً عند الفقہاء ولاعند العلماء باللّٰہ تعالٰی مثل ان یکون الراوی مجھولا، لایثارہ الخمول وقدندب الیہ، اولقلۃ الاتباع لہ اذلم یقولھم الاثرۃ عنہ[2]۔

یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے، فقہاء وعلماء کے نزدیک باعثِ ضعف وجرح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لئے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اُس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا ﷺ[2]۔

بہرحال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہِ طعن سے بھی ہے یا نہیں، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی نخواہی باطل ومجہول ہو ﷺ[3] بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد وابطال فرمادیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ ﷺ[4]، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں:

جھالۃ بعض الرواۃ لاتقتضی کون الحدیث موضوعاً وکذا نکارۃ الالفاظ، فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال[3]۔

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کہو، پھر فضائل اعمال میں

---

[1] مقدمہ للامام النووی من شرح صحیح مسلم — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ص ۱۷

[2] قوت القلوب — فصل الحادی والثلاثون باب تفضیل الاخبار — مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/ ۱۷۷

[3] رسالہ فضائل نصف شعبان

ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے ﷺ [1]۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا: فیه راو مجهول، ولایضر لانه من احادیث الفضائل [1]

(اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے)

موضوعات کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا: انه لیس بموضوع وفی سنده مجهول [2] (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے)

امام بدر الدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

لوثبت [2] جهالته لم یلزم انیکون الحدیث موضوعا مالم یکن فی اسناده من یتهم بالوضع [3]۔

یعنی روی کی جہالت ثابت بھی ہوتو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو ﷺ [2]۔

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی ولآلی میں فرماتے ہیں:

لایلزم [4] من الجهل بحال الراوی انیکون الحدیث موضوعا [4]۔

راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

---

[1] ذکره فی باب فضل الاذان واجابة المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منه (م)

فضیلتِ اذان اور جوابِ اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] یرید حدیث عالم قریش یملؤ الارض علما ۱۲ منه (م)

حدیث "قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دیگا" کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[3] قاله فی حدیث ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما فی صلاة التسبیح لکن اهمله ابوالفرج بجهالة موسٰی بن عبدالعزیز ۱۲ منه۔ (م)

صلوٰۃ التسبیح ﷺ [3] کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابوالفرج نے موسیٰ عبدالعزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔ (ت)

[4] قاله فی حدیث وعبدتارك الحج فلیمت انشاء یهودیا اونصرانیا ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه

ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو یہودی یا نصرانی مرجائے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۷۱

[2] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حدیث ۲۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۷

[3] لآلی مصنوعہ صلوٰۃ التسبیح ،، التجاریۃ الکبریٰ مصر ۲/۴۴

[4] لآلی مصنوعہ صلوٰۃ التسبیح مطبوعۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۲/۱۱۸

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرۃ لم تقبل لہ صلاۃ تلک اللیلۃ [1] (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (لغو) شعر کہا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی۔ ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے، اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لآلی وتعقبات میں فرمایا:

لیس فی شیئ مما ذکرہ ابوالفرج مایقتضی الوضع [2]۔
یعنی جو ابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں ہے [2]۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی تزویج فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالی عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

کونہ کذبا فیہ نظر، وانما ھو غریب فی سندہ مجھول [3]۔
اس کا کذب ہونا مسلّم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں [1]۔

قال السھیلی فی اسنادہ [2] مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط، وقال ابن کثیر منکر جدا وسندہ مجھول وھو ایضا صریح فی انہ ضعیف فقط، فالمنکر من قسم الضعیف، ولذا قال السیوطی بعد ماأورد قول ابن عساکر "منکر" ھذا حجۃ لماقلتہ من انہ ضعیف، لاموضوع، لان المنکر من قسم الضعیف، وبینہ وبین الموضوع فرق معروف فی الفن، فالمنکر ماانفردبہ الراوی الضعیف مخالفا لرواتہ الثقات فان انتفت کان ضعیفا وھی مرتبۃ فوق المنکر اصلح حالامنہ [4] اھ ملخصا

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں [4]۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت

---

[1] باب وفاۃ امہ ومایتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ
باب وفاۃ امہ ومایتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] یعنی حدیث احیاء الابوین الکریمین حتی امنا بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)
یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہوکر آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] کتاب الموضوعات فی حدیث انشاء الشعر بعد العشاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۶۱

[2] القول المسدد الحدیث الثانی مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۶

[3] الصواعق المحرقۃ الباب الحادی عشر ؍؍ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۴۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب باب وفات امہ ومایتعلق بابویہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/ ۱۹۶

زیادہ منکر ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعف کی اقسام میں سے ہے، اسی لئے امام سیوطی نے ابنِ عساکر کے قول "یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول "یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع کے درمیان فنِ اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری اگر منتفی ہوجائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اھ ملخصا (ت)

خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن واعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں، تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ ہے[1]، امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔

افادۂ سوم (حدیث منقطع ہے[2] کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزمِ وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر ہے[3] میں فرماتے ہیں:

ضعف بالانقطاع وھو عندنا کالارسال[1] بعد

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان دہ نہیں

عدالۃ الرواۃ وثقتھم لایضر[1]۔

کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے[4]۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج حلیہ[2] میں فرماتے ہیں:

لایضر ذلك فان المنقطع کالمرسل فی قبولہ من الثقات[2]۔

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

---

[1] قولہ کالارسال ای علی تفسیر وھو منہ علی اٰخر وھوھو علی اطلاق ۱۲ منہ (م)

قولہ کالارسال یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] اول صفۃ الصلاۃ فی الکلام علی زیادۃ وجل ثناؤك فی الثناء ۱۲ منہ (م)

صفۃ الصلوٰۃ کی ابتداء میں جہاں ثناء میں "وجل ثناءک" کے الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۹

[2] حلیۃ المحلی

مولانا علی قاری مرقاۃ[ط] میں فرماتے ہیں:

قال ابوداود ھذا مرسل ای نوع مرسل وھو المنقطع لکن المرسل حجۃ عندنا وعند الجمھور[۱]۔
ابوداود فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے لیکن مرسل ہمارے اور جمہور کے نزدیک حجت ہے۔[۱] (ت)

اور جو اُسے قادح جانتے ہیں وہ بھی مورثِ ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت[۲]، مرقاۃ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول:

لایضر[۲] ذلک فی الاستدلال بہ ھھنا لان المنقطع
یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل

یعمل بہ فی الفضائل اجماعا[۲]۔
میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادۂ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں) انقطاع تو ایک امرسہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں: حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دربارۂ فضائل مقبول رہے گی[۳]۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے[۴]، حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے[۵]۔ تعقبات[۳] میں ہے:

---

[۱] تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولایتوضؤ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)
اس کا ذکر ام المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی بعض ازواجِ مطہرات سے تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر یونہی نماز پڑھ لیتے تھے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[۲] تحت حدیث اذارکع احدکم فقال فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلث مرات فقدتم رکوعہ قال الترمذی لیس استادہ بمتصل فقال ابن حجر ھو لایضر ذلک[ط] منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)
اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ "سبحان اللہ العظیم" پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہو جائیگا۔ ترمذی نے کہا اس کی سند متصل نہیں تو حافظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان دہ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[۳] ذکرہ فی اخر باب الجنائز ۱۲ منہ (م)
باب الجنائز کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[۱] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب یوجب الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۳۴۳

[۲] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۳۱۵

المضطرب من قسم الضعیف لاالموضوع[1]۔
مضطرب، حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں۔ (ت)

اُسی[1] میں ہے:

المنکر نوع اٰخر غیر الموضوع وھو من قسم الضعیف[2]۔
منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔ (ت)

اُسی[2] میں ہے:

صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع[3]۔
ابن عدی نے تصریح کی ہے کہ حدیث منکر، موضوع نہیں ہوتی۔ (ت)

اُسی[3] میں ہے:

المنکر من قسم الضعیف وھو محتمل فی الفضائل[4]۔
منکر، ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابل استدلال ہے۔ (ت)

اُسی[4] میں ہے:

رأیت الذھبی قال فی تاریخہ "ھذا حدیث منکر لایعرف الابیشر وھو ضعیف انتھی" فعلم انہ ضعیف لاموضوع[5]۔

---

[1] اول باب الاطعمۃ ۱۲ منہ (م)
باب الاطعمہ کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] اول باب البعث ۱۲ منہ (م)
باب البعث کے شروع میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[3] قالہ فی اواخر الکتاب تحت حدیث فضل قزوین ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ (م)

[4] ذکرہ فی آخر باب التوحید ۱۲ منہ (م)
باب التوحید کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

---

[1] التعقبات علی الموضوعات　باب الجنائز　مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ　ص ۶۲
[2] 〃 〃 〃　باب الاطعمہ　〃 〃　ص ۳۰
[3] 〃 〃 〃　باب البعث　〃 〃　ص ۵۱
[4] 〃 〃 〃　باب المناقب　〃 〃　ص ۶۰
[5] التعقبات علی الموضوعات　باب التوحید　مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ　ص ۴

میں نے پڑھا ہے امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں کہا کہ یہ حدیث منکر ہے، یہ بشر ضعیف کے علاوہ معروف نہیں انتہی، پس معلوم ہوا کہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں۔ (ت)

اُسی اللآلی میں ہے:

حدیث ابی امامة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه "علیکم بلباس الصوف تجدوا حلاوة الایمان فی قلوبکم" علیکم الحدیث بطوله، فیه الکدیمی وضاع قلت، قال البیهقی فی الشعب "هذه الجملة من الحدیث معروفة من غیر هذا الطریق، وزاد الکدیمی فیه زیادة منکرة، ویشبه ان یکون من کلام بعض الرواة فالحق بالحدیث انتهی، والجملة معروفة اخرجها الحاکم فی المستدرك والحدیث المطول من قسم المدرج لاالموضوع[1]۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے کہ تم صوف کا لباس پہنو اس سے تمہارے دلوں کو حلاوتِ ایمان نصیب ہوگی (طویل حدیث) اس میں کدیمی راوی حدیث گھڑنے والا ہے، میں کہتا ہوں کہ امام بیہقی[1] نے شعب الایمان[2] میں کہا ہے حدیث کا یہ حصہ اس سند کے علاوہ سے معروف ہے اور کدیمی نے اس میں ایسی زیادتی کی ہے جو منکر[3] ہے اور ممکن ہے کہ یہ کسی راوی کا کلام ہو اور انہوں نے اسے حدیث کا حصہ بنادیا ہو انتہی، اور اس جملہ معروفہ کی امام حاکم[4] نے مستدرک[5] میں تخریج کی ہے اور یہ طویل حدیث مدرج ہے[6] موضوع نہیں۔ (ت)

افادۂ پنجم (جس حدیث میں راوی بالکل مبہم[7] ہو وہ بھی موضوع نہیں) خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے، مبہم میں تو اتنا بھی نہیں، جیسے حدثنی رجلٌ (مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی) یا بعض اصحابنا (ایک رفیق نے خبر دی) پھر یہ بھی صرف مورثِ ضعف ہے نہ کہ موجب[8] وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوة الحجاج فی عموم المغفرة للحجاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں:

لایستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان راویه لم یسم[2]۔

صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہوجاتی۔ (ت)

(تعددِ طرق سے مبہم کا جبر نقصان[9] ہوتا ہے) ولہٰذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہوجاتا ہے، تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوه (حسین چہرے والوں سے بھلائی طلب کرو۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن هارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزهری عن عائشة رضی اللّٰہ عنها روایت کی، فرمایا:

---

[1] اول باب اللباس ۱۲ منه رضی اللّٰہ تعالٰی عنه (م)
باب اللباس کے شروع میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] // // // باب اللباس // // // // ص ۳۳
[2] اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة کتاب اللباس مطبعة التجاریة الکبرٰی مصر ۲۶۴/۲

اورده (یعنی اباالفرج) من حدیث عائشة من طرق، فی الاول رجل لم یسم، وفی الثانی عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی متروك، وفی الثالث الحکم بن عبداللّٰہ الایلی احادیثه موضوعة، قلت عبدالرحمٰن لم یتهم بکذب، ثمّ انه ینفردبه بل تابعه اسمٰعیل بن عیّاش و کلاهما یجبران ابهام الذی فی الطریق الاول[1] اه مختصرا۔

اسے اس (یعنی ابوالفرج) نے حدیثِ عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نامعلوم) اور دوسری میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبداللہ الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں کہ عبدالرحمٰن متہم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ اسمٰعیل بن عیاش نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کردیا جو سند اول میں تھا اھ مختصراً۔ (ت)

(حدیث مبہم دوسری[1] حدیث کی مقوی ہوسکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج پھر خاتم الحفاظ تعقبات[1] میں فرماتے ہیں:

رجاله ثقات الا ان فیه مبهما لم یسم

اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے

فانکان ثقة فهو علی شرط الصحیح، وان کان ضعیفا فهو عاضد للمسند المذکور[2]۔

جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے شرائط پر ہے اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر سندِ مذکور کو تقویت دینے والی ہے۔ (ت)

افادۂ ششم (ضعفِ راویان[2] کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے) بھلا جہالت وابہام تو عدمِ علم عدالت[3] ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم، عدم علم سے[4] زائد، مجہول ومبہم کا کیا معلوم، شاید فی نفسہٖ ثقہ[5] ہو کما مر آنفا عن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ ت) اور جس پر جرح ثابت، احتمال ساقط[6]۔ ولہٰذا محدثین دربارۂ مجہول رد وقبول میں مختلف[7] اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے[8]۔ امام نووی مقدمۂ منہاج میں ابوعلی غسانی جیانی سے ناقل:

الناقلون سبع طبقات، ثلث مقبولة، وثلث متروکة والسابعة قوم مجهولون انفردوا بروایات، لم یتابعوا

[1] باب الحج حدیث دعالامته عشیة عرفة بالمغفرة ۱۲ منه (م)
یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ (ت)

[1] التعقبات علی الموضوعات — باب الادب والرقایق — مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ — ص ۳۵
[2] التعقبات علی الموضوعات — باب الحج — مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ — ص ۲۴

علیها، فقبلهم قوم، ووقفهم اٰخرون [1]

ثقلین کے سات درجات ہیں، تین مقبول، تین متروک، اور ساتواں مختلف فیہ ہے۔ [1] (اس قول تک) ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات کر لینے میں منفرد ہیں، ان کی متابعت کسی نے نہیں کی، بعض نے انہیں قبول کیا ہے اور بعض نے ان کے بارے میں توقف سے کام لیا ہے۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے [2]، حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات [2] و لآلی وتدریب میں فرماتے [3] ہیں:

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب فی ذکر احادیث مخالفة للنقل والعقل، ومما لم یصب فیه اطلاقه الوضع علی احادیث بکلام بعض الناس فی رواتها، کقوله فلان ضعیف اولیس بالقوی اولین ولیس ذلك الحدیث مما یشهد القلب ببطلانه ولا فیه مخالفة ولا معارضة لکتاب ولا سنة ولا اجماع ولا حجة بانه موضوع سوی کلام ذلك الرجل فی رواته وهذا عدوان ومجازفة [2]

ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی تو اس میں انہوں نے ایسی روایات کی نشان دہی کر کے بہت ہی اچھا کیا جو عقل ونقل کے خلاف ہیں، لیکن بعض روایات پر وضع کا اطلاق اس لئے کر دیا کہ ان کے بعض راویوں میں کلام تھا، یہ درست نہیں کیا [4]، مثلاً راوی کے بارے میں یہ قول کہ فلاں ضعیف ہے یا وہ قوی نہیں یا وہ کمزور ہے [5] یہ حدیث ایسی نہیں کہ اس کے بطلان پر دل گواہی دے نہ اس میں مخالف ہے نہ یہ کتاب وسنت اور اجماع کے معارض ہے اور نہ ہی یہ اس بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے ماسوائے راویوں میں اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی وتخمین ہے۔ (ت)

افادۂ ہفتم (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کر لے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں) پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جن کا ہر ایک جہالت راوی سے بدر جہا بدتر ہے، یہی تصریح ہے کہ ان سے بھی موضوعیت لازم نہیں، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کر لے یعنی دوسرا جو بتادے کہ تو نے یہ سنا تھا وہی مان لے، ظاہر کہ یہ شدتِ غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ

---

[1] قاله تحت حدیث من قرأیة الکرسی دبر کل صلاة مکتوبة لم یمنعه من دخول الجنة الا ان یموت ١٢ منه رضی اللّٰه تعالٰی عنه (م)

یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مقدمہ منہاج للنووی من شرح صحیح مسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۷

[2] تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۷۸

[3] التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۸

سخت ہے، امام الشان[1] نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن[2] کی دس قسمیں فرمائیں:
(۱) کذب[3] کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء کرے۔
(۲) تہمت[4] کذب کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی، مخالف قواعدِ دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔
(۳) کثرت غلط[5] (۴) غفلت[6]
(۵) فسق (۶) وہم
(۷) مخالفتِ ثقات[7] (۸) جہالت[8]
(۹) بدعت[9] (۱۰) سُوءِ حفظ[10]
اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے،
حیث قال الطعن یکون بعشرة اشیاء بعضها اشد فی القدح من بعض و ترتیبها علی الاشد فی موجب الرد[1] اھ ملخصا۔
الفاظ یہ ہیں کہ اسبابِ طعن دس اشیاء ہیں، بعض بعض سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رد کے اعتبار سے "فالاشد" کی ترتیب ہے اھ ملخصا (ت)[11]
پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، او اخر تعقبات میں ہے:
فیه یزید بن ابی زیاد و کان یلقن فیتلقن، قلت هذا لا یقتضی الحکم بوضع حدیثه[2]۔
اس میں یزید ابن ابو زیاد ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ تلقین کو قبول کر لیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)
افادۂ ہشتم (منکر[12] الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں) یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے کہ میں جسے منکر الحدیث[1] کہوں اُس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

---

[1] کانه رضی اللّٰه تعالٰی عنه کان یتورع عن اطلاق الفاظ شدیدة مخافة انیکون بعضه من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحادیث فاصطلح علی هذا جمعا بین الامرین ۱۲ منه (م)
گویا امام بخاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سخت الفاظ کے استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت ودفاع لازم ہے لہٰذا دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح نخبۃ الفکر بحث المرسل الخفی مطبوعہ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۵۴
[2] تعقبات باب المناقب مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۵۸

نقل ابن القطان ان بخاری قال کل من قلت فیه منکر الحدیث فلاتحل الروایة عنه[۱]۔
ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا ہر وہ شخص جسکے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

اُسی[۲] میں ہے:

قدمر لنا ان البخاری قال من قلت فیه منکر الحدیث فلایحل روایة حدیثه[۲]۔
پیچھے امام بخاری کا یہ قول گزر چکا ہے کہ جسکے بارے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اسکی حدیث روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

باایںہمہ علما نے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں، تعقبات[۳] میں ہے:

قال البخاری منکر الحدیث، ففایة امر حدیثه انیکون ضعیفا[۳]۔
بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)[۱]

افادہ نہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف[۴] متہم

---

۱ ذکره فی ابان بن جبلة الکوفی ۱۲ منه (م)
ابان بن جبلہ الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۲ قاله فی سلیمن بن داود الیمانی ۱۲ منه (م)
سلیمان بن داؤد الیمانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۳ باب فضائل القران ۱۲ منه رضی اللّٰه تعالٰی عنه
باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے ۱۲ منہ (ت)

۴ بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیۂ نزہۃ النظر میں متروک و متہم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا:
حیث قال قا المرتبة الثالثة فلان متهم بالکذب اوالوضع او ساقط اوهالك اوذاهب الحدیث وفلان متروك اومتروك الحدیث ۳ھ اوترکوع ملخصاً اقول وکان هذا القائل ایضا لایقول باستواء جمیع ماذکر فی المرتبة بل فیها ایضا تشکیك عنده وکانه الی ذلك اشار باعادة فلان قبل قوله متروك الا ان فیه ان ساقطا ومابعده لایفوق متروکا ومابعده فافهم ۱۲ منه (م)
ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان متہم بالکذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا ذاہب الحدیث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا لوگوں نے اسے ترک کردیا ہے اقول گویا اس قائل نے بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے۔ گویا انہوں نے اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ کرکے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد، متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہوسکتے ۱۲ منہ (ت)

---

۱ میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلۃ الکوفی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۶
۲ میزان الاعتدال فی ترجمہ سلیمان بن داود الیمانی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۰۲
۳ التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۹
۴ حاشیۃ نزہۃ النظر مع نخبۃ الفکر مراتب الجرح مطبع علیمی ص ۱۱۱

بالوضع یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے؎۱ ہے، میزان میں ہے:

اردی عبارات الجرح، دجال کذاب، اووضاع یضع الحدیث ثم متھم بالکذب ومتفق علی ترکہ، ثم متروك؎۱ الخ

جرح ؎۲ کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں، دجال، کذاب، وضاع ؎۳ جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد متہم بالکذب ومتفق ؎۴ علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)

امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب دو روایتیں فرماتے ہیں:

العشرۃ، من لم یوثق البتۃ وضعف مع ذلك بقادح والیہ الاشارۃ بمتروك اومتروك الحدیث اوواھی الحدیث اوساقط، الحادیۃ عشر، من اتھم بالکذب "الثانیۃ عشر" من اطلق علیہ اسم الکذب والوضع ؎۲

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق ؎۵ نہ کی ہو اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو، ؎۶ اس کی طرف اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واہی الحدیث اور ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے "گیارھواں درجہ یہ ہے" جو متہم بالکذب ہو، اور بارھواں درجہ یہ ہے کہ جس پر کذب ووضع کے اسم کا اطلاق ہو۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں، ؎۷ امام حجر اطراف العشرۃ پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں:

زعم ابن حبان وتبعہ ابن الجوزی ان ھذا المتن موضوع، ولیس کماقال، فان الراوی وان کان متروکا عندالاکثر ضعیفا عندالبعض، فلم ینسب للوضع ؎۳ اھ مختصرا۔

ابن حبان نے یہ زعم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف ہے، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اھ مختصر (ت)

امام بدر زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الحفاظ ؎۸ لآلی ؎۲ میں فرماتے ہیں:

؎۱ فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللہ عزوجل قراطہ ولیس قبل ان یخلق آدم الحدیث ۱۲ منہ (م)
اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عزوجل نے طٰہٰ اور یٰس تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا الحدیث ۱۲ منہ (ت)

؎۲ فیہ تحت حدیثہ ایضا والذی نفسی بیدہ ماانزل اللہ من وحی قط علی نبی بینہ وبینہ الابا العربیۃ الحدیث ۱۲ منہ (م)
اس میں اسی حدیث کے تحت یہ بھی ہے کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالٰی نے کسی نبی پر وحی نہیں فرمائی مگر اس کے اور اس کے نبی کے درمیان عربیت تھی الحدیث (ت)

؎۱ میزان الاعتدال مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۱
؎۲ تقریب التہذیب // // مطبع فاروقی دہلی ص ۳
؎۳ اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید // التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱۰/۱

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، وسلیمن بن ارقم وان کان متروکا فلم یتھم بکذب ولا وضع[1]

اھ ملخصا۔

محدثین کے قول "لم یصح" اور "موضوع" کے درمیان بڑا فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن وہ متہم بالکذب اور متہم بالوضع نہیں ہے[1] اھ ملخصا (ت)

ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروك" (فضل متروک ہے۔ت) لآلی ۱ میں فرمایا:

فی الحکم بوضعه نظر، فان الفضل لم یتھم بکذب[2]۔

اس کو موضوع قرار دینا محل نظر ہے، کیونکہ فضل متہم بالکذب نہیں۔ (ت)

تعقبات ۲ میں ہے:

اصبغ شیعی متروك عندالنسائی فحاصل[3] کلامه "انه ضعیف لاموضوع" وبذلك صرح البیھقی[3]۔

اصبغ شیعہ ہے[2]، امام نسائی کے ہاں متروک ہے، ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں، اور اسی بات کی تصریح بیہقی نے کی ہے۔ (ت)

حدیث جلّہ صوفیۂ کرام قدست اسرارہم کہ:

من اخلص لله تعالٰی اربعین یوما ظھرت ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه[4]۔

جس شخص نے چالیس ۴۰ دن اللہ تعالٰی کیلئے اخلاص کیا اسکے دل سے حکمت کے چشمے اسکی زبان پر جاری ہوجائیں گے۔ (ت)

ابن جوزی نے بطریق عدیدہ روایت کر کے اس کے رواۃ میں کسی کے مجہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی کے

---

[1] فیہ ایضا تحت حدیث ابن شاھین لما کلم اللہ تعالٰی موسٰی یوم الطور کلمہ بغیر الکلام الذی کلمہ یوم ناداہ الحدیث ۱۲ منہ (م)
اس میں حدیث ابن شاہین کے تحت یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ السلام سے طور کے دن گفتگو فرمائی تو یہ کلام اس کلام کی طرح نہ تھا جو ان کے ساتھ ندا کے وقت کیا تھا۔ الحدیث ۱۲ منہ (ت)

[2] ذکرہ فی اول باب صلاۃ۔
باب الصلاۃ کے شروع میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

[3] الکنایۃ للذھبی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)
اس سے امام ذہبی کی طرف کنایہ ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید مطبوعہ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۱
[2] // // // // ۱/۱۲
[3] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۱
[4] التعقبات علی الموضوعات باب الادب والدقائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۴۷

متروک ہونے سے طعن کیا ﴿[1] تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ "مافیھم متھم بکذب [1]" یہ سب کچھ سہی پھر اُن میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث [1] کی علت بیان کی: بشربن نمیرعن القاسم متروکان [2] (بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی اور یہ دونوں متروک ہیں۔ت) تعقبات میں فرمایا: بشرلم یتھم بکذب [3] (بشر متہم بالکذب نہیں۔ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا" الحدیث اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ت) میں کہا تفرد بہ مسلمۃ بن علی الخشنی وھو متروک [4] (اس میں مسلمہ بن علی الخشنی منفرد ہے اور وہ متروک ہے۔ت) تعقبات میں فرمایا: مسلمۃ وان ضعف فلم یجرح بکذب [5] (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر جرح بالکذب نہیں۔ت) حدیث ابی ہریرہ "ثلثۃ لایعادون" (تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی۔ت) پر بھی مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقبات میں فرمایا: لم یتھم بکذب، والحدیث ضعیف لاموضوع [6] (یہ متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ت)

سبحان اللہ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی ﴿[2]، تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدول دعقل سے انقطاع کی حالت ہے ﴿[3] ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون۔ ﴿[4]

تذییل یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول وہابیہ کے ﴿[5] امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس ۴۰ برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون وجذام وبرص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس ۵۰ سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ ۶۰ برس والے کو توبہ وعبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد ۷۰ سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی ۸۰ برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوے ۹۰ برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطریق عدیدہ روایت کرکے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشئ ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث ﴿[6] کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے

---

[1] یعنی حدیث ابی امامۃ من قال حین یمسی صلی اللّٰہ تعالٰی علی نوح وعلیہ السلام لم تلدغہ عقرب تلک اللیلۃ ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ (م)

اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص نے شام کے وقت یہ کہا: "صلی اللّٰہ تعالٰی علی نوح وعلیہ السلام" تو اسے اس رات بچھو نہیں ڈسے گا ۱۲ منہ (ت)

[1] التعقبات علی الموضوعات باب الادب والدقائق مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ص ۳۷

[2] و [3] // // // // // // // // ص ۴۶

[4] و [5] // // // باب المناقب // // // ص ۵۳

[6] // // // باب الجنائز // // // ص ۱۷

جوان کی حدیث سے نہیں اور عزری متروک اور عباد بن عباس مستحق ترک اور عزرہ کو یحیٰی بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوفی مجہول اور عائذ ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

ھذا غایة ماابدی ابن الجوزی دلیلا علی ماحکم به من الوضع، وقد افرط وجازف فلیس مثل ھذه المقالات توجب الحکم بالاوضع بل اقل احوال الحدیث انیکون حسنا لغیره[1] انتھی

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکمِ وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بیبا کی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکمِ وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

واللہ الهادی الی سبیل الھدیٰ۔

افادۂ دہم (موجوعیتِ حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکمِ وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) سنتِ متواترہ (۳) یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالۃ (۴) یا عقلِ صریح (۵) یا حسنِ صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمالِ تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح[2] ہوں جن کا صدور حضور پُر نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدحِ باطل یا ذمِ حق پر مشتمل ہونا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حدِ تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمالِ کذب[3] یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے کذب و بطلان پر گواہی مـا مستنداً الی الحس دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اُس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلامِ معجز نظامِ نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس ۱۰ صورتیں تو صریح ظہور و وضوحِ وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یوں حکمِ وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف[4] ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علیٰ سیدہم وعلیہم الصلاۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اُس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث:

لحمك لحمی ودمك دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ت)

اقول انصافاً یوں ہی وہ مناقبِ امیر معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب[5] کی روایت سے آئیں

---

[1] زدته لان التواتر لایعتبر الافی الحسیات کمانصوا علیه فی الاصلین ۱۲ منه (م)
میں نے اسکا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] زہر النسرین فی حدیث المعمرین للشوکانی

کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین واہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں "کما نص علیہ الحافظ ابو یعلی و الحافظ الخلیلی فی الارشاد" (جیسا کہ اس پر حافظ ابویعلی اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے[1]۔ ت) یونہی نواصب نے مناقب امیر معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں[2] کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنّت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کردی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلۂ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلاواسطہ بدعوی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے[3] سوا نہ ملیں ولو بسطنا المقال علی کل صورۃ لطال الکلام وتقاصی المرام، ولسناھنالك بصدد ذلك (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دُور ہوجائے گا لہٰذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے[4]۔ (ت)

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے[5]، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار محقق یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع، کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلك بل لابد معہ من انضمام شیئ مما سیاتی[1]۔

یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل ومحیط ہو، تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور باایں ہمہ حدیث کا پتا ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو[6]۔ (ت)

مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارۂ اتخاذ دجاج کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند میں علی بن عروہ

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث الموضوع دارالامام الطبری بیروت ۲۹۷/۱

مشتق ہے، ابن حبان نے کہا: وہ حدیثیں وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا: والظاهر ان الحدیث ضعیف لاموضوع[۱] (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابوعقال ہلال بن زید ہے، ابن حبان نے کہا وہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موضوعات روایت کرتا ولہذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قولِ مسدد پھر خاتم الحفاظ نے لآلی میں فرمایا:

هذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط، ولیس فیه مایحیل الشروع ولاالعقل، فالحکم علیه بالبطلان بمجرد کونه من روایة ابی عقال لایتجه، وطریقة الامام احمد معروفة فی التسامح فی احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام[۲]۔

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں سرحد دارالحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابوعقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

(۲) کذاب وضاع ﴿جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافتراء کرنا ثابت ہو﴾[۲]، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ ﴿یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے﴾[۳] اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اُس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ووضع ہو، یہ مسلک امام (ا) الشان وغیرہ علماء کا ہے، نخبہ ونزہہ میں فرماتے ہیں:

الطعن امایکون لکذب الراوی بان یروی عنه مالم یقله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم متعمد الذلك اوتهمته بذلك، الاول هوالموضوع، والحکم علیه بالوضع انما هو بطریق الظن الغالب لابالقطع، اذقد یصدق الکذوب، والثانی هو المتروك[۳] اه ملتقطا

طعن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے عمداً اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو، پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

---

۱ الاسرار المرفوعة فی اخبار الموضوعة حدیث ۱۲۸۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۲۸

۲ القول المسدد الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعۃ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۲

۳ شرح نخبۃ الفکر معہ نزہۃ النظر بحث الطعن مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۵۴ تا ۵۹

یہی (۲) امام کتاب الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرة فایاکم والحمرة وکل ثوب فیہ شھرة (شیطان سرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ت) کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوزقانی فی کتاب الاباطیل ھذا حدیث باطل واسنادہ منقطع کذاقال وقولہ باطل مردود فان ابابکر الھذلی لم یوصف بالوضع وقدوافقہ سعید بن بشیر، وان زادفی السند رجلا، فغایتہ ان المتن ضعیف اماحکمہ بالوضع فمردود[1]۔

جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔اسی طرح انہوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے، زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔[1] (ت)

علی (۳) قاری حاشیہ نزہہ میں فرماتے ہیں:

الموضوع ھو الحدیث الذی فیہ الطعن بکذب الراوی[2]۔

موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر کذب کا طعن ہو۔(ت)

علامہ (۴) عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

احادیث الدیك حکم ابن الجوزی بوضعھا ورد علیہ الحافظ بما حاصلہ انہ لم یتبین لہ الحکم بوضعھا اذلیس فیھا وضاع ولاکذاب نعم ھوضعیف من جمیع طرقہ[3]۔

روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار دیا ہے اور حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا موضوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب، ہاں وہ جمیع طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔[2] (ت)

---

[1] ذکرہ فی ترجمة رافع بن یزید الثقفی منہ (م)

رافع بن یزید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] المقصد الثانی آخر الفصل التاسع منہ (م)

دوسرے مقصد کی ساتویں فصل کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[3] المقصد الثامن من الفصل الاول فی طبعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

آٹھویں مقصد کی پہلی فصل سے طب نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ القسم الاول "حرف الراء" مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۵۰۰

[2] حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبہ الفکر بحث الموضوع رر مطبع علیمی لاہور ص ۵۶

اُسی میں حدیث[۱] کان لایعود الابعد ثلث[۲] (سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تین دن کے بعد عیادتِ مریض فرماتے تھے۔ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے، فرمایا:

اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات وتعقبوا "بانہ ضعیف فقط، لاموضوع، فان مسلمۃ یجرح بکذب کماقالہ الحافظ ولاالتفات لمن غربزخرف القول فقال ھو موضوع کماقال الذھبی وغیرہ[۳]۔

ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع نہیں ہے کیونکہ مسلمہ پر جرح بالکذب نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا اور نہ توجہ کی جائے اس شخص کی طرف جس نے ملمع کاری سے دھوکا کھایا اور کہا کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ ذہبی وغیرہ نے کہا۔(ت)

اُسی میں بعد کلام مذکور ہے:

المدار علی الاسناد فان تفردبہ کذاب اووضاع فحدیثہ موضوع وان کان ضعیفا فالحدیث ضعیف فقط[۴]۔

مدار سندِ حدیث پر ہے اگر اسے روایت کرنے والا کذاب یا وضاع متفرد ہے تو وہ روایت موضوع ہوگی اور اگر ضعیف ہے تو روایت صرف ضعیف ہوگی۔(ت)

انہیں (۶) ابن علی حشنی نے حدیث لیس عیادۃ الرمد والدمل والضرس (تین اشخاص کی عیادت لازم نہیں جس کی آنکھ میں تکلیف ہو جس کو پھوڑا نکل آئے اور واڑھ درد والے کی۔ت) کو مرفوعاً روایت کیا اور ہقل نے یحیٰی بن ابی کثیر پر موقوف رکھا، تو شدت طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر بھی کردیا ولہٰذا بیہقی نے موقوف کو "ھو الصحیح" (وہ صحیح ہے۔ت) بتایا، امام حافظ نے فرمایا:

تصحیحہ وقفہ لایوجب الحکم بوضعہ اذمسلمۃ وان کان ضعیفا لم یجرح بکذب، فجزم ابن الجوزی بوضعہ وھم[۵] اھ نقلہ الزرقانی قبیل مامر۔

اس کی تصحیح کا موقوف ہونا ہے جو کہ اس کے موضوع ہونے کو ثابت نہیں کرتی کیونکہ مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر کذب کا طعن نہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ ابن جوزی کا ان کو موضوع قرار دینا وہم ہے اھ اسے امام زرقانی نے پہلی حدیث سے کچھ پہلے نقل کیا ہے۔(ت)

امام (۷) مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا منہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[۱] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی آخر الفصل التاسع مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۳/۳۵۰

[۲] " " " الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۵۸

[۳] شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الاول من المقصد الثامن فی طبہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۷/۵۹

[۴] " " " " " " " " " " "

[۵] " " " " " " " " " ۷/۵۸

سے کیوں پھیرتا ہے وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں، اُن کی طرف منہ کر اور اُن سے شفاعت مانگ کر اللہ تعالٰی ان کی شفاعت قبول فرمائے گا، جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیّدہ مقبولہ روایت فرمایا، ابن تیمیہ متہور نے جزافاً بک دیا کہ ان هذه الحكاية كذب على مالك"۔

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ت) علامہ زرقانی نے اُس کے رَد میں فرمایا:

هذا تهوّر عجيب، فان الحكاية رواها ابوالحسن علی بن فهر فی كتابه فضائل مالك باسناد لاباس به، واخرجها القاضی عیاض فی الشفاء من طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه فمن اين انها كذب وليس فی اسنادها وضاع ولا كذاب[1]۔

یہ بہت بڑی زیادتی ہے کیونکہ اس واقعہ کو شیخ ابوالحسن بن فہر نے اپنی کتاب "فضائلِ مالک" میں ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے جس میں کمزوری نہیں اور اسے قاضی عیاض نے شفاء میں متعدد ثقہ مشائخ کے حوالے سے اسی سند سے بیان کیا ہے لہٰذا اسے جھوٹا کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ حالانکہ اسکی سند میں نہ کوئی رواوی وضاع ہے اور نہ ہی کذاب۔[1] (ت)

افادۂ نہم میں امام (۸) الشان وامام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا، امام (۹) آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعنِ کذب تو نہیں، نیز (۱۰) تعقبات[2] میں فرمایا:

لم يجرح بكذب فلايلزم انيكون حديثه موضوعا[2]۔

اس پر کذب کا طعن نہیں لہٰذا اس کی روایت کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔(ت)

(۳) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکمِ وضع اٹھاتے ہیں وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمتِ کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکہ موضوع ہوسکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں[2]۔ افادہ (۱) دوم میں امام زرکشی وامام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ افادۂ (۲) پنجم میں گزرا کہ ابوالفرج نے کہا ملیکی متروک ہے، تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں۔ افادہ (۳) نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم

---

[1] المقصد العاشر الفصل الثانی فی زيارة قبر النبی صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منه
دسویں مقصد کی فصل ثانی فی زیادۃ قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[2] باب فضائل القران ۱۲ منه
باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثانی المقصد العاشر مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۸/۳۴۸

[2] التعقبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۸

الفاظ کے چار۴ قول گزرے کہ راویوں کے مجہول (۴)، مجروح (۵)، کثیر الخطا (۶)، متروک (۷) ہونے سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقبات۱ میں ہے:

حدیث فیه حسن بن فرقد لیس بشیء، قلت، لم یتهم بکذب، واکثر مافیه ان الحدیث ضعیف۱۔

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی شی نہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ متہم بالکذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (ت)

اُسی میں۲ ہے:

حدیث فیه عطیة العونی وبشر بن عمارة ضعیفان "قلت" فی الحکم بوضعه نظر فلم یتهم واحد منهما بکذب ۲۔

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں، میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محل نظر ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔ ۲ (ت)

اسی میں۳ ہے:

حدیث اطلبوا العلم ولوبالصّین، فیه ابوعاتکة منکر الحدیث "قلت" لم یجرح بکذب ولاتهمة ۳۔

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند میں ابوعاتکہ منکر الحدیث ہے میں کہتا ہوں اس پر کذب اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (ت)

اُسی (۱۱) میں۴ ہے:

---

۱ آخر البعث ۱۲ منه

باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

۲ آخر التوحید ۱۲ منه

باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

۳ اول العلم ۱۲ منه

باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

۴ اول باب البعث

۱ التعقبات علی الموضوعات باب البعث مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۵۳

۲ التعقبات علی الموضوعات باب التوحید // // ص ۴

۳ // // باب العلم // // ص ۴

حدیث فیہ عمار لایحتج بہ قال الحافظ ابن حجر، تابعہ اغلب واغلب شبیہ بعمارۃ فی الضعف، لکن لم ارمن اتہمہ بالکذب[1]۔

اس حدیث کی سند میں عمارہ ہے، لہٰذا یہ نا قابل استدلال نہیں، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب نے متابعت کی ہے اور اغلب ضعف میں عمارہ کے مثل ہے، لیکن میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی تہمت لگائی ہو۔ (ت)

علامہ[2] زرقانی نے شرح مواہب[5] میں حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً (عالم قریشی زمین کو علم سے بھر دے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا: یتصور وضعہ ولا کذاب فیہ ولا متہم[2] اس کا موضوع ہونا کیونکہ متصور ہو حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماع محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل وقرائن قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو[1] اور اُس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے یا مشدد[2] مفرط ہے یا مخطی غالط یا متعصب مغالط واللہ الہادی وعلیہ اعتمادی۔

افادۂ یازدہم (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث[3] کے) جو حدیث فی نفسہٖ ان پندرہ ۱۵ دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے[4] تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت کے پیش نظر ہے،[5] بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہٖ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع وباطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصل حاصل[6]، ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کو حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے[7]، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے[8]، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

ابراھیم بن موسٰی المروزی عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما حدیث "طلب العلم فریضۃ" قال احمد بن حنبل "ھذا کذب" یعنی بھذا الاسناد والا فالمتن لہ طرق ضعیفۃ[3]۔

ابراہیم بن موسٰی المروزی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے، ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے۔ (ت)[9]

امام شمس الدین ابوالخیر محمد محمد ابن الجزری استاد امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالٰی نے حصن حصین شریف میں

---

[1] // // // باب البعث // ص ۵۱

[2] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی فی اثابۃ بالاشیاء المغیبات مطبوعۃ المطبعۃ العامرہ مصر ۷/۲۵۹

[3] میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم بن موسٰی المروزی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۶۹

جس کی نسبت فرمایا: فلیعلم انی ارجو انیکون جمیع مافیه صحیحا [۱] (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم وابن مردویہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اُس کی شرح حرز ثمین میں لکھتے ہیں:

صرح ابن الجوزی بان هذا الحدیث موضوع "قلت" یمکن انیکون بالنسبة الی اسناده المذکور عنده موضوعاً [۲]

ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے "میں کہتا ہوں" ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت) [۱]

اسی طرح حرز وصین میں ہے، نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

ما اختلفوا فی انه موضوع ترکت ذکره للحذر من الخطر لاحتمال ان یکون موضوعا من طریق وصحیحا من وجه اخر [۳] الخ

جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیشِ نظر ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو الخ (ت) [۲]

علامہ زرقانی حدیث احیائے ابوین کریمین کی نسبت فرماتے ہیں:

قال السهیلی ان فی اسناده مجاهیل وهو یفید ضعفه فقط، وبه صرح فی موضع اخر من الروض وایده بحدیث ولاینافی هذا توجیه صحته لان مراده من غیر هذا الطریق، ان وجد، اوفی نفس الامر لان الحکم بالضعف وغیره انما هو فی الظاهر [۴]

سہیلی نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس کے فقط ضعف پر دال ہیں [۳] اور اسی بات کی تصریح الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کی حدیث کے ساتھ تقویت دی اور یہ صحتِ حدیث کی توجیہ کے منافی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور سنے حدیث "صلاة بسواك خیر من سبعین صلاة بغیر سواك [۵]" (مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کی ستر ۷۰

---

۱ حصن حصین مقدمہ کتاب نولکشور لکھنؤ ص ۵

۲ حرز ثمین مع حصن حصین تعزیۃ اہل رسول اللہ عند وفاتہ نولکشور لکھنؤ ص ۴۱۰

۳ الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ الدافع للمؤلف لتالیف ہذا المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۴۵۔۴۶

۴ شرح زرقانی علی المواہب باب وفات امّہ ومایتعلق بابویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعۃ العامرہ مصر ۱/۱۹۶

۵ مسند احمد بن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/۲۷۲

نمازوں سے بہتر ہے) ابو نعیم[1] نے کتاب السواک میں دو۲ جید و صحیح سندوں سے روایت کی، امام ضیاء نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرطِ مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خزیمہ و حارث بن ابی اسامہ و ابویعلی و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابونعیم وغیرہم[2] اجلّہ محدثین نے بطریق عدیدہ و اسانید متنوعہ احادیث اُمّ المومنین صدیقہ و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمرو و جابر بن عبداللہ و انس بن مالک[3] و ام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی، جس کے بعد حدیث پر حکمِ بطلان قطعاً محال، [4] باایں ہمہ ابو عمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین سے اُس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

قول ابن عبدالبر فی التمهید عن ابن معین، انه حدیث باطل، هو بالنسبة لماوقع له من طرقه[1]

یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا (کہ یہ حدیث باطل ہے اُس سند کی نسبت ہے جو انہیں پہنچی۔[5]

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنے ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔[6]

اور سنیے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داود و نسائی و صحیح مختارہ وغیرہا صحاح و سنن:

ان رجلا اتی النبی صلّی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فقال ان امرأتی لاتدفع ید لامس قال طلقها قال انّی احبها قال استمتع[2] بها۔

ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کسی بھی چھونے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اُسے طلاق دے دے۔ عرض کیا: میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ باسانید ثقات و موثقین احادیث جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا: "اسناده صالح" (اس کی سند صالح ہے۔ ت) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: "رجال اسناده محتج بهم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد[3] (اس روایت کے تمام راوی ایسے ہیں جن سے بخاری و مسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا ہے۔[7] (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو

---

[1] ای کل من سالها شیئا من طعام اومال اعطته ولم ترد هذا هو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔ (م)
یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رَد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

---

[1] المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳

[2] سنن النسائی باب ماجاء فی الخلع رر المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۲/ ۹۸

[3] مختصر سنن ابی داود للحافظ المنذری باب النہی عن تزویج من لم یلد من النساء الخ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۳/ ۶

حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ارشاد "ولیس لہ اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم" (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ت) (کی تبعیت سے لااصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرکے فرماتے ہیں:

لایلتفت الی ماوقع من ابی الفرج ابن الجوزی، حیث ذکر ھذا الحدیث فی الموضوعات، ولم یذکر من طرقہ الاالطریق التی اخرجھا الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر، واعتمد فی بطلانہ علی مانقلہ الخلال عن احمد، فابان ذلک عن قلّۃ اطلاع ابن الجوزی وغلبۃ التقلید علیہ، حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ماجاء عن امامہ، ولوعرضت ھذہ الطرق علی امامہ لاعترف ان للحدیث اصلا، ولکنہ لم تقع لہ فلذلک لم ارلہ فی مسندہ، ولافیما یروی عنہ ذکرا اصلا لامن طریق ابن عباس ولامن طریق جابر سوی ماسألہ عندالخلال وھو معذور فی جوابہ بالنسبۃ لتلک الطریق بخصوصھا[1] اھ ذکرہ فی اللاٰلی[1]۔

ابوالفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات میں شامل کیا ہے[1] اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں کیں ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے ابوالزبیر عن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں اسی پر اعتماد کرلیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے، تو یہ بات ابن جوزی کے قلتِ مطالعہ اور غلبۂ تقلید کو واضح کررہی ہے حتی کہ انہوں نے اپنے امام سے منقول محض رائے کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کرلیتے کہ حدیث کی اصل ہے[2] لیکن ایسا نہ ہوسکا اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی مسند میں نہیں آئی اور نہ ہی اُن روایات میں جو ان سے مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور امام احمد اس کے جواب میں معذور ٹھہرے کیونکہ ان کا جواب اسی سند کے اعتبار سے ہے اور اسے لآلی میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

(نتیجۃ الافادات) بحمداللہ تعالٰی فقیر آستان قادری غفراللہ تعالٰی لہ کے ان گیارہ (۱۱) افادات نے مہر نیمروز وماہِ نیم ماہ کی طرح روشن کردیا کہ احادیثِ تقبیل ابہامین کو وضع وبطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں[3]، اُن پندرہ ۱۵ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی[4] اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدار کسی وضاع، کذاب یا متہم بالکذب پر نہیں[5]۔ پھر حکمِ وضع محض بے اصل وواجب الدفع[6]، ولہٰذا علمائے کرام نے صرف "لایصح" فرمایا یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی[7] نے بھی باآنکہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا، اگر

---

[1] فی اواخر النکاح
باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

---

[1] اللاٰلی المصنوعۃ کتاب النکاح مطبوعہ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۲/۱۷۳

بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہوتو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہوگا[۱] نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق[۲] نہیں کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورثِ ضعف نہ کہ مثبت وضع[۳]۔ بعونہٖ تعالیٰ یہاں تک کہ تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالاخوانیاں بالا بالا گئیں، آگے چلیے وباللہ التوفیق[۴]۔

افادۂ دوازدہم (تعددِ طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہوجاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کرلیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدت وقوت پر نہ ہوتو جبر نقصان ہوکر حدیث درجۂ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکامِ حلال میں حجت ہوجاتی ہے[۵]۔

مرقاۃ میں ہے:

تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن[۱]۔

متعدد روایتوں سے آنا حدیثِ ضعیف کو درجۂ حسن تک پہنچادیتا ہے۔

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا:

تعدد الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن[۲]۔

طرقِ متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجۂ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر[۳] میں فرماتے ہیں:

لوتم تضعیف کلھا کانت حسنۃ لتعدد الطرق وکثرتھا[۳]۔

اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن ہوگی کہ طرق متعدد وکثیر ہیں۔

اُسی[۳] میں فرمایا:

جاز فی الحسن ان یرتفع الی الصحت اذاکثرت طرقہ والضعیف یصیر حجۃ بذلک لان تعددہ قرینۃ علی

۱؎ اخر الفصل الثانی، باب مالایجوز من العمل فی الصلاۃ ۱۲ منہ (باب مالایجوز من العمل فی الصلوۃ کی فصل ثانی کے آخر میں اسے ذکر کیا ہے۔ت)

۲؎ ذکر فی مسئلۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ (عمامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ت)

۳؎ قالہ فی مسئلۃ النفل قبل المغرب ۱۲ منہ

۱؎ مرقاۃ شرح مشکوۃ فصل الثانی من باب مالایجوز من العمل فی صلاۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۱۸

۲؎ الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ احادیث الحیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

۳؎ فتح القدیر صفۃ الصلوٰۃ بحث سجود علی العمامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۶۶

ثبوتہ فی نفس الامر[1]۔

جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے [1] اور حدیثِ ضعیف اس کے سبب حجت ہوجاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوتِ واقعی پر قرینہ ہے۔ [2]

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبریٰ[1] میں فرماتے ہیں:

قد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃ، وبالحسن اخری، وھذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبری للبیہقی التی الفھا بقصد الاحتجاج لاقوال الائمۃ واقوال صحابہم[2]۔

بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرتِ طرق سے حجت مانا [3] اور اسے کبھی صحیح سے ملحق کیا اور کبھی حسن سے ملحق کیا [4] اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبریٰ [5] میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمۂ مجتہدین واصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

امام ابن حجر مکی صواعقِ محرقہ میں دربارۂ حدیث توسعہ علی العیال [6] یوم عاشوراء امام ابوبکر بیہقی سے ناقل:

ھذہ الاسانید وان کانت ضعیفۃ لکنھا اذا ضم بعضھا الی بعض احدثت قوۃ[3]۔

یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر قوت پیدا کریں گی۔

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات[4] میں فرماتے ہیں:

المتروک او المنکر اذا تعددت طرقہ ارتقی الی درجۃ الضعیف الغریب، بل ربما ارتقی الی الحسن[4]۔

یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی تعدد طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتی ہیں۔ [7]

افادۂ سیز دہم (حدیث مجہول وحدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہوجاتی ہے [8] اور وہ جابر و منجبر ہونے کے صالح ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہوجاتے ہیں اور حدیث کو رتبۂ

---

[1] الفصل الثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللّٰہ تعالی عنہ ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالی عنہ

[2] باب المناقب حدیث النظر علی عبادۃ ۱۲ منہ

[1] فتح القدیر — باب النوافل — " — " — ۱/۳۸۹

[2] المیزان الکبریٰ للشعرانی فصل ثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام — مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۸

[3] الصواعق المحرقۃ — الباب الحادی عشر فصل اول — مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان ص ۱۸۴

[4] التعقبات علی الموضوعات — باب المناقب — مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۵۷

حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر ومنجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں، افادۂ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہوگئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابوالفرج نے حدیث:

لیث عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم من ولدله ثلثة اولاد فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل [1]۔

حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین ۳ بیٹے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے کام لیا۔ (ت)

پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا، امام سیوطی [ا] نے اس کا شاہد بروایت نضر بن شفقی مرسلاً مسند حارث سے ذکر کرکے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا:

ھذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس ویدخله فی قسم المقبول [2]۔

یہ مرسل اُس حدیث ابن عباس کی مؤید ہوکر اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں [ط] فرماتے ہیں:

فی اسنادہ جھالة لکنه اعتضد فصار حسنا [3]۔

اس کی اسناد میں جہالت مگر تائید پاکر حسن ہوگئی۔

افادۂ چہاردہم (حصولِ قوت کو صرف دوسندوں سے آنا کافی ہے) حصولِ قوت کیلئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو۲ بھی مل کر قوت پاجاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسیر میں فرمایا:

ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنه یقوی بورودہ من طریقین [4]۔

یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے مگر دو۲ سندوں سے آکر قوت پاگئی۔

اُسی میں حدیث "اکرموا المعزی وامسحوا برغامھا فانھا من دواب الجنة [5]" (بکری کی عزت کرو اور اس سے

[ا] لآلی کتاب المبتداء

[ط] تحت حدیث ابنوا المساجد واخرجوا القمامة منھا ۱۲ منه رضی اللّٰہ تعالٰی عنه

---

[1] کتاب الموضوعات — باب التسمیۃ بمحمد — مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۱۵۴

[2] اللآلی المصنوعۃ — کتاب المبتداء — دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰۲

[3] تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی — حدیث ابنوا المساجد کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/۱۷۰

[4] تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث — اکرموا المعزیٰ کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱/۲۰۴

[5] الجامع الصغیر مع فیض القدیر — حدیث ۱۴۲۱ — مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۹۱

مٹی جھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے۔ت) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یزید بن نوفلی کے سبب تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمایا:

اسنادہ ضعیف لکن یجبرہ ماقبلہ فیتعاضدان[1]۔

سنداس کی بھی ضعیف ہے لیکن پھر پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دونوں مل کر قوی ہوجائیں گے۔

جامع صغیر میں حدیث "اکرموا العلماء فانه ورثة الانبیاء[2]" (علماء کا احترام کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ت) دوطریقوں سے ایراد کی، اوّل: ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ دوم: خطیب البغدادی فی التاریخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ علامہ مناوی وعلامہ عزیزی نے تیسیر وسراج المنیر میں زیرطریق اول لکھا: ضعیف لکن یقویه مابعده[3] (ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیرطریق دوم فرمایا: ضعیف لضعف الضحاك بن حجرة لکن یعضده ماقبله[4] (ضحاک بن حجرۃ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے۔ت) متتبع کلماتِ علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔[1]

افادۂ پانزدہم (اہل علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہوجاتی ہے[2]) اہل علم کے عمل کرلینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو۔ مرقاۃ[ط] میں ہے:

رواه الترمذی وقال هذا حدیث غریب والعمل علی هذا عند اهل العلم، قال النووی واسناده ضعیف نقله میرك، فکأن الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل اهل العلم، والعلم عندالله تعالٰی کماقال الشیخ محی الدین ابن العربی انه بلغنی عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم، انه من قال لااله الاالله سبعین الفا، غفرالله تعالٰی له، ومن قیل له غفرله ایضا، فکنت ذکرت التهلیة بالعدد المروی من غیران انوی لاحد بالخصوص، فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب وفیهم شاب مشهور بالکشف، فاذاهو فی اثناء الاکل اظهر البکاء، فسألته عن السبب، فقال اری امی فی العذاب، فوهبت فی باطنی ثواب التهلیلة المذکورة لها فضحك وقال انی اراها الاٰن فی حسن المآب فقال الشیخ فعرفت صحة الحدیث بصحة کشفه وصحة کشفه بصحة الحدیث[5]۔

[ط] باب ماعلی الموموم من المتابعة اول الفصل الثانی ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه

---

[1] تیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اکرموالمعزی کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲۰۴/۱

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۴۲۸ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۹۳/۲

[3] السراج المنیر شرح جامع الصغیر زیر حدیث اکرموا العلماء مطبوعہ ازہریہ مصر ۱/۲۷۰

[4] " " " " " " " "

[5] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب ماعلی الماموم من المتابعۃ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۹۸/۳

یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے [1] اسید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عملِ اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص ستر ہزار بار لاالٰہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے لاالٰہ الااللہ اتنے بار پڑھا تھا اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا اُن میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے سبب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اُس کی ماں کو بخش دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں، امام محی الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی تعقبات [ط] میں امام بیہقی سے ناقل تداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفی ذلك تقوية للحديث المرفوع [1] (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُنکے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے) اُسی [ط] میں فرمایا:

قدصرح غير واحد بان من دليل صحة الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له اسناد يعتمد على مثله [2]

معتمد علما نے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کیلئے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو۔ [2]

یہ ارشاد علما احادیث احکام کے بارے میں ہے پھر احادیثِ فضائل تو احادیثِ فضائل ہیں۔ [3]

افادہ شانزدہم ۱۶ (حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں [4]) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے پایا جائے

[ط] باب الصلاة حديث صلاة التسبيح [ط] منه

[۲] باب الصلاة حديث من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقداتى بابا من ابواب الكبائر اخرجه الترمذی وقال حسين ضعفه احمد وغيره والعمل على هذا الحديث عنداهل العلم فاشار بذلك الى ان الحديث اعتضد بقول اهل العلم وقدصرح غير واحد [۳] الخ ۱۲ منه رضی الله تعالى عنه (م)

باب الصلوٰۃ کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے کہ جس نے دو۲ نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کبائر میں سے ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسین نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اہلِ علم کا اس حدیث پر عمل ہے، اس سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہلِ علم کے قول کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

---

[۱] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲
[۲] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲
[۳] التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲

وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجۂ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور، متواتر نہ ہو اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگر چہ کیسے ہی قوت سند ونہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ (عقائد میں حدیث احاد اگر چہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار، علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

خبر الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی جمیع الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ لایفید الا الظن ولاعبرۃ بالظن فی باب الاعتقادات [1]

حدیث احاد اگر چہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔ [1]

مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں: الاحاد لاتفید الاعتماد فی الاعتقاد [2] (احادیث احاد در بارۂ اعتقاد نا قابل اعتماد)۔ [2]

(در بارۂ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لئے اگر چہ اُتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے [3]، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل ومناقب میں باتفاق علماء حدیثِ ضعیف مقبول وکافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل ومناقب کا ہے یہاں باتفاقِ [ا] علماء ضعیف [۲] حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں اک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کو خوبی بیان ہوئی کہ اُنہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کام کر کے اسے پایۂ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اُٹھے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں، یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بیت سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں، [4] عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، [5] حسن بھی نہ سہی

[ا] ای ولاعبرۃ بمن شذ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں۔ت)

[۲] الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کمانحن فیہ منہ

[۳] مسئلہ امیر معٰویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق وتنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ ۱۳۰۰ھ من تحف اجلۃ ورسالہ الاحادیث الراویۃ لمدح ۱۳۰۳ھ الامیر معویۃ، ورسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام، ورسالہ ذب الاھواء الواھیۃ ۱۳۱۲ھ فی باب الامیر معٰویۃ وغیرہا میں ہے وفقنا اللّٰہ تعالٰی بمنہ و کرمہ لترصیفھا وتبیینھا ونفع بھا وبسائر تصانیفی امۃ الاسلام بفھمھا وتفھیمھا امین باعظم القدرۃ واسع الرحمۃ امین صلی اللّٰہ تعالٰی وبارك وسلم علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] شرح عقائد نسفی بحث تعداد الانبیاء مطبوعہ دار الاشاعت العربیۃ قندھار ص ۱۰۱

[2] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبائر والصغائر مصطفی البابی مصر ص ۵۷

یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے ۳، رسالہ (۱) قاری و مرقاۃ (۲) وشرح (۳) ابن حجر مکی وتعقبات (۴) ولآلی (۵) امام سیوطی وقول مسدّ وامام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادۂ دوم وسوم وچہارم ودہم میں گزریں، ﴿۱﴾ عبارتِ تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، ﴿۲﴾ آنکہ اُس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیّدی ابوطالب محمد بن علی مکی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب [ط] فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں:

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب متقبلة محتملة علی کل حال مقاطیعها ومراسیلها لاتعارض ولاترد، کذلك کان السلف یفعلون [۱]۔

فضائل اعمال ﴿۳﴾ وتفضیل صحابہ کرام ﴿۴﴾ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول ﴿۵﴾ وماخوذ ہیں مقطوع ہوں خواہ مرسل نہ اُن کی مخالفت کی جائے نہ اُنہیں رَد کریں، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابوزکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ [۱] وحرز ثمین [۲] شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں: ﴿۶﴾

قداتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قداتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال [۲]

ولفظ الحرز لجواز العمل به فی فضائل الاعمال بالاتفاق [۳]۔

یعنی بیشک حفاظِ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ (ملخصاً)

فتح المبین (۹) بشرح [لا] الاربعین میں ہے:

لانه ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقه من العمل به، والالم یترتب علی العمل به مفسدة تحلیل ولاتحریم ولاضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغه عنی ثواب عمل فعمله حصل له اجره وان لم اکن قلته او کما قال واشار المصنّف رحمه اللّٰه تعالٰی بحکایة الاجماع علیٰ ماذکروه الی الرد علی من نازع فیه [۴] الخ

[ط] فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منه

[ط] تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا قال النووی طرقه کلها ضعیفه ۱۲ منه (م)

[لا] فی شرح الخطبة تحت قول المصنّف رحمه اللّٰه تعالٰی انی ارجوان یکون جمیع مافیه صحیحاً ۱۲ منه (م)

---

[۱] قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب — فصل الحادی والعشرون مطبوعہ دارصادر مصر ۱/۱۷۸

[۲] شرح اربعین للنووی — خطبۃ الکتاب — مصطفی البابی مصر ص ۴

[۳] حرز ثمین شرح مع حصن حصین — شرح خطبۂ کتاب — نولکشور لکھنؤ ص ۲۳

[۴] فتح المبین شرح الاربعین

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں اس لئے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی ﴾[1] جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں ﴾[2] اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کرلے اُس کا اجر اُسے حاصل ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع علما سے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے۔ الخ ﴾[3]

مقاصدِ (۱۰) حسنہ میں ہے:

قدقال ابن عبدالبر انهم يتساهلون فى الحديث اذاكان من فضائل الاعمال[1]۔

بے شک ابو عمر ابن عبدالبر نے کہا کہ علما حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔

امام (۱۱) محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

الضعيف غير الموضوع يعمل به فى فضائل الاعمال[2]۔

یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ امام (۱۲) ابوعمرو ابن الصلاح ومقدمہ (۱۳) جرجانیہ وشرح (۱۴) الالفیہ للمصنف وتقریب (۱۵) النواوی اور اس کی شرح تدریب (۱۶) الراوی میں ہے: ﴾[4]

واللفظ لهما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم التساهل فى الاسانيد الضعيفة ورواية ماسوى الموضوع من الضعيف والعمل به من غيربيان ضعفه فى فضائل الاعمال وغيرهما ممالاتعلق له بالعقائد والاحكام وممن نقل عنه ذلك ابن حنبل وابن مهدى وابن المبارك قالوا اذارويناً فى الحلال والحرام شددنا واذارويناً فى الفضائل ونحوها تساهلنا[3] اه ملخصاً۔

محدثین وغیرہم علما کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد واحکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل وامام عبدالرحمٰن بن مہدی وامام

---

[4] ذکرہ فی مسالۃ تقدیم الاورع ۱۲ منہ (م)
صاحب ورع وتقویٰ کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] المقاصد الحسنۃ — زیر حدیث من بلغه عن الله الخ — مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت — ص ۴۰۵
[2] فتح القدیر — باب الامامۃ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۳۰۳
[3] تدریب الراوی — قبیل نوع الثالث والعشرون — مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور — ۱/۲۹۸

عبداللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول ہے وہ فرماتے جب ہم حلال وحرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اھ ملخصاً۔

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مھدی وغیر واحد (یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح (۱۷) نے فتح المغیث میں امام (۱۸) احمد وامام (۱۹) ابن معین وامام ابن (۲۰) المبارک وامام (۲۱) سفیان ثوری وامام (۲۲) ابن عیینہ وامام (۲۳) ابوزکریا عنبری وحاکم (۲۴) وابن عبدالبر (۲۵) کے اسماء واقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن (۲۶) عدی نے کامل اور خطیب (۲۷) نے کفایہ میں اس کے لئے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ وافادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔

تذییل کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہلِ حق سے موافق ہیں، مولوی خرم (۲۸) علی رسالہ ع ط دعائیہ میں لکھتے ہیں:

ضعاف درفضائلِ اعمال وفیمانحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است[۱] الخ

فضائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کررہے ہیں اس میں باتفاق علماء ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے ۔ الخ (ت)

مظاہر (۲۹) حق میں راوی حدیث صلاۃ اوّابین[۲] کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کرکے لکھا: ''اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے[۲]'' الخ

اُسی (۳۰) میں حدیث فضیلتِ شبِ برات کی تضعیف امام بخاری سے نقل کرکے کہا: ''یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیثِ ضعیف پر فضائلِ اعمال میں باتفاق جائز ہے[۳] الخ''

افادہ ہفدہم فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے[۳] حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لئے بس ہے۔ امام (۳۱) شیخ الاسلام ابوزکریا نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہ کتاب ط الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ع۔۱ نقل ھذہ العبارات الثلثة محقق اعصارنا وزینة امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبدالقادر البدایونی ادام اللہ تعالی فیوضہ فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام ۱۲ منه (م)

یہ تینوں عبارات ہمارے دور کے عظیم محقق اور ہمارے ملک کی زینت تاج الفحول محب الرسول مولانا مولوی عبدالقادر بدیوانی ادام اللہ فیوضہ نے اپنی کتاب "سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام" میں ذکر کی ہیں ۱۲منہ (ت)

ط اول الکتاب ثالث فصول المقدمة ۱۲منه (م)

یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲منہ (ت)

[۱] رسالہ دعائیہ مولوی خرم علی

[۲] مظاہر حق باب السنن وفضائلها مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۱/۲۶۶

[۳] مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوۃ شریف باب قیام شہر رمضان مطبوعہ دارالاشاعت کراچی ۱/۸۴۳

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا[۱]۔

محدثین وفقہا وغیرہم علما نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔[۱]

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد الفضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ ندیہ شرح (۳۳) طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائے، امام (۳۴) فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر[ط] میں فرماتے ہیں:

الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[۲] (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہوجاتا[۲] ہے) علامہ (۳۵) ابراہیم حلبی غنیہ[لا] المستملی فی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں:

(یستحب ان یمسح بدنه بمندیل بعدالغسل) لماروت عائشة رضی اللّٰه تعالٰی عنها قالت کان للنبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم خرقة یتنشف بها بعدالوضوء رواه الترمذی وھو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل[۳]۔

(نہا کر رومال سے بدن پونچھنا مستحب ہے جیسا کہ ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضاء مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیثِ مسح گردن کا ضعف بیان کرکے فرماتے ہیں:

الضعیف یعمل به فی الفضائل الاعمال اتفاقا ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبة مستحب او سنة[۴]۔

[ط] اواخر الفصل الثانی من باب الاول ۱۲ منه (م)
باب اول کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[ط] قبیل فصل فی حمل الجنازة ۱۲ منه (م)
فصل فی حمل الجنازہ سے تھوڑا پہلے اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[لا] فی سنن الغسل ۱۲ منه رضی اللّٰه تعالٰی عنه (م)
سنن غسل میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[لا] نقله بعض العصریین وھو فیما نری ثقة فی النقل[ط] منه (م)

---

[۱] کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۷
[۲] فتح القدیر فصل فی الصلاۃ علی المیت مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۹۵
[۳] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی سنن الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے اسی لئے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام جلیل سیوطی طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا میں فرماتے ہیں:

استحبه ابن الصلاح وتبعه النووی نظر الی ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل الاعمال [۲]۔

تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ (۳۸) محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ انموذج العلوم میں فرماتے ہیں:

الذی یصلح للتعویل علیه ان یقال اذا وجد حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لایحتمل الحرمة والکراهیة یجوز العمل به ویستحب لانه مامون الخطر ومرجو النفع [۳]۔

اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت وکراہت کے قابل نہ ہو تو اُس حدیث پر عمل جائز ومستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی اُمید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت وکراہت کا محل نہیں اور نفع کی اُمید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی ہے اگرچہ ضعیف ہی سہی۔

اقول وباللہ التوفیق [۱] بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے [۲] ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت وانعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت [۳]، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا [۴]، تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو مترجح مانیے کہ حدیث کی طرف اسناد محقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو [۵] اور یہی معنی استحباب ہے [۶]، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی وعلامہ قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل ومثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجۂ ترقی واولویت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہوتا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجۂ اولیٰ اس کے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد وبالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب وهذا ظاهر لیس دونه حجاب

م۱ نقله العلامة شهاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباجة حیث روی المصنف رحمة اللّٰه تعالی بسنده الی ابی داود حدیث من سئل عن علم فکتمه الحدیث وللمحقق ههنا کلام طویل نقله الشارح ملخصا ونازعه بماهو منازع فیه والوجه مع المحقق فی عامة ماذکروا ولولا خشیة الاطالة لاتینا بکلاهما مع ماله وعلیه ولکن سنشیر ان شاء اللّٰه تعالی الی احرم یسیر یظهر بها الصواب بعون الملک الوهاب ۱۲ منه رضی اللّٰه تعالی عنه (م)

۱؎	موضوعات کبیر	حدیث مسح الرقبۃ	مطبوعہ مجتبائی دہلی	ص ۶۳
۲؎	الحاوی للفتاوی خفیا		دار الفکر بیروت	۲/۱۹۱
۳؎	نسیم الریاض شرح شفا	دیباجہ	مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان	۱/۴۳

(اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ت) حلیہ (۳۹) شرح ط منیہ میں فرماتے ہیں:

الجمھور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علی انتفائھا کمافیما نحن فیہ اجدر[1]۔

جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام (۴۰) ابوطالب مکی قوت القلوب ۲ میں فرماتے ہیں:

الحدیث اذالم ینافہ کتاب اوسنۃ وان لم یشھد الہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ، فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[2]۔

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے، تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالفِ اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس امر میں کتاب وسنت واجماعِ اُمت کی کچھ مخالف نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے،

اقول اماقولہ قدس سرہ "یوجب" فکانہ یرید التاکد کماتقول لبعض اصحابك حقك واجب علی فقال فی الدرالمختار ۳ لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم[3] اوان ملمحہ الٰی ماعلیہ السادات المجاھدون من الائمۃ والصوفیۃ قدسنا اللّٰہ تعالٰی باسرارھم الصفیۃ من شدۃ تعاھدھم للمستحبات کانھا من الواجبات وتوقیھم عن المکروھات بل وکثیر من المباحات کانھن من المحرمات اوان ھذا ھو الذھب عندہ فانہ قدس

---

۱ سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ نہ (م)
سنن غسل میں رومال کے مسئلہ میں اسی کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۲ فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ (م)
اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۳ آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)
باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفصیل الاخبار مطبوعہ المطبعۃ المبنیۃ مصر ۱/۱۷۷

[3] درمختار باب العیدین مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۷

سرھما فیما نری من المجتھدین و حق لہ ان یکون منھم کماھو شان جمیع الواصلین الی عین الشریعۃ الکبری وان انتسوا ظاھرا الی احد من ائمۃ الفتوی [1] کمابینہ ۔ [ط] العارف باللہ سیدی عبدالوھاب شعرانی فی المیزان واللہ تعالٰی اعلم بمراد اھل العرفان۔

اقول امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے [1] پس ان کی اتباع واجب ہے [2] (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسلک کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات ائمہ وصوفیہ (اللہ تعالٰی ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات [3] کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات [4] ہیں یا یہ ان (ابوطالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین [5] میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتوی کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف [6] باللہ سیّدی عبدالوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالٰی اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر جانتا ہے [7]۔ (ت)

افادۂ ہیجدہم ۱۸ (خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے) جان برادر اگر چشم [8] بینا اور گوش شنوا [9] ہے تو تصریحاتِ علماء درکنار خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے [10] اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعمق وتدقق راہ نہ پائے [11] ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون۔ بگوشِ ہوش سنیئے [12] اور الفاظِ احادیث پر غور کرتے جایئے [13] حسن بن عرفہ اپنے جزء حدیثی اور ابوالشیخ مکارم الاخلاق میں سیّدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما اور دارقطنی اور موہبی کتاب فضل العلم میں سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور کامل جحدری اپنے نسخہ میں اور عبداللہ بن محمد بغوی اُن کے طریق سے اور ابن حبان اور ابوعمر بن عبدالبرکات کتاب العلم اور ابواحمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور سیّدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں:

من بلغہ عن اللہ عزوجل شیئ فیہ فضیلۃ فاخذ بہ ایمانابہ ورجاء ثوابہ اعطاہ اللہ تعالٰی ذلک وان لم یکن کذلک [2]۔

[ط] فی فصل فان قال قائل فھل یجب عندکم علی المقلد الخ وفی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعۃ المطھرۃ الخ وفی غیرھما ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲۲/۱

[2] کنزالعمال بحوالہ حسن بن عرفہ فی جزء حدیثی حدیث ۴۳۱۳۲ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷۹۱/۱۵

جسے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور اُس کے ثواب کی اُمید سے اُس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اُسے وہ فضیلت عطا فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

یہ لفظ حسن کے ہیں، اور دار قطنی کی حدیث میں یوں ہے:

اعطاه اللّٰه ذلك الثواب وان لم يكن مابلغه حقا [1]۔

اللہ تعالیٰ اسے وہ ثواب عطا کرے گا اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ ہو۔

ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:

كان مني اولم يكن [2] (چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو)

ابن عبداللہ کے لفظ یوں ہیں:

وان كان الذي حدثه كاذبا [3] (اگرچہ اس حدیث کا راوی جھوٹا ہو)

امام احمد وابن ماجہ وعقیلی سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماجاء كم عني من خير قلته اولم اقله فاني اقوله وماجاء كم عني من شرفاني لااقوال الشر [4]۔

تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بری بات کی خبر پہنچے تو میں بری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں:

ماقيل من قول حسن فانا قلته [5]۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یوں ہے:

خذوابه حدثت به اولم احدث به [6]۔

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں۔

وفي الباب عن ثوبان مولى رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضي اللّٰه تعالى عنهم

---

[1] كتاب الموضوعات — باب من بلغه ثواب عمل فعمل به — // — دارالفکر — // — ۱۵۳/۳

[2] كتاب الموضوعات — باب من بلغه ثواب عمل فعمل به — // — دارالفکر — // — ۱۵۳/۳

[3] مکارم الاخلاق لابی الشیخ

[4] مسند امام احمد بن حنبل — مرویات ابی ہریرہ — مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۶۷

[5] سنن ابی ماجہ — باب اتباع السنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — مطبوعہ مجتبائی لاہور — ص ۴

[6] کنز العمال بحوالہ عق الاکمال من روایۃ الحدیث، حدیث ۲۹۲۱۰ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۲۲۹

(اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے۔ت)

خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی:

رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فی البحر فقلت بابی انت وامّی یارسول اللّٰہ انہ قدبلغنا عنك انك قلت من سمع حدیثا فیہ ثواب فعمل بذلك الحدیث رجاء ذلك الثواب اعطاہ اللّٰہ ذلك الثواب وان کان الحدیث باطلا فقال ای ورب ھذہ البلدۃ انہ لمنی واناقلتہ[1]۔

میں نے حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سُنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس حدیث پر بامیدِ ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے سب کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے فرمائی ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابویعلٰی اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغہ عن اللّٰہ تعالٰی فضیلۃ فلم یصدق بھالم ینلھا[2]۔

جسے اللہ تعالٰی سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اُس فضل سے محروم رہے۔

ابوعمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا:

اھل الحدیث بجماعتھم یتساھلون فی الفضائل فیرودونھا عن کل وانما یتشددون فی احادیث الاحکام[3]۔

تمام علمائے محدثین احادیثِ فضائل میں نرمی فرماتے ہیں اُنہیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں احادیثِ احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہئے نیک نیتی سے اس پر عمل کرلے اور تحقیقِ صحتِ حدیث ونظافتِ سند کے پیچھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائیگا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء وامید کے کوئی معنے نہیں۔

فقول الحدیث وان لم یکن مابلغہ حقا ونحوہ انما یعنی بہ فی نفس الامر لابعد العلم بہ وھذا واضح جدا فتثبت ولاتزل۔

---

[1] فوائد خلعی

[2] مسند ابویعلٰی انس بن مالک حدیث ۳۴۳۰ مطبوعہ دار القبلہ للثقافۃ الاسلامیہ جدہ سعودی عرب ۳/ ۳۸۷

[3] کتاب العلم لابن عبدالبر

تو حدیث کے یہ الفاظ" اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی وہ حق نہ ہو" یا اس کی مثل دوسرے الفاظ" اس سے مراد نفس الامر ہے نہ کہ بعداز حصول علم"۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو۔ (ت)

اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی بی (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) (رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ والحاکم بمعناہ عن انس بن مالک) اسے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معنًا اسے روایت کیا۔ ت)

دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے: "فلیظن بی ماشاء [2]" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے بسندِ صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے: "ان ظن خیر افلہ وان ظن شرافلہ [3]" (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لئے بھلائی ہے اور برا گمان کرے گا تو اس کے لئے برائی) رواہ الامام احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام احمد نے سندِ حسن سے صحیح قول پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور اس کی مثل طبرانی نے اوسط اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عز جلالہ سے اُس نفع کی امید رکھی تو مولٰی تبارک وتعالٰی اکرم الاکرمین ہے اُس کی اُمید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو [1]۔ واللہ الحمد فی الاولٰی والاٰخرۃ۔

افادۂ نوزدہم ۱۹ (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وباللہ التوفیق، عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذوب قدیصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمۂ امام ابوعمر تقی الدین شہرزوری میں ہے:

اذاقالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانہ کذب فی نفس الامراذ قدیکون صدقا فی نفس

---

[1] صحیح مسلم کتاب التوبہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۴/۲

[2] المستدرک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والانابۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۲۴۰/۴

[3] مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ ؍؍ بیروت ۳۹۱/۲

الامر وانما المراد به لم یصح اسناده علی الشرط المذکور[1]

محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لئے کہ حدیث غیر صحیح بھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لئے مقرر کی ہے[1]۔

تقریب وتدریب میں ہے:

اذاقیل حدیث ضعیف، فمعناه لم یصح اسناده علی الشرط المذکور لانه کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب [2] اھ ملخصا۔

اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹے نے سچ بولا ہو اھ ملخصا

(تصحیح وتضعیف صرف ظاہر نظر پر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو وبالعکس) محقق حیث اطلق نے فتح میں فرماتے ہیں:

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما هو باعتبار السند ظنا امافی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحة الضعیف [3]

حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو[3]۔

اسی فتح میں ہے:

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل لالم یثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحدیث مع تجویز کونه صحیحاً فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینة تحقق ذلك، وان الراوی الضعیف اجاد فی هذا المتن المعین فیحکم به [4]

ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں اُن پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو[4]، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے:

ط: مسألة التنفل قبل المغرب ١٢ منه (م)

ط: مسألة السجود علی کور العمامة ١٢ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

[1] مقدمہ ابن الصلاح — النوع الاول فی معرفة الصحیح — فاروقی کتب خانہ ملتان — ص ٨

[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی — النوع الاول الصحیح — مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ١/٧٥تا٧٦

[3] فتح القدیر — باب النوافل — مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ١/٣٨٩

[4] ؍؍ — باب صفة الصلاة — ؍؍ ؍؍ ؍؍ ١/٢٦٦

المحققون علی ان الصحۃ والحسن والضعف انما ھی من حیث الظاھر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعا وعکسہ کذا افادہ الشیخ ابن حجر المکی۔

محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ فرمایا ہے۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف ونامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب، عرفائے رب، ائمہ عارفین، سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم الجلیلہ ونور قلوبنا بانوارہم الجمیلہ انہیں مقبول ومعتمد بناتے[2] اور بصیغ جزم وقطع حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علما اپنے زبر ودفاتر میں کہیں نہ پاتے، اُن کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار اُلٹے باعث طعن ووقیعت وجرح واہانت ہوجاتے[3]، حالانکہ العظمۃ للہ وعباداللہ ان طاعنین[4] سے بدرجہا اتقی اللہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالٰی سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالٰی کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت احتیاط کرنے والے تھے۔ت) تھے۔ ولکن

کل حزب بمالدیھم فرحون[2]، وربک اعلم بالمھتدین[3]۔

اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔(ت)

میزان[م۱] مبارک میں حدیث:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم[4]۔

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتدا کروگے ہدایت پاؤگے۔(ت)

کی نسبت فرماتے ہیں:

ھذا الحدیث وان کان فیہ مقال عندالمحدثین فھو صحیح عند اھل الکشف[5]۔

م۱ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق ھذہ المیزان ۱۲ منہ (م)

---

[1] موضوعات کبیر لملا علی قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شیئ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۶۸

[2] القرآن ۲۳/۵۳و ۳۰/۳۲

[3] القرآن ۶۸/۷و ۱۶/۱۲۵و ۶/۱۱۷

[4] المیزان الکبرٰی فصل فان ادعٰی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰

[5] المیزان الکبرٰی فصل فان ادعٰی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰

اس حدیث میں اگر چہ محدثین کو گفتگو ہے مگر وہ اہل کشف ﷺ[1] کے نزدیک صحیح ہے۔

کشف ۔ الغمہ عن جمیع العثمہ میں ارشاد فرمایا:

کان صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یقول من صلی علی طھر قلبہ من النفاق، کمایطھر الثوب بالماء، وکان صلی اللّٰہ تعالٰی یقول من قال صلی اللّٰہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمۃ، والقی اللّٰہ محبتہ فی قلوب الناس فلایبغضہ الامن فی قلبہ نفاق، قال شیخنا رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ ھذا الحدیث والذی قبلہ روینا ھما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلاۃ والسلام عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلٰی درجات الصحۃ وان لم یثبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحھم[1]۔

حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے جو کہے "صلی اللّٰہ علی محمد" اس نے ستر ۷۰ دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عزوجل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انہوں نے سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام، اُنہوں نے حضور پُرنور سیّد الانام علیہ افضل الصلاۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلٰی درجہ کی صحیح ہیں اگر چہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر اُنہیں ثابت نہ کہیں۔

نیز میزان ﷺ شریف میں اپنے شیخ سیّدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

کمایقال عن جمیع مارواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتھی سندہ الی حضرت الحق جل وعلا فکذلک یقال فیمانقلہ اھل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ[2]۔

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچتی ہے یونہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف ﷺ[2] والوں نے نقل فرمایا اُس کے حق میں یہی کہا جائیگا۔

بالجملہ اولیا کے لئے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلٰی ہے ولہذا حضرت سیّدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالٰی عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے:

ﷺ آخر المجلد الاول باب جامع فضائل الذکر اخر فصل الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ

ﷺ فصل فی بیان استحالۃ خروج شئ من اقوال المجتھدین عن الشریعۃ ۱۲ منہ

---

[1] کشف الغمۃ عن جمیع الامۃ فصل فی الامر بالصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۴۵

[2] المیزان الکبرٰی فصل فی استحالۃ خروج شئ من اقوال المجتہدین الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۵

قد اخذتم علمکم میتا عن میت واخذنا علمنا عن الحی الذی لایموت [1]۔

تم نے اپنا علم سلسلۂ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم حی لایموت سے لیا ہے﴾ [1]۔

نقله سیدی الامام الشعرانی فی کتابه المبارك الفاخر الیواقیت والجواهر اخر المبحث السابع والاربعین۔

اسے سیدی امام شعرانی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب الیواقیت والجواہر کی سینتالیس بحث کے آخر میں ذکر کیا ہے۔(ت)

حضرت سیدی امام الکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں،

کماذکره فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات المکیة الشریفة الالٰهیة الملکیة ونقله فی الیواقیت هنا [2]۔

جیسا کہ انہوں نے فتوحات المکیۃ﴾ [2] الشریفۃ الالٰہیۃ الملکیۃ کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور الیواقیت میں اس مقام پر اسے نقل کیا ہے۔(ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر ۷۵ بار بیداری میں جمالِ جہاں آرائے حضور پرنور سید الانبیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بہرہ در ہوئے﴾ [3] بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تحقیقاتِ حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقۂ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی﴾ [4] جس کا بیان [3] عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان [ط] الشریعۃ الکبرٰی میں ہے من شاء فلیتشرف بمطالعة (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ت) یہ نفیس وجلیل فائدہ کہ بمناسبت مقام بحمداللہ تعالٰی نفع رسانی برادرانِ دین کے لئے حوالۂ قلم﴾ [5] ہوالوحِ دل پر نقش کرلینا چاہئے﴾ [6] کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم﴾ [7]

خلیلی قطاع الفیافی الی الحمی

کثیر وارباب الوصول قلائل

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ت)

بات دُور پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن وجرح ہوں اُن کے سبب بطلانِ حدیث پر جزم نہیں ہوسکتا ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی اُمید پاتا ہے اُس فعل کو بجالاتا ہے دین ودنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں

[ط] فی الفصل المذکور قبل مامر بنحوه صفحة ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه (م)

[1]	الیواقیت والجواہر	باب الثالث والسابع والاربعین	//	//	۹۱/۲
[2]	// //	// // //	//	//	۸۸/۲
[3]	المیزان الکبرٰی	فصل فی استحالۃ خروج شیئ الخ	//	//	۴۴/۱

پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایکدست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان ﴿ فافھم و تثبت و لاتکن من المتعصبین[1] (اسے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم راہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت عزیزی و ضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لئے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں سونے کی موصلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں سحق بلیغ کرکے پینا تجویز فرمایا ہے ﴿[2] تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اُس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کرلے اس کا استعمال طباً حرام جانے ﴿[3] بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لئے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ﴿[4] ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں ڈھوڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا ﴿[5] نہ عراق تنقیح سے تریاق تصحیح ہاتھ آئے گا نہ یہ مار گزیدہ دوا ﴿[6] پایگا، بعینہ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہٖ صحیح ہے فبہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا ﴿[7]، ھل تربصون بنا الا احدی الحسنیین[1] (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو ۲ خوبیوں میں سے ایک کا۔ت)

افادۂ بستم ۲۰ (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو ﴿[8]) مقاصد شرع ﴿[9] کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالٰی و نیز تقریر فقیر مذکور افادۂ سابقہ ﴿[10] پر نظر صحیح کرے گا ان انوار متجلیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینۂ دل میں مرتسم ﴿[11] ہوگا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی ضرورت نظر آئے گی بلاشبہہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزع و تورع کی طرف بلائے گا ﴿[12] کہ آخر مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا:

کیف وقد قیل[2] (کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دع مایربک الی مالا یریبک[3]۔

اقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی

---

[1] القرآن ۹/۵۲

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

[3] مسند احمد بن حنبل مسند اہلبیت رضوان اللہ علیہم اجمعین ؍؍ دارالفکر بیروت ۱/۲۰۰

وغدغہ نہیں"۔

رواہ الامام احمد وابوداود الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیح" والنسائی وابن حبان والحاکم "وصححاہ" وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن بن علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما بسند قوی وابو نعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما۔

اسے امام احمد، ابوداود طیالسی، دارمی، ترمذی، نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن امام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کیا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورثِ ظن نہ ہو مورث شبہہ سے تو کم نہیں تو محلِ احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق ہے ۲۸۳ علم احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل واعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اتقی الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی حول الحمی یوشک ان ترتع فیہ الاوان لکل ملک حمی الاوان حمی اللّٰہ محارمہ[1]۔

جو شبہات سے بچے اُس نے اپنے دین وآبرو کی حفاظت کرلی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے رمنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرائے، سُن لو ہر پادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے، سُن لو اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔

رواہ الشیخان عن النعمان بن بشر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما۔

اسے بخاری ومسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

امام ابنِ حجر مکّی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا:

رجوعہما الی شیئ واحد وھو النہی التنزیہی عن الوقوع فی الشبہات[2]۔

یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ کی بات میں پڑنا خلاف اولٰی ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم[3]۔

---

[1] صحیح البخاری — باب فضل من استبرأ لدینہ — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ص ۱۳
مسلم شریف — باب اخذ الحلال وترک الشبہات — ؍؍ — ؍؍ — ۲؍۲۸

[2] فتح المبین شرح اربعین

[3] القرآن ۴۰؍۲۸

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر سچا ہوا تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔[۱]

بحمداللہ تعالٰی یہ معنی ہیں ارشاد امام ابوطالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب[ف] شریف میں فرمایا:

ان الاخبار الضعاف غیر مخالفة الکتاب والسنة لایلزمنا ردھا بل فیھا مایدل علیھا۔[۱]

ضعیف حدیثیں جو مخالفِ کتاب وسنّت نہ ہوں اُن کا رَد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن وحدیث اُن کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارۂ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض[ف] میں فرمایا:

امـا الاحـکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والاطلاق وغیر ذلك فلایعمل فیھا الا بالحدیث الصحیح اوالحسن الاان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذلك کما اذاورد حدیث ضعیف بکراھة بعض البیوع اوالانکحة فان المستحب ان یتنزہ عنه ولکن لایجب۔[۲]

یعنی محدثین وفقہاء وغیرہم علماء فرماتے ہیں کہ حلال وحرام بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث صحیح یاحسن ہی پر عمل کیا جائیگا مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔[۲]

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذاکان فیه احتیاط۔[۳]

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا جبکہ اُس میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ[ف] میں فرماتے ہیں:

الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامة یکرہ فی کل الصلوة لماروی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنه

ف: فی فصل الحادی والثلثین منه (م)

اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔(ت)

ف: فی شرح الخطبة حیث اسند الامام المصنّف حدیث من سئل عن علم فکتمه الحدیث منه

ف: فی فصل سنن الصلوٰة منه

۱؎ قوت القلوب باب تفصیل الاخبار الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱/۱۷۷

۲؎ نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ وفائدۃ مہمہ فی شرح الخطبۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۲

۳؎ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثانی والعشرون المقلوب ر ر دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱/۲۹۹

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال لبلال اذا انت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بين اذانك واقامتك قدر مايفرغ الاكل من اكله فی غیر ف ۱ المغرب والشارب من شربه والمعتصر اذادخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به فی مثل هذا الحكم ۱۔

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لئے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کر کھانیوالا کھانے سے (مغرب کے علاوہ میں) اور پینے والا پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث اگر چہ ضعیف ط ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے ۱۔

نفسہ (بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ:

من احتجم يوم الاربعاء ويوم السبت فاصابه برص فلايلومن الانفسه ۲۔

جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے پھر اُس کے بدن پر سپید داغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لآلی ملا وتعقبات لا میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے ہیں:

سمعت ابی يقول سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النيسابوری قال قلت يوما ان هذا الحديث ليس بصحيح فافتصدت يوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فی النوم فشكوت اليه حالی فقال اياك والاستهانة بحديثی فقلت تبت يارسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فانتهبت وقدعا فانی الله تعالى وذهب ذلك عنی ۳۔

ف قوله فی غير المغرب هكذا هو فی نسختی الغنية وليس عند الترمذی بل هو مدرج فيه نعم هو تاويل من العلماء كماقال فی الغنية بعد مانقلنا قالوا قوله قدر مايفرغ الاكل من اكله فی غير المغرب ومن شربه فی المغرب ۱۲ منه

ط امام ترمذی نے فرمایا: هو اسناد مجهول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲منہ (م)

ملا اواخر کتاب المرض والطب ۱۲منہ (م)
کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲منہ (ت)

لا باب الجنائز ۱۲منہ (م)
باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲منہ (ت)

---

۱ غنیۃ المستملی فصل سنن الصلاۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷۶-۳۷۷

۲ الکامل لابن عدی من ابتدأ اسمہ عین عبداللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ شیخوپورہ ۴/۱۴۴۶

۳ اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبعہ ادبیہ مصر ۲/۲۱۹

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی فوراً برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ایاك والاستهانة بحديثي[1] (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انہوں نے توبہ کی آنکھ کھلی تو اچھے تھے۔

جلیلہ (ہفتہ کے دن خوب لینے کے بارے میں) امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے، ہفتہ کا دن تھا غلام سے کہا حجام کو بُلا لا، جب وہ چلا حدیث یاد آئی پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے، غرض لگائے، برص ہوگئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فریاد کی، فرمایا:

ایاك والاستهانة بحديثي (دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا)

اُنہوں نے منت مانی اللہ تعالٰی اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملہ میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف، اللہ عزوجل نے شفا بخشی[2]۔ لآلی میں ہے:

اخرج ابن عساکر فی تاریخه من طریق ابی علی مهران بن هارون الحافظ الهازی قال سمعت ابامعین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من احتجم یوم السبت دویوم الاربعاء فاصابه وضح فلایلو من الانفسه قال ندعوت الغلام ثم تفکرت فقلت هذا حدیث فی استاده بعض الضعف نقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاه، فاحتجمت فاصا بنی البرص، فرأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فی النوم فشکوت الیه حالی فقال ایاك والاستهانة بحدیثی فنذرت للّٰه نذرالئن اذهب اللّٰه مابی من البرص لم اتهاون فی خبر النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم صحیحا کان اوسقیماناذهب اللّٰه عنی ذلك البرص[3]۔ (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ لفظ ' جلیلہ ' سے شروع ہوکر عربی عبارت سے پہلے ختم ہوجاتا ہے)

مفیدہ (بدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر میں) یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورثِ برص ہوتا ہے، بعض علما نے کتروائے، کسی نے بربنائے حدیث منع کیا، فرمایا حدیث صحیح نہیں فوراً مبتلا ہوگئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پرنور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور

ف تکو ما مر ۱۲ منہ (م)

لآلی میں اس عبارت کے قریب جو پہلے گزر چکی ہے۔ (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر ۲/ ۲۱۸

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبریٔ الاکمہ والابرص محی الموتیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کو پناہِ دو جہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا۔ (اھ)

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: "قص الاظفار وتقليمها سنة رورد النهي عنه في يوم الاربعاء وانه يورث البرص، وحكي عن بعض العلماء انه فعله فنهي عنه فقال لم يثبت هذا فلحقه البرص من ساعته فراى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في منامه فشكى اليه فقال له الم تسمع نهيي عنه، فقال لم يصح عندي، فقال صلى الله تعالى عليه وسلم يكفيك انه سمع، ثم مسح بدنه بيده الشريفة، فذهب مابه فتاب عن مخالفة ماسمع اه[1]۔" (نوٹ: اس عربی عبارت کا ترجمہ 'مفیدہ' ص۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے ختم ہو جاتا ہے) یہ بعض علما امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

وردفي بعض الآثار النهي عن قص الاظفار يوم الاربعاء فانه يورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفاره يوم الاربعاء، فتذكر ذلك، فترك، ثم راى ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم يصح عنده النهي فقصها، فلحقه اى اصابه البرص، فراى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم فقال الم تسمع نهيي عن ذلك، فقال "يارسول الله لم يصح عندي ذلك" فقال يكفيك ان تسمع، ثم مسح صلى الله تعالى عليه وسلم على بدنه فزال البرص جميعا، قال ابن الحاج رحمه الله تعالى فجددت مع الله توبة اني لااخالف ماسمعت عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ابداً[2]۔

بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتروانے والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحبِ مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انہوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انہیں یہ نہیں والی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کتروانا سنت ثابت ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہٰذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انہیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو نے نہیں سُنا کہ میں نے اس سے منع فرمایا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ حدیث میرے نزدیک صحیح نہ تھی، تو آپ نے فرمایا کہ تیرا سن لینا ہی کافی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جسم پر اپنا دستِ

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفا فصل واما نظافۃ جسمہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۳۴۴

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار فصل فی البیع ؍؍ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۴/۲۰۲

اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہوگیا۔ ابن الحاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت)

سبحان اللہ! جب محلِ احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں[1]، اور ان فوائد نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمد اللہ تعالٰی عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظِ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہیں فوراً تصدیقیں ظاہر ہوئیں، کاش منکر ان فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے[2]، آمین!

افادہ بست ۲۱ ویکم (حدیث ضعیف پر عمل کے لئے خاص اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں) بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لئے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لئے زنہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استحباب و تنزہ کے لئے ذریعہ کافیہ ہے[3]، افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوش ہوش استماع کیا ہے اُس پر یہ امر شمس وامس کی طرح واضح وروشن[4]۔ مگر از انجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاحِ حق کے لئے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن[5]۔

اوّلاً کلمات علمائے کرام میں باآنکہ طبقہ فطبقہ اُس جوش وکثرت سے آئے[6]، اس تقیید بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کرلینا کیونکر قابل قبول[7]۔

ثانیاً بلکہ ارشاداتِ علما صراحۃً اس کے خلاف[8]، مثلاً عبارت اذکار وغیرہا خصوصاً عبارت امام ابن الہمام جونص صریح ہے کہ ثبوتِ استحباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں[9]۔ اس استحباب وانکار وجوب کا منشا ہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیثِ صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب[10] اعلٰی واجل کلام امام ابوطالب مکی ہے اس میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا رد صریح فرمایا ہے[11] کہ "وان لم یشھد لہ" (اگرچہ کتاب وسنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

ثالثاً علمائے فقہ وحدیث کا عملدرآمد قدیم وحدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جابجا انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں[12]۔

اقول مثلاً:

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاۃ التسبیح کی نسبت برتقدیر تسلیم ضعف وجہالت امام زرکشی وامام سیوطی کے اقوال افادۂ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی[13] کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادۂ شانزدہم میں گزرا وہاں اس تقیید کے برعکس

حدیث ضعیف پر عمل کو فقدانِ صحت سے مشروط فرمایا ہے:

قال روی لحاکم عنه علیه الصلاة والسلام ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیار فان صح والافالضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال[1]

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشادگرامی ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول ہوجائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔ (ت)

(۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز و تکفین قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابوطالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیّدنا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ اُنہیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل کرلیں بعدہ میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا:

لیس فی ھذا ولافی شیئ من طرق علی حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرۃ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع[2]

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے ثابت ہوجاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب مندیل کی ﴿۱﴾ نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

(۷) استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علی مکی۔

(۸) استحباب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادہ ہفدہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامت کی نسبت علامہ حلبی کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحاوی کے اقوال افادۂ بستم میں زیور گوش سامعین ہوئے۔ یہ دس ۱۰ تو یہیں موجود ہیں اور خوف اطالت نہ ہوتو سو ۱۰۰ دوسو ۲۰۰ ایک ادنٰی نظر میں جمع ہوسکتے ہیں ﴿۲﴾ مگر ایضاح واضح میں اطناب تا کے ﴿۳﴾۔

رابعاً، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہفدہم و بستم ﴿۴﴾ کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلی ندا اُس کی لغویات بتاتے ہیں ﴿۵﴾ کمالا یخفی علی اولی النھی (جیسا کہ صاحب عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

[2] ″ فصل فی الصلاۃ علی المیت ″ ″ ۲/۹۵

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسألہ اجماعیہ کو محض لغو ومہمل کردے گا﴿[1] کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو﴿[2] اوران کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اوّلاً اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہوگا یا من حیث ہو مقتضی الصحیح﴿[3]، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل﴿[4]، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رَد کردیتا ہے﴿[5]؟ ھذا لایقول بہ جاھل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کرسکتا۔ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہوکر مدفوع کہ جب مصحح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر!

ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی﴿[6] بہرحال اس کا وجود عدم یکساں پھر معلوم بہ ہونا کہاں!﴿[7]

ثالثاً بعبارۃ اخری اظھر واجلی (ایک دوسری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر وواضح ہے۔ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو﴿[8] کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی﴿[9]، مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نورِ آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کہیں گے یا نورِ شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور در بارہ فضائل کافی ووافی﴿[10]۔

(تحقیق المقام وازاحۃ الاوھام)

ثمّ اقول تحقیق المقام وتنقیح المرام بحیث یکشف الغمام ویصرّف الاوھام، ان المسألۃ تدور بین العلماء بعبارتین العمل والقبول اما العمل بحدیث، فلایعنی بہ الا امتثال مافیہ تعویلا علیہ والجری علی مقتضاہ نظر الیہ ولابد من ھذا القید الاتری ان لوتوافق حدیثان صحیح وموضوع علی فعل ففعل للامر بہ فی الصحیح، لایکون ھذا عملا علی الموضوع، واما القبول فھووان احتمل معنی الروایۃ من دون بیان الضعف، فیکون الحاصل ان الضعیف یجوز روایتہ فی الفضائل مع السکوت عمافیہ دون الاحکام لکن ھذا المعنی علی تقدیر صحۃ انما یرجع الی معنی العمل کیف ولامنشاء لایجاب اظھار الضعف فی الاحکام الاالتحذیر عن العمل بہ حیث لایسوغ فلولم یسغ فی غیرھا ایضا لکان ساوٰھا فی الایجاب فدار الامر فی کلتا العبارتین الی تجویز المشی علی مقتضی الضعاف فی مادون الاحکام فاتضح مااستدللنا بہ خامسا وانکشف الظلام ھذا ھو

التحقیق بیدان ھھنا رجلین من اھل العلم زلت اقدام اقلامھما فحملا العمل والقبول علی مالیس بمراد ولاحقیقا بقبول۔

(تحقیق مقام وازالۂ اوہام)

ثمّ اقول اب ہم تحقیق مقام اور وضاحتِ مقصد کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک وشبہات ختم ہوجائیں گے اور وہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء دو۲ طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ﴿۱ اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں ﴿۲ اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع پر عمل نہ ہوگا قبول بالحدیث پر ہے ﴿۳ کہ اگرچہ ضعف بیان کئے بغیر اور روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں ﴿۴ اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے ﴿۵، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب وضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے ﴿۶ کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل واحکام دونوں برابر ہوجائیں گے ﴿۷۔ خلاصہ یہ کہ دونوں عبارتوں میں اس امر پر دلیل کے غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے ﴿۸۔

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہوگیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو۲ اہل علم ایسے ہیں جنکے قلم کے قدم پھسل گئے، انہوں نے عمل بالحدیث اور قبول بالحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں ﴿۹۔ (ت)

احدھما العلامة الفاضل الخفاجی رحمه اللّٰه تعالٰی حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوھم بظاھر کلامه ان محله ماذاروی حدیث ضعیف فی ثواب بعض الامور الثابت استحبابھا والترغیب فیه اوفی فضائل بعض الصحابة اوالاذکار المأثورة قال ولاحاجة الی لتخصیص الاحکام والاعمال کماتوھم للفرق الظاھر بین الاعمال وفضائل الاعمال [1] اھ

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی ہیں انہوں نے محقق دوانی کے رَد کا ارادہ کیا اور انہیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہوگیا کہ اس کا محل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت ہو اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہا: احکام واعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

[1] نسیم الریاض تتمة وقاعدة مھمة فی الخطبة مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۴۳

اقول لولا ان الفاضل المدقق خالف المحقق لکان لکلامه معنی صحیح، فان الثبوت اعم من الثبوت عینا اوباندراج تحت اصل عام ولواصالة الاباحة فان المباح یصیر بالنیة مستحبا و نحن لاننکران قبول الضعاف مشروط بذلك کیف ولولاه لکان فیه ترجیح الضعیف علی الصحیح وهو باطل وفاقا، فلواراد الفاضل هذا المعنی لاصاب ولسلم من التکرار فی قوله اوالاذکار الماثورة لکنه رحمه اللّٰه تعالٰی بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقدکان المحقق انما عول علی هذا المعنی الصحیح حیث قال المباحات تصیر بالنیة عبادة فکیف مافیه شبهة الاستحباب لاجل الحدیث الضعیف والحاصل ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ایضا معلوم من القواعد الشرعیة الدالة علی استحباب الاحتیاط فی امرالدین فلم یثبت شیئ من الاحکام بالحدیث الضعیف بل اوقع الحدیث شبهة الاستحباب فصار الاحتیاط ان یعمل به فاستحباب الاحتیاط معلوم من قواعد الشرع اِہ ملخصا فالظاهر من عدم ارتضائه انه یرید الثبوت عینا بخصوصه ویؤیده تشبثه بالفرق بین الاعمال وفضائلها فان اراده فهذه جنود براهین لاقبل لاحدبها وقداتاك بعضها۔

اقول کاش فاضل مدقق محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگر چہ اباحت کی اصل پر ہو ﴿ کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہوجاتا ہے ﴾[۲] اور ہم قبول ضعاف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہوتو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے، اگر فاضل مدقق بھی یہی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول "او الاذکار الماثورۃ" کے تکرار سے محفوظ ہوجاتے، لیکن فاضل رحمۃ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال ہوگا جس کے استحباب ﴿[۳] میں حدیث ضعیف کی وجہ سے شبہ ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے جو امر دین میں

ف ویکدره ایضا علی ماقیل لغایرة العلماء بین فضائل الاعمال والترغیب علی ماهو الظاهر من کلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال وسائر فنون الترغیب والترهیب وسائر مالاتعلق له بالاحکام والعقائد هذا توضیح ماقیل، اقول بل المراد بفضائل الاعمال الاعمال التی هی فضائل تشهد بذلك کلمات العلماء المارة فی الافادة السابعة عشر کقول الغنیة والقاری والسیوطی وغیرهم کمالایخفی علی من له اولی مسکة ۱۲منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ فضائلِ اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں، ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائلِ اعمال اور ترغیب وترہیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام وعقائد سے نہیں ہے یہ ماقیل کی وضاحت ہے اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائلِ اعمال ہیں جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ سترھویں ۱۷ افادہ میں گزرا مثلاً غنیۃ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال اور یہ بات ہر اس شخص پر مخفی نہیں جس میں ادنٰی سا شعور ہو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[۱] انموذج العلوم للدوانی

احتیاطاً استحباب پر دال ہیں [1]، پس احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا بلکہ حدیث استحباب کا شبہ پیدا کردے گی لہذا احتیاطاً اسی پر عمل کرنا ہوگا [2] اور احتیاطاً استحباب پر عمل قواعد شرع سے معلوم ہوا ہے [3] اھ ملخصا ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صرف یقینی لیا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے [4] اگر انہوں نے یہی مراد لیا ہے تو یہ دلائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

علی انی اقول اذن یرجع معنی العمل بعد الاستقصاء التام الی ترجی اجر مخصوص علی عمل منصوص ای یجوز العمل بشئ مستحب معلوم الاستحباب مترجیا فیه بعض خصوص الثواب لورود حدیث ضعیف فی الباب، فالآن نسألکم عن هذا الرجاء اهو کمثله بحدیث صحیح ان وردام دونه، الاول باطل فان صحة الحدیث بفعل لایجبر ضعف ماوردفی الثواب المخصوص علیه وعلی الثانی هذا القدر من الرجاء یکفی فیه الحدیث الضعیف فای حاجة الی ورود صحیح بخصوص الفعل نعم لابد ان یکون ممایجیز الشرع رجاء الثواب علیه وهذا حاصل بالاندراج تحت اصل مطلوب اومباح مع قصد مندوب فقد استبان ان الوجه مع المحقق اللدوانی واللّٰه تعالٰی اعلم۔

علاوہ ازیں میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد اب عمل کا معنی عمل منصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے [5] یعنی شئ مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہوگا اس لئے کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے [6] اب ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی ہے پہلی صورت باطل ہے [7] کیونکہ صحتِ حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں ہوسکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لئے وارد ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لئے حدیث ضعیف ہی کافی ہے [8] تو ثواب کسی مخصوص فعل کے لئے حدیث صحیح کے وارد ہونے کی ضرورت نہ رہی، ہاں یہ بات ضروری ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا تو واضح ہوگیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ثانیهما بعض من تقدم الدوانی زعم ان مراد النووی ای بمامر من کلامه فی الاربعین والاذکار انه اذاثبت حدیث صحیح اوحسن فی فضیلة عمل من الاعمال تجوز روایة الحدیث الضعیف فی هذا الباب قال المحقق بعد نقله فی الانموذج لایخفی ان هذا لایرتبط بکلام النووی فضلا عن انیکون مراده ذلك، فکم بین جواز العمل واستحبابه وبین مجرد نقل الحدیث فرق، علی انه لولم یثبت الحدیث الصحیح و الحسن فی فضیلة

---

[1] انموذج العلوم للدوانی

عمل من الاعمال یجوز نقل الحدیث الضعیف فیھا، لاسیما مع التنبیه علی ضعفه ومثل ذلك فی کتب الحدیث وغیرہ شائع یشهدبه من تتبع ادنی تتبع اِاہ

ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اوراذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا حسن ثابت ہوتو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، محقق دوانی نے انموذج العلوم میں اسے نقل کرنے کے بعد لکھا مخفی نہ رہے کہ اس زعم کا امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں چہ جائیکہ یہ انکی مراد ﴿[1] ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل واستحباب عمل اور محض نقل حدیث کے درمیان بڑا فرق ہوتا ہے ﴿[2]، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہوتب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے ﴿[3]، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے ﴿[4] اوراس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اوراس بات پر ہروہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے اھ (ت)

اقول لااری احدا ممن ینتمی الی العلم ینتهی فی الغباوۃ الی حدیحیل روایة الضعاف مطلقا حتی مع بیان الضعف فان فیه خرقا لاجماع المسلمین وتاثیما بین لجمیع المحدثین وانما المراد الروایة مع السکوت عن بیان الوهن فقول المحقق لاسیما مع التنبیه علی ضعفه، لیس فی محله والآن نعود الی تزییف مقالته فنقول اوّلا هذا الذی ابدیج ان سلم وسلم لم یتمش الافی لفظ القبول کمااشرنا الیه سابقا فمجرد روایة حدیث لوکان عملا به لزم انیکون من روی حدیثا فی الصلاۃ فقد صلی اوفی الصوم فقدصام وهکذا مع ان الواقع فی کلام الامام فی کلاالکتابین انما هو لفظ العمل وهذا ماشار الیه الدوانی بقوله ان هذا لایرتبط الخ

اقول میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو ﴿[5] کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے ﴿[6]، لہٰذا مراد یہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہوتو درست ہے لہٰذا محقق دوانی کا قول "لاسیما مع التنبیه علی ضعفه" بجانہیں ﴿[7]۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں:

اولاً اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہواور اسے درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پیچھے اشارہ کرآئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہوتو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی، یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کرنیوالے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اوراسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لایرتبط الخ

وثانیا اقول قدبینا ان القبول انما مرجعه الی جواز العمل وحینئذ یکفی فی ابطاله دلیلنا المذکور خامسا

---

[1] انموذج العلوم للدوانی

مع ماتقدم۔

ثانیا میں کہتا ہوں کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جوازِ عمل ہے اتو اب اس کے اطبال کے لئے "خامسا" سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکور گفتگو کے کافی ہے۔

و ثالثا اذن یکون حاصل التفرقة ان الاحکام لایجوز فیها روایة الضعاف اصلا ولو وجد فی خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة ببیان الضعف اماما دونها کالفضائل فتجوز اذاصح حدیث فیه بخصوصه والالا الابیان وح ماذا یصنع بالوف مؤلفة من احادیث مضعفة رویت فی السیر والقصص والمواعظ والترغیب والفضائل والترهیب وسائر مالاتعلق له بالعقد والحکم مع فقدان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببیان الوهن وهذا ماشار الیه الدوانی بالعلاوة۔

ثالثا اب حاصل فرق یہ ہوگا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جائز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہومگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہوتو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزار ہا کتب کا کیا ہے گا جن میں ایسی احادیث ضعیفہ مروی ہیں جو سیر، واقعات، وعظ، ترغیب وترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ خاص اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو[2] اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جسکی طرف دوانی نے "علاوۃ" کیساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول دع عنك توسع المسانید التی تسند کل ماجاء عن صحابی، والمعاجیم التی توعی کل ماوعی عن شیخ بل والجوامع التی تجمع امثل مافی الباب ورده ان لم یکن صحیح السند هذا الجبل الشامخ البخاری یقول فی صحیحه حدثنا علی بن عبدالله بن جعفر ثنا معن بن عیسٰی ثنا اُبی بن عباس بن سهل عن ابیه عن جده

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو اس باب میں واردشدہ احادیث میں اعلٰی قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً حدیث کے عظیم پہاڑ امام بخاری اپنی صحیح میں کہتے ہیں ہمیں علی بن عبداللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عیسٰی نے حدیث بیان کی، ہمیں ابن عباس بن سہل نے اپنے باپ سے اپنے دادا سے حدیث بیان کی، فرمایا

قال کان للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی حائطنا فرس یقال له اللحیف[1] اه فی تذهیب التهذیب للذهبی ابی بن عباس بن سهل بن سعد الساعدی المدنی عن ابیه وابی بکر بن حزم وعنه معن القزاز

---

[1] صحیح البخاری — باب اسم الفرس والحمار — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۴۰۰

[2] "خ" سے بخاری، "ت" سے ترمذی اور "ق" سے قزوینی مراد ہے۔

وابن ابی فدیك وزید بن الحباب وجماعة [۱] قال الدولابی لیس بالقوی قلت وضعفه ابن معین وقال احمد منکر الحدیث [۲] اه وکقول الدولابی قال النسائی کمافی المیزان ولم ینقل فی الکتابین توثیقه عن احدوبه ضعف الدارقطنی هذا الحدیث لاجرم ان قال الحافظ فیه ضعف ـ ۱ قال ماله فی البخاری غیر حدیث واحد [۳] اه قلت فانما ۸ الظن بابی عبدالله انه انما تساهل لان الحدیث لیس من باب الاحکام والله تعالٰی اعلم۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے باغ میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام لحیف تھا،امام ذہبی نے تذہیب التہذیب میں لکھا کہ اُبی بن عباس بن سہلی بن سعد الساعدی مدنی نے اپنے والد گرامی اور ابر بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القزار، ابن ابی فدیک، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابنِ معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ بخاری میں اس ایک حدیث کے علاوہ اس کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابوعبداللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے تساہل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں ہے [۱]، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

ورابعاً اقول قدشاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواهد فالقول بمنعه فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحیح باطل صریح وح یرتفع الفرق وینهدم اساس المسئلة المجمع علیها بین علماء المغرب والشرق، لااقول عن هذا وذاك بل عن هذین الجبلین الشامخین صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطهما فی

---

[۱] قلت واما اخوه المهیمن فاضعف واضعف ضعفه النسائی والدارقطنی وقال البخاری منکر الحدیث ای فلاتحل الروایة عنه کمامر لاجرم ان قال الذهبی فی اخیه ابی انه واه ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (م)

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبدالمہیمن ہے اور وہ اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اسے اس کے بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] خلاصہ تذہیب التہذیب ترجمہ نمبر ۳۲۷ من اسمہ ابی ؍؍ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۱/ ۶۲

[۲] میزان الاعتدال فی نقدالرجال ترجمہ نمبر ۲۷۳ من اسمہ ابی ؍؍ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۷۸

نوٹ: تذہیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو ۲ کتابوں سے یہ نقل کیا ہے۔

[۳] تقریب التہذیب ذکر من اسمہ ابی مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۷

غیرالاصول قال الامام النووی فی مقدمة شرحه لصحیح مسلم عاب عائبون مسلما رحمه اللّٰه تعالٰی بروایته فی صحیحه عن جماعة من الضعفاء والمتوسطین الواقعین فی الطبقة الثانیة الذین لیسوا من شرط الصحیح ولاعیب علیه فی ذلك بل جوابه من اوجه ذکرها الشیخ الامام ابوعمرو بن الصلاح (الٰی ان قال) الثانی انیکون ذلك واقعا فی المتابعات والشواهد لافی الاصول وذلك بان یذکر الحدیث اولا باسناد نظیف رجاله ثقات ویجعله اصلا ثم اتبعه باسناد اخرا واسانید فیها بعض الضعفاء علی وجه التاکید بالمتابعة اولزیادة فیه تنبه علی فائدة فیما قدمه وقداعتذر الحاکم ابوعبداللّٰه بالمتابعة والاستشهاد فی اخراجه من جماعة لیسو من شرط الصحیح منهم مطر الوراق وبقیة بن الولید ومحمد بن اسحاق بن یساور وعبداللّٰه بن عمر العمری والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم فی الشواهد فی اشباه لهم کثیرین انتهی[1] وقال الامام البدر محمود العینی فی مقدمة عمدة القاری شرح صحیح البخاری یدخل فی المتابعة والاستشهاد روایة بعض العضعاء وفی الصحیح جماعة منهم ذکروا فی المتابعات والشواهد[2] اھ

رابعاً میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد ﷺ امیں احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے لہٰذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کے مطلقاً روایت کرنے کو منع کرنا صریحاً باطل ہے، اور اس صورت میں فرق مرتفع ہوجاتا ہے ﷺ[2] اور اس مسئلہ کی اساس جس پر علماءِ مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہوجاتی ہے یہ میں اس یا اُس (یعنی عام آدمی) کی بات نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پہاڑ بخاری و مسلم کی صحیحین کہ وہ اصول کے علاوہ میں اپنے شرائط سے بہت زیادہ تنزل میں آگئیں، امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں نے مسلم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی شرط پر نہیں ﷺ[3]، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے جنہیں امام ابوعمرو بن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ کہا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں ہے جنہیں بطور متابع اور شاہد ذکر کیا گیا ہے اصول میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام راوی ثقہ ہوں ﷺ[4] اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اس کے بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود ہو، امام حاکم ابوعبداللہ نے عذر پیش کرتے ہوئے یہی کہا ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحٰق بن یسار، عبداللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد، امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور

---

[1] المقدمۃ للامام النووی من شرح صحیح مسلم فصل عاب عائبون مسلما رحمہ اللہ تعالٰی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] المقدمۃ للعینی صحیح بخاری الثامنۃ فی الفرق بین الاعتبار والمتابعۃ الخ ،، بیروت ۱/۹

پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدرالدین عینی نے مقدمہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ تو متابع اور شواہد میں بعض ضعفاء کی روایات بھی آئی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں اھ (ت)

وخامسا اقول مالی اخص الکلام بغیر الاصول هذه قناطیر مقنطرة من السقام مروية فی الاصول والاحكام ان لم تروها العلماء فمن جاء بها وكم منهم التزموا بيان ماهنا، اما الرواة فلم يعهد منهم الرواية المقرونة بالبيان اللهم الانادر الداع خاص، وقد اكثروا قديما وحديثا من الرواية عن الضعفاء والمجاهيل ولم يعد ذلك قدحاً فيهم ولا ارتكاب مأثم وهذا سليمٰن بن عبدالرحمٰن الدمشقی الحافظ شيخ البخاری ومن رجال صحيحه قال فيه الامام ابوحاتم صدوق الا انه من اروی الناس عن الضعفاء والمجهولين ۱ ؎ اه ولو سردت اسماء الثقات الرواة عن المجروحين لكثر وطال فليس منهم من التزم ان لايحدث الا عن ثقة عنده الانزر قليل كشعبة ومالك واحمد فی المسند ومن شاء الله تعالٰی واحدا بعد واحد ثم هذا ان كان ففی شيوخهم خاصة لامن فوقهم والا لماتی من طريقهم ضعيف اصلا ولكان مجرد وقوعهم فی السند دليل الصحة عندهم اذاصح السند اليهم ولم يثبت هذا لاحد، وهذا الامام الهمام يقول لابنه عبدالله لواردت ان اقتصر علی ماصح عندی لم ارومن هذا المسند الا الشئ بعد الشئ ولكنك يابنی تعرف طريقتی فی الحديث انی لااخالف مايضعف الا اذاكان فی الباب شئ يدفعه ۲ ؎ ذكره ؎ ۱ فی فتح المغيث واما المصنفون فاذا عدوت امثال الثلثة للبخاری ومسلم والترمذی ممن التزم الصحة والبيان الفيت عامة المسانيد والمعاجيم والسنن والجوامع والاجزاء تنطوی فی كل باب علی كل نوع من انواع الحديث من دون بيان، وهذا مما لاينكره الاجاهل اومتجاهل فان ادعی مدع انهم لايستحلون ذلك فقد نسبهم الی افتخام مالايبيحون وان زعم زاعم انهم لايفعلون ذلك فهم بصنيعهم علی خلفه شاهدون وهذا ابوداود الذی الين له الحديث كماالين لداود عليه الصلاة والسلام الحديد، قال فی رسالته الی اهل مكة شرفها الله تعالٰی ان ماكان فی كتابی من حديث فيه وهن شديد فقدبينته ومنه مالايصح سنده ومالم اذكر فيه شيأ فهو صالح وبعضها اصح من بعض ۳ ؎ اه والصحيح ماافاده الامام الحافظ ان لفظ صالح فی كلامه اعم من انيكون للاحتجاج اوللاعتبار فماارتقی الی الصحة ثم الی الحسن فهو بالمعنی الاول وماعداهما فهو بالمعنی الثانی وماقصر عن ذلك فهو الذی فيه ومن

؎ اواخر القسم الثانی الحسن ۱۲ منه (م)

۱ ؎ میزان الاعتدال ترجمہ سلیمان بن عبدالرحمان الدمشقی نمبر ۳۴۸۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۲۱۳

۲ ؎ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث القسم الثانی الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/۹۶

۳ ؎ مقدمہ سنن ابی داود، فصل ثانی آفتاب عالم پریس لاہور ص ۴

شدید[۱] اھ وھذا الذی یشھد بہ الواقع فعلیك بہ وان قیل وقیل ۔[۱] وقد نقل عن اعلام سیرا النبلاء للذھبی ان ماضعف اسنادہ لنقص حفظ اوید فمثل ھذا یسکت عنہ ابوداود غالبا[۲] الخ ومعلوم ان کتاب ابی داؤد انما موضوعہ الاحکام وقد قال فی رسالتہ انمالم اصنف کتاب السنن الافی الاحکام ولم اصنف فی الزھد وفضائل

۔[۱] ای قیل حسن عندہ واختارہ الامام المنذری وبہ جزم ابن الصلاح فی مقدمتہ وتبعہ الامام النووی فی التقریب ای وقد لایکون حسنا عندغیرہ کمافی ابن الصلاح وقیل صحیح عندہ ومشی علیہ الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ عنہ ذکر حدیث القلتین وتبعہ العلامہ حلبی فی الغنیۃ فی فصل فی النوافل وکذلك یقال ھھنا انہ قدلایصح عند غیرہ بل ولایحسن واما الامام ابن الھمام فی الفتح اھل الکتاب وتلمیذہ فی الحلیۃ قبیل صفۃ الصلاۃ فاقتصرا علی الحجیۃ وھی تشملھما فیقرب من قول من قال حسن وھذا الذی ذکرہ الحافظ وتبعہ فیہ العلامۃ القسطلانی فی مقدمۃ الارشاد وختم الحفاظ فی التدریب فی فروع فی الحسن قال لکن ذکر ابن کثیر انہ روی عنہ ماسکت عنہ فھو حسن فان صح ذلك فلااشکال اھ اقول لقائل ان یقول ان للحسن اطلاقات وان القدماء قل ماذکروہ وانما الترمذی ھو الذی شھرہ وامرہ فاید ربنا انہ ان صح عنہ ذلك لم یرد بہ الاھذا لا الذی استقر علیہ الاصطلاح فافھم واللّٰہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الرایہ میں قلتین والی حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے غنیۃ المستملی کی فصل فی النوافل میں اسی کی اتباع کی ہے اور اسی طرح یہاں کہا جائیگا یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام نے فتح القدیر ابتدائے کتاب میں اور ان کے شاگرد نے حلیۃ المحلی میں صفۃ الصلوۃ سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور مقدمہ ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن، لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے ہے کہ جس پر انہوں نے سکوت کیا، وہ حسن ہے۔ پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدماء نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس کا اجراء کیا، پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے اس سے یہی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] ارشاد الساری بحوالہ حافظ ابن حجر مقدمۂ کتاب دار الکتاب العربی بیروت ۱/۸

[۲] تدریب الراوی شرح تقریب النووی فروع فی الحسن دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۶۸

الاعمال وغیرھا [۱] الخ وقال الشمس محمدن السخاوی فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرح الترمذی قول السلفی علی مالم یقع التصریح فیه من مخرجها وغیره بالضعف، فیقتضی کما قال الشارح فی الکبیر ان ماکان فی الکتب الخمسة مسکونا عنه ولم یصرح بضعفه انیکون صحیحا، ولیس هذا الاطلاق صحیحا بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیها الترمذی او ابوداود ولم یجد لغیرهم فیها کلاما ومع ذلك فهی ضعیفة [۲] اه وقال فی المرقاة خ الحق ان فیه "ای فی مسند الامام لمحمد رضی الله تعالی عنه" احادیث کثیرة ضعیفة وبعضها اشد فی الضعف من بعض [۳] الخ ونقل بعیده عن شیخ الاسلام الحافظ انه قال لیست الاحادیث الزائدة فیه علی مافی الصحیحین باکثر ضعفا من الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داؤد والترمذی علیها وبالجملة فالسبیل واحد فمن اراد الاحتجاج بحدیث من السنن لاسیما سنن ابن ماجة ومصنف ابن ابی شیبة وعبدالرزاق مما الامر فیه اشد او بحدیث من المسانید لان هذه کلها لم یشترط جامعوها الصحة والحسن وتلك السبیل ان المحتج انکان اهلا للنقل والتصحیح فلیس له ان یحتج بشیئ من القسمین حتی یحیط به وان لم یکن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحیح اوتحسین قلده والا فلایقدم علی الاحتجاج فیکون کحاطب لیل فلعه یحتج بالباطل وهو لایشعر [۴] اه وقال الامام عثمٰن الشهرزوری فی علوم الحدیث حکی ابوعبداللّٰه بن مندة الحافظ انه سمع محمد بن سعد الباوردی بمصر یقول کان من مذهب ابی عبدالرحمٰن النسائی ان یخرج عن کل من لم یجمع علی ترکه، وقال ابن مندة وکذلك ابوداؤد السجستانی یاخذ ماخذه ویخرج الاسناد الضعیف اذالم یجد فی الباب وغیره لانه اقوی عنده من رای الرجال [۵] اه وفیها بعیده ثم فی التقریب والتدریب وهذا لفظها ملخصا اما مسند الامام احمد بن حنبل وابی داؤد الطیالسی وغیرهما من المسانید کمسند عبیدالله بن موسٰی واسحٰق بن راهویه والدارمی وعبدبن حمید وابویعلی الموصلی والحسن بن سفین وابی بکرؒ البزار فهؤلاء عادتهم ان یخرجوا فی مسند کل صحابی ماورد من حدیثه غیر مقیدین بان یکون محتجا به اولا [۶] الخ وفیه اعنی التدریب قیل ومسند البزار یبین فیه الصحیح من غیره قال العراقی ولم

---

[۱] رسالہ مع سنن ابی داؤد الفصل الثانی فی الامور التی تعلق بالکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۵

[۲] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی القسم الثانی الحسن دارالامام الطبری بیروت ۱/۱۰۰و۱۰۱

[۳] مرقات شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۳

[۴] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح شرط البخاری ومسلم الذی التزماہ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۳

[۵] مقدمۃ ابن الصلاح النوع الثانی فی معرفۃ الحسن مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

[۶] تدریب الراوی شرح التقریب النواوی مرتبۃ المسانید من الصحۃ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۱۷۱

بمعل ذلك الا قليلا ا وفی البنایة ۱ شرح الهدایة للعلامة الامام البدر العينی الدارقطنی کتابه مملو من الاحادیث الضعیفة و الشاذة و المعللة و کم فیه من حدیث لایوجد فی غیره ۲اه وذکر اشد منه للخطیب ونحوه للبیهقی وفی فتح المغیث ۳ یقع ایضا فی صحیح ابی عوانة الذی عمله مستخرجا علی مسلم احادیث کثیرة زائدة علی اصله وفیها الصحیح والحسن بل والضعیف ایضا فینبغی التحرز فی الحکم علیها ایضا ۳اه نصوص العلماء فی هذا الباب کثیرة جدا وما اوردنا کاف فی ابانة ماقصدنا، وبالجملة فروایتهم الضعاف من دون بیان فی کل باب وان لم یوجد الصحیح معلوم مقرر لایرد ولاینکر، وانما اطنبنا ههنا لماشممنا خلافه من کلمات بعض الحلة، والحمد لله علی کشف الغمة وتثبیت القدم فی الزلة فاستبان ان لو کان المراد مازعم هذا الذی نقلنا قوله لکانت التفرقة بین الاحکام والضعاف قدانعدمت، والمسألة الاجماعیة من اساسها قدانهدمت هذا وجه ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان وتقول علی وجه التشقق ان الحکم الذی رویت فیه الضعاف مطلقة هل یوجد فیه صحیح ام لافان وجد فقد رووا الضعیف ساکتین فی الاحکام ایضا عند وجود الصحیح فاین الفرق وان لم یوجد فالامر اشد فان التجأ ملتج الی انهم یعدون سوق الاسانید من البیان ای فلم یوجد منهم

روایة الضعاف فی الاحکام الامقرونة:

خامسا ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات صرف غیر اصول وشواہد متابعات سے مختص کرنے کی مجھے کیا ضرورت، جبکہ کمزور اغیر صحیح روایات کا یہ ایک ذخیرہ ہے جو اصول واحکام میں مروی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام کیا۔ رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلفاً وخلفاً یہ معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان کرتے ہیں [1] اور اس بات کو ان میں طعن وگناہ شمار نہیں کیا جاتا [2] دیکھئے سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی جو کہ حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاذ ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں امام ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگر چہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں [3] اھ اگر میں

---

۱ فی مسئلة الجهر فی البسملة ۱۲ منه (م)
بسم اللہ کو جہراً پڑھنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)

۲ فی الصحیح الزائد علی الصحیحین۔ (م)
صحیحین پر زائد صحیح کے بیان میں اسے ذکر کیا ہے (ت)

---

۱ تدریب الراوی شرح التقریب النواوی مرتبۃ اول من صنف مسند امطبوعہ دار النشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱/۱۷۴
۲ البنایۃ شرح الہدایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ملک سنز کارخانہ بازار فیصل آباد ۱/۶۲۸
۳ فتح المغیث الصحیح الزائد علی الصحیحین دارالامام الطبری بیروت ۱/۴۳

ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو﴾[1] اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین﴾[2] مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی اکا دکا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی یہ معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے﴾[3] اس سے اوپر نہیں ورنہ ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مروی نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں آجانا صحت حدیث کے لئے کافی ہوتا ہے﴾[4] جبکہ صحت کے ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لئے بھی ثابت﴾[5] نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبداللہ کو فرماتے ہیں: اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا، مگر اے میرے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی شی مل جائے جو اسے رَد کردے یہ فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی تصنیفات تو اگر آپ امثال الکتب بخاری و مسلم اور ترمذی تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت و بیان کا التزام کرر رکھا ہے تو آپ اکثر مسانید، معاجیم، سنن، جوامع اور اجزا کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے پائیں﴾[6] گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کرسکتا ہے﴾[7] اور اگر کوئی دعویٰ کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ ایسا عمل کرتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے﴾[8] اور اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل اس کے برخلاف خود شاہد ہے﴾[9]، امام ابوداود کو ہی لیجئے ان کے لئے حدیث اسی طرح آسان کردی گئی جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم ہو جاتا تھا، اہل مکہ ''شرفہا اللہ تعالیٰ'' کی طرف خط میں لکھا: میری کتاب (سنن ابی داؤد) میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کردیا ہے﴾[10]، اور بعض ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لئے صالح ہیں اور بعض احادیث دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اھ اور صحیح وہ ہے جس کا امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابوداؤد کے کلام میں لفظ صالح استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ سے صالح ہے اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف شدید ہے اھ نفس الامر اس پر شاہد ہے اور تجھ پر یہی لازم ہے اگرچہ قبل کے طور پر کیا گیا ہے اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلا سے منقول ہے کہ جس حدیث کی سند ضعیف اس کے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو ایسی حدیث کے بارے میں ابوداؤد سکوت اختیار کرتے ہیں الخ﴾[11] اور یہ بات معلوم ہے کہ ابوداؤد شریف کا موضوع احکام ہیں﴾[12] کیونکہ انہوں نے اپنے رسالہ میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب احکام ہی کے لئے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لئے نہیں الخ۔ اور شمس محمد سخاوی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی نے قول سلفی کو ایسی حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی﴾[13]۔ پس اس کا تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ﴾[14] میں جس حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی تصریح

بی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ یہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا ابوداؤد نے کلام نہیں
کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے مطابق ان میں گفتگو کی ہے اسکے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں اھ ﴾[۱] اور مرقات میں
فرمایا حق یہ ہے کہ اس یعنی مسند احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں اور بعض دوسری بعض کے
اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ ﴾[۲] سے نقل کیا کہا کہ اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل
میں صحیحین پر جو زائد احادیث ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الغرض راستہ
ایک ہی ہے اس شخص کے لئے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا چاہتا ہے خصوصا سنن ابن ماجہ ﴾[۳] مصنف ابن ابی شیبہ اور
مصنف عبدالرزاق۔ کیونکہ ان میں بعض کا معاملہ سخت ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ ان کے جامعین
نے صحت وحسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے تو اس کے لئے ان سے
استدلال کرنا اس وقت درست ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین
کا اہل ہے ﴾[۴] تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ استدلال کے لئے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو لکڑیاں اکٹھی
کرنے والے کی طرح ہوگا ﴾[۵]، ہوسکتا ہے وہ باطل کے ساتھ استدلال کرلے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اھ ﴾[۶] اور امام عثمان
شہرزوری نے علوم الحدیث میں فرمایا: ابوعبداللہ بن مندہ حافظ نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد باروردی سے یہ کہتے
ہوئے سنا "ابوعبدالرحمن نسائی کا مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو ﴾[۷]،
اور ابن مندہ نے کہا، اسی طرح ابوداؤد سجستانی اس کے ماخذ کو لیتے اور سند ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے
علاوہ کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک وہ لوگوں کی رائے وقیاس سے قوی ہے اھ اور اس میں تھوڑا سا بعد میں
ہے پھر تدریب وتقریب میں ہے اور یہ الفاظ ملخصاً ان دونوں کے ہیں، مسند امام احمد بن حنبل، ابوداؤد طیالسی اور ان کے علاوہ دیگر
مسانید مثلاً مسند عبیداللہ بن موسٰی، مسند اسحٰق بن راہویہ، مسند دارمی، مسند عبد بن حمید، مسند ابویعلی موصلی، مسند حسن بن سفیان، مسند
ابوبکر بزار ان تمام کا طریقہ یہی ہے ﴾[۸] کہ مسند میں ہر صحابی سے مروی حدیث بیان کردیتے ہیں اس قید سے بالاتر ہو کر کہ یہ
قابل استدلال ہے یا نہیں الخ اور اس یعنی تدریب میں ہے کہ بیان کیا گیا ہے کہ مسند بزار وہ ہے جس میں احادیث صحیحہ کو غیر
صحیحہ سے جدا بیان کیا جاتا ہے۔ عراقی کہتے ہیں کہ ایسا انہوں نے بہت کم کیا ہے۔ امام بدرالدین عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں
تصریح کی ہے کہ دارقطنی کتاب احادیثِ ضعیفہ، شاذہ اور معللہ سے پر ہے اور بہت سی احادیث اس میں ایسی ہیں جو اس کے غیر
میں نہیں پائی جاتیں اھ اور خطیب کے لئے اس سے بڑھ کر شدت کا ذکر ہے اور اسی کی مثل بیہقی کے لئے ہے اور فتح المغیث میں
ہے کہ صحیح ابوعوانہ جو مسلم پر احادیث کا استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائدہ احادیث نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ
ضعیف بھی ہیں لہٰذا ان پر حکم لگانے سے خوب احتراز واحتیاط چاہئے اھ علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور جو ہم
نے نقل کردی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں ﴾[۹]، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشاندہی کے ہر
مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگر چہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ پائی گئی ہو ﴾[۱۰] اور یہ بات معلوم ومسلم ہے، نہ اسے رد کیا جاسکتا ہے

اور نہ اس کا انکار ممکن ہے﴾[۱]۔ ہم نے یہ طویل گفتگو اس لئے کردی ہے کہ بعض بزرگوں کے کلام سے ہم نے اس کے خلاف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالٰی کے لئے ہی حمد ہے جس نے تاریکی دُور کردی اور پھسلنے کے مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر ان کی مراد وہی ہے جو ہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعاف کے درمیان تفریق ختم ہوگی﴾[۲] اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم ہوگئی﴾[۳] ایک تو یہ توجیہ ہے اور ایک دوسری آسان راہ اختیار کرتے ہوئے علی وجہ التنقق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مروی ہوں دیکھا جائیگا اس میں کوئی صحیح حدیث پائی جاتی ہے انہیں اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آیا کہ انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے ہوئے سکوتاً روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟ اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان قرار دیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتاً نہ ہوگی﴾[۴] بلکہ بیان کے ساتھ ہوگی تو اس کے جواب میں:

قلت اولاً هذا شیئ قدیبدیه بعض العلماء عذرا ممن روی الموضوعات ساکتا علیها ثم هم لایقبلون قال الذهبی رحمه الله تعالٰی فی المیزان کلام ابن مندة فی ابی نعیم فظیع لااحب حکایته ولااقبل قول کل منهما فی الآخر بل هما عندی مقبولان لااعلم لهما ذنبا اکبر من روایتهما الموضوعات ساکتین عنها [۱] اه وقدقال العراقی رحمه الله تعالٰی فی شرح الفیته ان من ابرز اسناده منهم فهو ابسط لعذره اذأحال ناظره علی الکشف عن سنده وانکان لایجوزله السکوت علیه [۲] اه

میں کہتا ہوں اولاً: یہ وہ چیز ہے جس کو بعض علماء نے ان لوگوں کی طرف سے عذر کے طور پر پیش کیا جو موضوعات کو سکوتاً روایت کرتے ہیں پھر انہیں قبول نہیں کرتے۔ ذہبی نے میزان میں کہا کہ ابونعیم کے بارے میں ابن مندہ کا کلام نہایت ہی رکیک ہے میں اسے بیان کرنا بھی پسند نہیں کرتا اور میں ان دونوں کا کوئی قول ایک دوسرے کے بارے میں نہیں سنتا بلکہ یہ دونوں میرے نزدیک مقبول ہیں اور میں ان کا سب سے بڑا گناہ یہی جانتا ہوں کہ انہوں نے روایاتِ موضوعہ کو سکوتاً روایت کیا ہے اور انکی نشان دہی نہیں کی اھ عراقی نے شرح الفیہ میں کہا ہے کہ ان میں سے جس نے اپنی سند کو واضح کیا تو اس نے اپنا عذر طویل کیا کیونکہ اس طرح اس نے ناظر کو سند کے حال سے آگاہ کیا ہے اگرچہ اس کے لئے اس پر سکوت جائز نہ تھا اھ

---

۱ فی احمد بن عبداللہ ۱۲ منہ (م)
احمد بن عبداللہ کے ترجمہ میں ہے۔ (ت)

۲ نقله فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیهات ۱۲ منه رضی الله عنه (م)
اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت تنبیہات سے کچھ پہلے۔ (ت)

---

[۱] میزان الاعتدال للذہبی ترجمہ نمبر ۴۳۸ احمد بن عبداللہ ابونعیم الخ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۱

[۲] تدریب الراوی شرح التقریب المعروفون بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹

ثانیاً: لایمهد منهم ایراد الاحادیث من ای باب کانت الامسندة فهذا البیان لم تنفك عنه احادیث الفضائل ایضاً فماذا تساهلوا فی هذا دون ذلك۔

ثانیاً: ان کے ہاں ہر باب میں یہ معروف ہے کہ اس میں مسنداً احادیث لائی جائیں گی تو اس بیان سے احادیث فضائل بھی الگ نہیں، پھر ان میں تساہل کیوں اور دوسری روایات میں نہ ہو۔

ثالثاً: لوکان الاسناد وهو البیان المراد لاستحال روایة شیٔ من الاحادیث منفکا عن البیان فان الروایة لاتکون الا بالاسناد، قال فی التدریب حقیقة الروایة نقل السنة ونحوها واسناد ذلك الی من عزی الیه بتحدیث واخبار وغیر ذلك[1] اه وقال [ط] الزرقانی تحت قول المواهب روی عبدالرزاق بسنده الخ بسنده ایضاح والافهو مدلول روی [2] اه وقال ایضا [ف] تحت قوله روی الخطیب بسنده ایضاح فهو عندهم مدلول روی [3] اه واذا انتهی الکلام بنا الی هنا واستقر عرش التحقیق بتوفیق الله تعالٰی علی ماهو مرادنا فلنعد الی ما کنا فیه حامدین لله تعالٰی علی مننه الجزیلة الی کل نبیه ومصلین علی نبیه الکریم واله وصحبه وسائر محبیه۔

ثالثاً: اگر سند بیان مراد ہی ہو تو بیان کے بغیر کوئی حدیث مروی ہی نہ ہوگی کیونکہ روایت میں سند تو ضروری ہے، تدریب میں ہے کہ حقیقت روایت سنّت وغیرہ کا نقل کرنا اور اس بات کی سند کا ذکر کرنا ہے کہ یہ فلاں نے بیان کی یا فلاں نے اس کی اطلاع دی ہے وغیرہ ذلک اھ زرقانی نے مواہب کی عبارت "روی عبدالرزاق بسنده الخ" کے تحت کہا کہ بسند کا لفظ صرف وضاحت کے لئے ہے ورنہ وہ "روی" کا مدلول ہے اھ اور مواہب کی عبارت "روی الخطیب بسنده" کے تحت یہی بات زرقانی نے کہی کہ "بسنده" وضاحت ہے تو ان کے ہاں لفظ "روی" کا مدلول بھی یہی ہے اھ جب ہماری یہ گفتگو مکمل ہو چکی تو اللہ تعالٰی کی توفیق سے تحقیق کا اعلٰی درجہ پختہ ہو گیا اس طور پر جو ہماری مراد تھی، اب ہم واپس اس مسئلہ کی طرف لوٹتے ہیں جو ہمارا موضوع تھا اللہ تعالٰی کی بے بہا نعمتوں پر حمد کرتے ہوئے جو اس نے اپنے ہر نبی کو عطا کی ہیں اور صلاۃ وسلام پڑھتے ہوئے نبی کریم اور آپ کی آل واصحاب اور باقی محبین پر۔ (ت)

افادۂ بست ودوم ۲۲ (ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا دربارۂ احکام اسے حجت بنانا نہیں ہے[1])۔ جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر وقلب حاضر سے دیکھا ہے[2] سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر وعیاں ہے[3] کہ حدیث ضعیف سے

[ط] اوائل الکتاب عند ذکر خلق نوره صلی الله تعالٰی علیه وسلم ۱۲ منه (م)

[ف] فی ذکر ولادته صلی الله تعالٰی علیه وسلم ۱۲ منه (م)

---

[1] تدریب الراوی شرح التقریب خطبة المؤلف/ وفیها فوائد/ حد علم حدیث مطبوعہ نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۴۰

[2] شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیة المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۱/ ۵۵

[3] // // // // // // ذکر تزوج عبداللہ آمنہ // // ۱/ ۱۳۳

فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال وحرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ ﴿[1] اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت ﴾[2] اور استحباب تنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارشاد اقدس "کیف وقد قیل" وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت ﴾[3] جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ﴾[4] ہو صرف امید واحتیاط پر باعث ہوئی، آگے حکم استحباب وکراہت اُن قواعد وصحاح نے افادہ فرمایا ﴾[5] اگر شرع مطہر نے جلب مصالح وسلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا ﴾[6] تو ہم نے اباحت، کراہت، مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے ﴾[7] اقول تاہم ازانجا کہ درود ضعیف وہ بھی نہ لذاتہ بلکہ بملاحظہ امکان صحت ترجی واحتیاط کا ذریعہ ہُوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کردیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں بائے استعانت تو ادنیٰ مداخلت سے صادق، ہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو ﴾[8] اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے ﴾[9] مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع وغروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کہ اب اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور وہ صالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادائے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے ﴾[10] بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارۂ احکام حلال وحرام معمول بہ نہیں۔

ثم اقول اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا ﴾[11] ولہٰذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دماء وفروج ومضار وخبائث تمام اشیا میں اصل اباحت ہے ﴾[12] تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے ﴾[13]۔

هذا تحقيق ماسلفنا في الافادة السابقة عن المحقق الدواني، وهذا هو معنى مانص عليه الامام ابن دقيق العيد وسلطن العلماء عزالدين بن عبدالسلام وتبعهما شيخ الاسلام الحافظ ونقله تلميذه السخاوي في فتح المغيث وفي قول البديع والسيوطي في التدريب والشمس محمد الرملي في شرح المنهاج النووي، ستهم من الشافعية، ثم اثره عن الرملي العلامة الشرنبلالي في غنية ذوي الاحكام والمحقق المدقق العلائي في الدرالمختار واقراه هما ومحشو الدر الحلبي والطحطاوي والشامي فيها وفي منحة الخالق خمستهم من الحنفية، من اشتراط العمل بالضعيف باندراجه تحت اصل عام، وهو اذا حققت ليس بتقييد زائد بل تصريح بمضمون مانصوا عليه ان العمل به فيما وراء العقائد والاحكام، كمااوضحناه لك وبه ازداد انزهاقا بعد انزهاق

ماظن الظانان من ان الکلام فی الاعمال الثابتۃ بالصحاح، کیف ولو کان کذلک لما احتیج الی ھذا الاشتراط کمالایخفی واللّٰہ الھادی الی سوی الصراط۔

یہ وہ تحقیق ہے جو ہم نے افادۂ سابقہ میں محقق دوانی کے حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عزالدین بن عبدالسلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے فتح المغیث اور القول البدیع میں، سیوطی نے تدریب میں، شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووی میں اسے نقل کیا ہے یہ چھ شوافع میں سے ہیں، پھر رملی سے علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں اور محقق و مدقق العلائی نے درمختار میں اسے نقل کیا اور اسے ان دونوں نے اور درمختار کے محشین حلبی، طحطاوی اور شامی نے اپنے اپنے حواشی اور منحۃ الخالق میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں ﴾[1] کہ حدیثِ ضعیف پر عمل کے لئے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی ضابطہ کے تحت داخل ہو ﴾[2] اور جب تو اس کی تحقیق کرے تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد واحکام کے علاوہ میں کیا جائیگا ﴾[3]، جیسا کہ ہم نے پہلے اسے واضح کردیا ہے اور اس سے ان دو علما کا خوب رد ہوگیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال کے بارے میں کلام ہے جو احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہوں اور یہ مطلب اس لئے نہیں ہوسکتا کہ اگر معاملہ یہ ہوتا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور اللہ تعالٰی سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (ت)

بحمداللہ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جوازِ تقلیل ابہامین پر دلیل لانا احکامِ حلال وحرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علماء ناجائز، محض مغالطہ وفریب دہی عوام ہے ﴾[4] ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حدیث ضعیف کو حلال وحرام میں حجت نہیں مانتے صدہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز واستحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادۂ سابقہ میں گزریں ﴾[5] کیا معاذاللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادۂ ہفدہم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابلِ عمل ہے تو کسی فعل کی اباحت قائم رکھنا بدرجۂ اولٰی ولکن الوھابیۃ لایسمعون واذا سمعوا لایعقلون رب انی اسألک العفو والعافیۃ امین (وہابی تو سنتے ہی نہیں، سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اے میرے رب! میں تجھ سے عفو ومعافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ ت)

افادۂ بست وسوم ۲۳ (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)

اقول اوّلاً جمہور علماء کے عامۂ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کیلئے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو ﴾[6] فتح القدیر والفیۂ عراقی وشرح الفیہ للمصنف میں تھا غیر الموضوع[1] (موضوع کے علاوہ ہو۔ ت) مقدمہ ابن الصلاح وتقریب میں ماسوی الموضوع[2] (موضوع کے سوا ہو۔ ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۳

[2] مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرفۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۴۹

مقدمۂ سید شریف میں دون الموضوع [۱] (موضوع نہ ہوت) حلیہ (۷) میں الذی لیس بموضوع [۲] (ایسی روایت جو موضوع نہ ہوت) اذکار (۸) میں ان الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعا [۳] (وہ جو کہ موضوع نہ ہو ت) یونہی (۹) امام ابن عبدالبر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یرونہا عن کل [۴] (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زرقانی (۱۰) شرح [ط] مواہب میں ہے عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعا [۵] (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام وعقائد میں تساہل کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی (۱۱) علامہ حلبی سیرۃ [ط] الانسان العیون میں فرماتے ہیں:

لایخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقدقال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذارویناھا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا [۶]۔

واضح رہے کہ اصحاب سیر ہر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال وحرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق (۱۲) مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجہت سوئے حفظ بعض رواۃ یا اختلاط یا تدلیس بود باوجود صدق ودیانت منجبر میگردد بتعدد طرق واگر از جہت اتہام کذب راوی باشد یا شذوذ بمخالفت احفظ واضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر

[ط ۱] ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تحت حدیث مناغاۃ القمرلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)
نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔ (ت)

[ط] نقل ھذا وماسیاتی عن عیون الاثر بعض الاثرین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)
عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی ان کو بعض معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] مقدمۂ سید شریف
[۲] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[۳] الاذکار المنتخبہ من کلام سید الابرار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۷
[۴] کتاب العلم لابن عبدالبر
[۵] شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبعۃ عامرہ مصر ۱۴۷/۱
[۶] انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/۱

مگر وو حدیث محکوم بضعف باشد در فضائل اعمال معمول الخ

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سوئے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق ودیانت موجود ہو تو یہ کمی تعدد طرق سے پوری ہو جاتی ہے [1] اور اگر ضعف راوی پر اتہام کذب کی وجہ سے ہو یا احفظ واضبط راوی کی مخالفت کسی جگہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو تو اب تعدد طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں ہے [2] الخ (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اُس کے بعد صریح کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے [3] ائمہ شان نے اُسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا [4] کذبه ابن حبان والجوزجانی وقال البخاری ترکه یحیٰی وابن مهدی وقال الدارقطنی وجماعة متروك (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحیٰی اور ابن مہدی نے ترک کردیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متهم بالکذب ورمی بالرفض [2] (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے روافض کی طرف منسوب کیا گیا ہے [5]۔ت) باایں ہمہ عامۂ کتب سیر وتفاسیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں اُنہیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں،

میزان میں ہے:

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین وشعبة وجماعة ورضوه فی التفسیر واما فی الحدیث فعنده مناکیر [3]۔

ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلقہ روایات ان کے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں:

غالب مایروی عن الکلبی انساب واخبار من احوال الناس وایام العرب وسیرهم ومایجری مجری ذلك مماسمح کثیر من الناس فی حمله عمن لایحمل عنه الاحکام وممن حکی عنه الترخیص فی ذلك الامام احمد [4]۔

کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب واحوال، عربوں کے شب وروز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور جن لوگوں سے اس معاملہ میں

---

[1] شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۳

[2] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۹۸

[3] میزان الاعتدال نمبر ۷۵۷۴ ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۵۵۸

[4] عیون الاثر ذکر الاجوبہ عماری بہ مطبوعہ دار الحضارۃ بیروت ۱/ ۴

اجازت منقول ہے وہ امام احمد ہیں۔(ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنین وچناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتبِ فن میں مسطور[1]، لاجرم تقریب میں کہا: متروك مع سعة علمه[1] (علمی وسعت کے باوجود متروک ہے۔ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے کمـاافاده الامام المحقق فی فتح[ف] القدیر[2] (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ت) بااینہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی انہیں سیر ومغازی واخبار[2] کا امام مانتے اور سلفاً وخلفاً ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کمالایخفی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ت) میزان میں ہے:

كان الى حفظه المنتهى فی الاخبار والسیر والمغازی الحوادث وایام الناس والفقه وغیر ذلك[3]۔

یہ اخبار واحوال، علم سیر ومغازی[3]، حوادثات[4] زمانہ اور اس کی تاریخ اور علمِ فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر اور حافظ ہیں۔(ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا روی عن انس رضی الله تعالٰی عنه اشیاء موضوعة (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل کی ہیں۔ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروك باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعلت مذکورہ[5] درج موضوعات کیا اُس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے

ف۱ حیث قال فی باب الماء الذی یجوزبه الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعة طریقا للماء الی البساتین وهذا تقوم به الحجة عندنا اذا وثقنا الواقدی، اما عندالمخالف فلالتضعیفه ایاه[1]اھ وقال فی فصل فی الآسار قال فی الامام جمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی اول کتابه المغازی والسیر من ضعفه ومن وثقه ورجح توثیقه وذکر الاجوبة عماقیل فیه[5]اھ ۱۲ منه (م)

جہاں انہوں نے "باب الماء الذی یجوزبه الوضوء" میں واقدی سے نقل کیا کہ بضاعۃ کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جاتا تھا ہمارے نزدیک حجت کے لئے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقدی کی توثیق کردی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور "فصل فی الآسار" میں کہا کہ امام کے بارے میں ہمارے شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی پہلے کتاب المغازی والسیر میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ۔(ت)

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۳۱۲-۱۳

[2] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹

[3] میزان الاعتدال نمبر ۷۹۹۳ ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۳/۶۶۳

[4] و [5] فتح القدیر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹ وص ۹۷

سوا ے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں، اور یہ بھی افادۂ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع وہ ضائع ہی کا درج ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعف بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحدِ کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابلِ نرمی و گوارائی ہے وللہ الحجۃ السامیہ۔

خامساً اور بعد وضو کے بعد اِنّا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے[1]۔

امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاۃ شہاب الدین الشہیر بابن حجر رحمہ اللّٰہ تعالٰی من ہذہ الجملۃ فاجاب بمانصہ الاحادیث التی ذکرھا الشیخ ابو اللیث نفع اللّٰہ تعالٰی ببرکتہ ضعیفۃ والعلماء یتساھلون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل بہ فی فضائل الاعمال ولم یثبت منھا شیئ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم لامن قولہ ولامن فعلہ اِاھ

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاۃ شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابواللیث، ''اللہ تعالٰی ان کی برکت سے نفع عطا فرمائے'' نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں، اور علماء حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہوا ھ (ت)

سادساً یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جھک جاتا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ، امام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے کتاب المائتین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابنِ عساکر نے تاریخ دمشق[2] میں سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی اُس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابوحاتم نے کہا: احادیثہ باطلۃ تدلہ علی کذبہ[2] (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں۔ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا: ھذا حدیث غریب الاسناد والمتن وھو فی المعجزات حسن[1] (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب باایںہمہ معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۲۸۷ احمد بن ابراہیم حلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۱

الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیك الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدوعدواللّٰہ وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یبتیہ معہ فی البیت [۲] (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالٰی کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسے شب کو مکان خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد فیہ کذاب [۳] (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا: فیندب لنا فعل ذلك تأسیا بہ [۴] جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت لیجئے۔ [۲] وھذا الاخیر قدبلغ الغایۃ وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ (یہ آخری انتہاء پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کردیا وہ اہل فہم کے لئے کافی ہے۔ت)

ثامناً احادیث ودلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کے شاہد عدل ہیں خصوصاً حدیث وان کان الذی حدثہ بہ کاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ت) ظاہر ہے کہ احتمالِ صدق ونفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجملہ یہی قضیۂ دلیل ہے [۴] اور یہی کلام وعمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعتہ مرارا یقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ [۴] ت)

اقول (بحث قبول شدید الضعف [۵]) یہاں شدتِ ضعف سے مراد میں حافظ سے نقل مختلف آئی [۶]، شامی [۱] نے فرمایا طحطاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا:

شدید الضعف ھو الذی لایخلو طریق من طرقہ عن کذاب اومتھم بالکذب [۵]۔

شدید الضعف وہ حدیث ہے جس کی اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو [۷]۔

---

[۱] فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (م)
(شامی نے مستحبات الوضوء میں فرمایا ۱۲ منہ۔ت)

---

[۱] المواہب اللدنیۃ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد المتن — المکتب الاسلامی بیروت — ۱/۱۵۴
[۲] کتاب الموضوعات لابن الجوزی — باب فی الدیک الابیض — دار الفکر بیروت — ۳/۴
[۳] تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی — حدیث مذکور کے تحت — مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ — ۲/۱۵
[۴] التیسیر شرح الجامع الصغیر، حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲/۱۵
[۵] ردالمحتار — مستحبات الوضوء — مطبوعہ مصطفی البابی مصر — ۱/۹۵

یہاں صرف انہیں دو کو شدت۔ ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا:

ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن فحش غلطہ[1]۔

وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب اور متہم بالکذب میں منفرد ہو یا جو فحش الغلط ہو۔[1] (ت)

یہاں ان دو۲ کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا:

ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتھمین ومن فحش غلطہ[2]۔

حدیث میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور متہمین سے ہو یا وہ فحش الغلط ہو۔ (ت)

یہاں کاف نے زیادتِ توسیع کا پتا دیا، تحدید اول پر امر سہل وقریب ہے کہ ایک جماعت علما حدیث کذابین متہمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انہیں خارج کرسکتے ہیں مگر ثانی تصریحات ومعاملات جمہور علما وخود امام الشان سے بعید اور ثالث بظاہرہ ابعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کرچکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالٰی ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مبرہن کرآئے ہیں کہ تقبیلِ ابہامین کی حدیثیں ہرگونہ ضعف شدید سے پاک ومنزہ ہیں اُن پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید والحمدللہ العلی المجید "ھذا" (اسے یادرکھو۔ت)

ف: وھکذا عزابعض العصریین وھو المولوی عبدالحی اللکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب والقول البدیع حیث قال الشرط للعمل بالحدیث الضعیف ثلث شروط علی ماذکرہ السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاوی فی القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع وغیرھما الاول عدم شدۃ ضعفہ بحیث لایخلوطریق من طرقہ من کذاب اومتھم بالکذب الخ اقول لکن سنسمعك نص التدریب والقول البدیع فیظھرلك ان وقع ھھنا فی النقل عنھما تقصر شنیع فلیتنبہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

معاصرین میں سے مولوی عبدالحی لکھنوی نے "ظفر الامانی" "التدریب" اور "القول البدیع" کی طرف ایسے ہی منسوب کیا، جہاں انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل کی تین شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی" اور سخاوی نے "القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر کیا، پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طور کہ اس کے تمام طرق کذاب اور متہم بالکذب سے خالی نہ ہوں الخ اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد ہوئی ہے، غور کرنا چاہیے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی ررردار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۹۸

[2] نسیم الریاض شرح الشفاء مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۳

ورأیتنی کتبت ھھنا علی ھامش فتح المغیث، کلاماً یتعلق بالمقام احببت ایراده اتماماً للمرام، فذکرت اولا ماعن الشامی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدته باطلاق العلماء ثم اوردت ماعن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت مانصہ۔

اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس مقام پر فتح المغیث کے حاشیہ میں ایسی گفتگو کی ہے جو اس مقام پر مناسب ہے میں اتمامِ مقصد کی خاطر اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں، پہلے میں وہ ذکر کروں گا جو امام شامی نے طحطاوی سے اور انہوں نے ابنِ حجر سے نقل کیا ہے پھر اسے مزید قوی کروں گا علماء کے اطلاق سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے:

اقول وھذا کماتری مخالف لاطلاق مامر عن النووی عن العلماء قاطبة، ولتحدید مامر عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسه لکن یظھرلی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانه ھھنا ذکر المتفرد وفیما سبق قال "لایخلوطریق من طرقه، فیکون الحاصل ان شدید الضعف بغیر الکذب والتھمة لایقبل عنده فی الفضائل حین التفرد، اما اذاکثرت طرقه فح یبلغ درجة یسیر الضعف فی خصوص قبوله فی الفضائل، بخلاف شدید الضعف بالکذب والتھمة فانه وان کثرطرقه التی لاتفوقه بان لایخلو شیٔ منھا عن کذاب اومتھم لایبلغ تلك الدرجه، ولایعمل به فی الفضائل، وھذا ھو الذی یعطیه کلام السخاوی فیما مرحیث جعل قبول مافیه ضعف شدید مطلقا ولوبغیر کذب فی باب الفضائل موقوفا علی کثرة الطرق، لکنه یخالفه فی خصلة واحدة، وھو حکمه بالقبول بکثرة الطرق فی الضعف بالکذب ایضا کماتقدم، وھو کماتری مخالف لصریح مانقل عن شیخ الاسلام وعلی کل فلم یرتفع مخالفة نقل شیخ الاسلام عن العلماء جمیعا لنقل الامام النووی عنھم کافة، فانھم لم یشرطوا للقبول فی الفضائل فی شدید الضعف کثرة الطرق ولاغیرھا سوی ان لایکون موضوعا، فصریح مایعطیه کلامھم قبول مااشتد ضعفه لفسق اوفحش غلط، مثلا وان تفرد ولم یکثر طرقه، فافھم، وتأمل، فان المقام مقام خفاء وزلل، واللّٰه المسئول لکشف الحجاب، وابانة الصواب الیه المرجع والیه المآب اه، ماوردت، نقله مما علقته علی الھامش۔

اقول جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات علامہ نووی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحطاوی کی گزشتہ نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالف کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کی تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب ومتہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب وتہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن جب وہ کثرتِ طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں آجائیگی پس

اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی، اس کے برخلاف جو کذب اور تہمت کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرتِ کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہوسکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متہم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرتِ طرق پر موقوف کیا وہاں شدتِ ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آڑے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرتِ طرق کی بناپر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحۃً خلاف ہے، بہرصورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا مؤلف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہوسکتا، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لئے کثرت طرق وغیرہا کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، ان کے کلام کا صریح ماحصل یہ ہے کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بناپر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تامل کرو، کیونکہ یہ مقامِ خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کرسکتا ہے، پردوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالٰی سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

فان قلت هذا قيد زائد افاده امام فليحمل اطلاقاتهم عليه دفعاً للتخالف بين النقلين قلت نعم لولا ان ماذكروا من الدليل عليه لايلائم سريان التخصيص اليه، وكيف نصنع بما نشاهدهم يفعلون يرون شدة الضعف ثم يقبلون، وبالجملة فالاطلاق هو الاوفق بالدليل والالصق بقواعد الشرع الجميل فنودان يكون عليه التعويل والعلم بالحق عند الملك الجليل۔

اگر اعتراض کے طور پر تو یہ کہے کہ امام شیخ الاسلام کے بیان میں ایک زاید قید ہے جس پر علماء کے اطلاقات کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہوسکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پاکر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کررہے ہیں [1]۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لئے کثرتِ طرق) کی قید نہ لگانا، دلیل کے زیادہ موافق اور قواعدِ شرح جمیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابلِ اعتماد ہو اور حق کا علم اللہ جل جلالہٗ کے ہاں ہے۔ (ت)

فائدة جليلة (فائدة جليلة في احكام انواع الضعيف والجبار ضعفها) هذا الذي اشرت اليه من كلام السخاوي المار المتقدم هو قوله مع متنه في بيان الحسن، ان يكن ضعف الحديث لكذب اوشذوذ بان خالف من هو احفظ اواكثر اوقوى الضعف بغيرهما فلم يجبر ولو كثرت طرقه، لكن بكثرة طرقه يرتقي عن مرتبة

المردود المنکر الی مرتبۃ الضعیف الذی یجوز العمل بہ فی الفضائل وربما تکون تلک الطرق الواھیۃ بمنزلۃ الطریق التی فیھا ضعف یسیر بحیث لوفرض مجیئ ذلک الحدیث باسناد فیہ ضعف یسیر کان مرتقیا بھا الی مرتبۃ الحسن لغیرہ[1] اھ ملخصا۔

فائدہ جلیلہ (ضعیف حدیثوں کے احکام، اقسام اور ان کی کمی کو پورا کرنے کے بیان میں ﴿[1]﴾) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ بمع متن، حدیث حسن کے بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ ﴿[2]یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے خلاف ہو، یا یہ ضعف قوی ہو جوان دو مذکورہ (کذب اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو، یہ ضعف کثرتِ طرق سے بھی ختم نہیں ہوسکتا، لیکن کثرتِ طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی کرکے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے فضائل میں عمل کے لئے مقبول ہوجاتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کرلی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہوجاتی ہے، ملخصاً۔ (ت)

ورائتنی علقت علیہ ھھنا مانصہ اقول حاصل ماتقرر وتحررھھنا مع زیادات نفیسۃ منا ان الموضوع لایصلح لشیئ اصلا ولایلتئم جرحہ ابدا ولو کثرت طرقہ ماکثرت، فان زیادۃ الشر لایزید الشیئ الاشرا، وایضا الموضوع کالمعدوم والمعدوم لایقوی ولایتقوی، ومنہ عند جمع منھم شیخ الاسلام ماجاء بروایۃ الکذابین وعند آخرین منھم خاتم الحفاظ ماأتی من طریق المتھمین، وسوّٰھما السخاوی بشدید الضعف الآتی لذھابہ الی ان الوضع لایثبت الابالقرائن المقررۃ ان تفرد بہ کذاب اووضاع کمانص علیہ فی ھذا الکتاب، وھو عندی مذھب قوی اقرب الی الصواب، اما الضعف بغیر الکذب والتھمۃ من ضعف شدید مخرج لہ عن حیز الاعتبار کفحش غلط الراوی فھذا یعمل بہ فی الفضائل علی مایعطیہ کلام عامۃ العلماء وھو الاقعد بقضیۃ الدلیل والقواعد، لاعند شیخ الاسلام علی احدی الروایات عنہ ومن تبعہ کالسخاوی الا اذاکثرت طرقہ الساقطۃ عن درجۃ الاعتبار فح یکون مجموعھا کطریق واحد صالح لہ فیعمل بھا فی الفضائل ولکن لایحتج بھا فی الاحکام ولاتبلغ بذلک درجۃ الحسن لغیرہ الا اذاانجبرت مع ذلک بطریق اخری صالحۃ للاعتبار فان مجموع ذلک یکون کحدیثین ضعیفین صالحین متعاضدین فح ترتقی الی الحسن لغیر فتصیر حجۃ فی الاحکام، اما مطلقا علی ماھو ظاھر کلام المصنف اعنی العراقی اوبشرط تعدد الجابرات الصالحات البالغۃ مع ھذہ الطرق القاصرۃ المتکثرۃ القائمۃ مقام صالح واحد حد الکثرۃ فی الصوالح علی مافھمہ

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث الحسن دار الامام الطبری بیروت ۱/۸۳

السخاوی من کلام النووی وغیره الواقع فیه لفظ الکثرة مع نزاع لنا فیه مؤید بکلام شیخ الاسلام فی النزھة والنخبة المکتفیتین ۱ بوحدة الجابر مع جواز انتکون الکثرة فی کلام النووی بمعنی مطلق التعدد، وھو الاوفق بما رأینا من صنیعھم فی غیر مقام والضعیف بالضعف الیسیر اعنی مالم ینزله عن محل الاعتبار یعمل به فی الفضائل وحده، وان لم ینجبر فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغیره، واحتج به فی الاحکام علی تفصیل وصفنالك فی الجابر، فھذه ھی انواع الضعیف، اما الذی لانقص فیه عن درجة الصحیح الا القصور فی ضبط.

---

۱ حیث قال متی توبع السیئ الحفظ بمعتبر کان یکون فوقه اومثله لادونه وکذا المختلط الذی لایتمیز والمستور والاسناد المرسل وکذا المدلس اذا لم یعرف المحذوف مند صار حدیثھم حسناً لالذاته بل وصفه بذلك باعتبار المجموع لانه کل واحد منھم (اے ممن ذکر من السیئ الحفظ والمختلط الخ) باحتمال کون روایته صواباً اوغیر صواب علی حد سواء فاذا جاء ت من المعتبرین روایة موافقة لاحدھم رجح احد الجانبین من الاحتمالین المذکورین دول ذلك علی ان الحدیث محفوظ فارتقی من درجة التوقف الی درجة القبول واللّٰه اعلم اھ وانظر کیف اجتزیٔ فی المتن بتوحید معتبر وفی الشرح بافراد روایة وحکم بالارتقاء الی درجة القبول وما المرادبه ھھنا الاالقبول فی الاحکام فانه جعل الضعیف صالحا للاعتبار من الرد ومع انه مقبول فی الفضائل بالاجماع ویظھرلی ان الوجه معھما اعنی العراقی وشیخ الاسلام لمابین فی النزھة من الدلیل لھما منقولا مما علقته علی فتح المغیث ۱۲ منه رضی اللّٰه تعالی عنه (م)

ان کے الفاظ یہ ہیں: جب راوی سوءِ حفظ کا متابع معتبر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو امتیاز نہیں کرتا، مستور، اسنادِ مرسل اور اسی طرح مدلس جبکہ محذوف منہ کو نہ پہچانتا ہو تو ان کی حدیث حسن ہوجائے گی ہاں لذاتہٖ نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوءِ حفظ اور مختلط جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں سے کسی ایک کے موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالوں میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہوجائے گی اور یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے درجہ قبول پر فائز ہوگئی ہے اھ واللہ اعلم، ذرا غور کرو متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے ساتھ موافقت روایت پر اکتفا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح للا عتبار والرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں تو بالاجماع مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت نہ ہو اور میرے لئے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو نزہۃ میں ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

۱ حاشیہ شرح نخبۃ الفکر بحث سوء الحفظ مطبوعہ مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۷۴

الراوی غیر بالغ الی درجة الغفلة فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتی فی الاحکام، وهذا اذا کان معه مثله ولو واحدا صار صحیحا لغیره او دونه ممایلیذ فلاالا بکثرة انتهی ما کتبت بتخلیص۔

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے **اقول** ہماری زائد ابحاث کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہوسکتا کیونکہ شر کی زیادتی سے شر مزید بڑھتا ہے، نیز موضوع، معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہوسکتی ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم وہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جس میں شیخ الاسلام بھی ہیں، نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ﴾[1] روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے ''خاتم الحفاظ'' بھی ہیں، نے بیان کیا ہے کہ ''موضوع'' وہ ہے جس کو متہم بالکذب﴾[2] روایت کریں۔ امام سخاوی نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ''شدید الضعف'' کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کرینگے، امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرائن ہی سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا وضاع اس روایت میں متفرد ہو﴾[3]، جیسا کہ امام سخاوی نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی مؤقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذب اور تہمتِ کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی کی انتہائی فحش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں کارآمد ہوسکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل وقواعد سے مطابقت رکھتا ہے، مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی کی طرح اُن کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تاوقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لئے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ درجہ ''حسن لغیرہ'' کو پاسکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری زائل ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث ''حسن لغیرہ'' کے مرتبہ کو پہنچ کر احکام میں حجت بن جاتی ہے، اب یہ اختلاف اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ بمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہوسکے ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طریق کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرقِ صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ امام سخاوی نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں لفظِ کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے جو انہوں نے ''النزہۃ'' اور ''النخبۃ'' میں کیا دونوں کتابوں میں ایک جابر (کمزوری کو زائل کرنے والا امر) کا بیان ہے (نیز اپنی تائید میں ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں) کہ امام نووی کے کلام میں لفظِ کثرت سے مطلق تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے﴾[4] جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی

جس سے حدِ اعتبار ساقط نہ ہو [1] یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کردے تو یہ ''حسن لغیرہ'' بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں بھی حجت قرار دیا جائیگا [2] جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنے والے امور میں بیان کردی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں [3]۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی کمزوری کے اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث ''حسن لذاتہ'' ہوگی [4] بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ ''حسن لذاتہ'' واحد حدیث بھی احکام کے لئے حجت ہوسکتی ہے [5] اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک اور بھی مل جائے تو یہ حدیث ''صحیح لغیرہ'' بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو ''صحیح لغیرہ'' نہ بنے گی تاوقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہوجائیں [6] میری لکھی ہوئی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوحِ دل پر نقش کرلینے کے ہیں کہ بعونہٖ تعالٰی اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، وبالله التوفیق وله الحمد، الحمدالله القادر القوی علم ماعلم وصلی الله تعالٰی علی ناصر الضعیف واله وسلم، قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداء مسودۂ فقیر میں صرف دو ۲ افادۂ مختصر میں تین صفحہ کے مقدار تھا اب کو ماہِ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہٖ تعالٰی بمبئی میں چھپنا شروع ہوگیا اثنائے تبییض میں بارگاہِ مفیض علوم ونعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بحمدہ اللہ تعالٰی نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادۂ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افاداتِ نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے [7]، امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تجلیل جلیل وتفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دئے جائیں اور بلحاظ تاریخ الهاد [ط] ۱۳ الکاف فی حکم الضعاف [ط] (ضعیف حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ ت) لقب پائیں وبالله التوفیق وله المنة علی مازرق من نعم تحقیق ماکنا لعشر معشار عشرها نلیق والصلاة والسلام علی الحبیب الکریم واله وصحبه هداة الطریق امین۔

افادہ بست و چہارم ۲۴ (حدیث کا کتب طبقہ رابعہ [8] سے ہونا خواہی نخواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائے ضعفِ شدید) وباللہ استعین کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق، ضعفِ شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں اُن میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں [9]، ہاں بوجہ اختلاط وعدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم لہٰذا غیر ناقد کو بے مطالعۂ کلماتِ ناقدین اُن سے عقائد واحکام میں احتجاج نہیں پہنچتا [10]، قولِ شاہ عبدالعزیز صاحب ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود (یہ احادیث قابلِ اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ وعمل میں استدلال کیا جاسکے۔ ت) کے یہی [11] معنی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں

[ط] منقوص محلی باللام سے بھی حذف یافصیح کلام میں شائع وذائع ہے یوم التلاق، یوم التناد الکبیر المتعال الی غیر ذلك امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (م)

---

[1] عجالہ نافعہ فصل اول بحث طبقہ رابعہ مطبع نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۵

سب واہی ساقط ہیں یا موضوع وباطل اور اصلاً در بارۂ فضائل بھی ایراد واستناد کے ناقابل کوئی ادنیٰ ذی فہم وتمیز بھی ایسا ادعانہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل ﴾[1]، ہاں متکلمانِ طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سر چاہیں دھریں ﴾[2]۔

اولاً خود شاہ صاحب اثباتِ عقیدہ وعمل کا انکار فرمارہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں ﴾[3]، ہم افادہ ۲۲ میں روشن کر آئے کہ در بارہ فضائل کسی حدیثِ ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں، تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق!

ثانیاً تصانیفِ خطیب وابونعیم بھی طبقۂ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بُستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

ازنوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاست کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ[1]۔

انکی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیا ایسے نوادرات میں سے ہے جسکی مثل اسلام میں آج تک کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی ﴾[4] (ت)

اُسی میں ہے:

کتاب اقتضاء العلم والعمل از تصانیفِ خطیب است بسیار خوب کتابے است در بار خود[2]۔

خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضاء العلم والعمل اپنے فن میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے ﴾[5]۔ (ت)

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا:

التصانیف المفیدۃ التی ھی بضاعۃ المحدثین وعروتھم فی فھم[3]۔

فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت ومحل تمسک ہیں ﴾[6]۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل ﴾[7] نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل وناقابل استناد ﴾[8]۔

ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس تقریر طبقات کے موجد اُسی حجۃ بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں:

اصلح ھذہ الطبعۃ ما کان ضعیفا محتملا[4]۔

یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعیف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنیٰ انجبار سے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول وکافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عند التحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ — مستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۱۵

[2] // // // — کتاب اقتضاء العلم والعمل للخطیب — // // — ۱۶۹//

[3] بستان المحدثین مع اُردو ترجمہ — تاریخ بغداد للخطیب — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۱۸۸

[4] حجۃ اللہ البالغۃ — باب طبقہ کتب حدیث، الطبقۃ الرابعۃ — // المکتبۃ السلفیہ لاہور — ۱/۱۳۵

میں صحاح، حسان سب کچھ ہیں؎ کما ستسمع بعونہٖ تعالٰی (جیسے کہ تو عنقریب سنے گا۔ت)

رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین ؎ فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں:

چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی وخطیب وابن عساکر رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح وحسان را متقدمین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ ومقلوبہ کہ سلف آنرا دیدہ ودانستہ گزاشتہ بودند وغرض ایشاں ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین دراں احادیث تامل کنند وموضوعات را از حسان لغیرہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح وحسان وضعیف از یکدگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق را خدا تعالٰی محقق ساخت بخاری ومسلم وترمذی وحاکم تمیز احادیث وحکم بصحت وحسن ومتاخران دراحادیث خطیب وطبقۂ او تصرف نمودند ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممتیز نمود خطیب وطبقۂ او در مقدماتِ کتب خود بایں مقاصد تصریح نمودہ اند جزاھم اللّٰہ تعالٰی عن امۃ النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم خیرا اھ ملتقطا۔

جب علم حدیث دیلمی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدمین علماء نے ایسی احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کردیا ہے لہٰذا انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ ومقلوبہ تھیں جنہیں اسلاف نے عمداً ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور تامل کرکے موضوعات کو حسن لغیرہ سے ممتاز کردیں گے؎[2] جیسا کہ اصحابِ مسانید نے تمام طرقِ حدیث کو جمع کیا تاکہ حفاظِ حدیث صحیح، حسن اور ضعیف کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیں دونوں فریقوں کو اللہ تعالٰی نے توفیق اور کامیابی عطا فرمائی۔ بخاری، مسلم، ترمذی اور حاکم احادیث میں امتیاز کرتے ہوئے ان پر صحیح، حسن ہونے کا حکم لگایا اور متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا و حکم لگایا، ابن جوزی نے موضوعات کو الگ کیا، امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن لغیرہ کو ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا؎[3]۔ خطیب اور ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالٰی ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اھ ملتقطا۔ (ت)

دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقۂ رابعہ میں نہ صرف ضعیف محتمل بلکہ حسان بھی موجود ہیں اگرچہ لغیرہا کہ وہ بھی بلاشبہہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل؎[4]۔

خامساً انہیں شاہ صاحب نے اسی حجۃ میں سنن ابی داؤد و ترمذی ونسائی کو طبقۂ ثانیہ اور مصنف عبدالرزاق وابوبکر بن ابی شیبہ وتصانیف ابی داؤد طیالسی وبیہقی وطبرانی کو طبقۂ ثالثہ اور کتب ابونعیم کو طبقۂ رابعہ میں گنا، امام جلیل جلال سیوطی خطبۂ جمع

ــہ قسم دوم از فصل دوم در شبہات وارقان ۱۲ منہ

دوسری فصل کی قسم دوم کاتبین کے شبہات سے متعلق ہے اس کے تحت اس کا بیان ہے (ت)

؎ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شبہات الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۲۸۲

الجوامع میں فرماتے ہیں:

رمزت للبخاری خ ولمسلم م ولابن حبان حب وللحاکم فی المستدرک وللضیاء فی المختارۃ ض وجمیع مافی ھذہ الکتب الخمسۃ صحیح سوی مافی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ، ورمزت لابی داؤد فماسکت ۔۱ علیہ فھو صالح ومابین ضعفہ لقلتہ عنہ، وللترمذی ت وانقل کلامہ علی الحدیث وللنسائی ن ولابن ماجۃ ہ ولابی داؤد الطیالسی ط ولاحمد حم ولعبدالرزاق عب ولابن ابی شیبۃ ش ولابی یعلی ع وللطبرانی فی الکبیر طب والاوسط طس وفی الصغیر طص ولابی نعیم فی الحلیۃ حل وللبیہقی ق ولہ فی شعب الایمان ھب وھذہ فیھا الصحیح والحسن والضعیف فابینہ غالبا[1] اھ مختصرا۔

میں نے حوالہ جات کے لئے یہ رموز وضع کیے ہیں، خ سے بخاری، م سے مسلم، حب سے ابن حبان، ک سے مستدرک حاکم، ض سے مختارہ للضیاء، ان پانچوں کتب میں صحیح احادیث ہیں ماسوائے حاکم کے جن پر اعتراض کیا گیا ہے اس پر تنبیہ کروں گا، د سے ابوداؤد جس پر وہ خاموش رہیں وہ صالح ہے اور جس کا ضعف انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کردیا ہے، ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا، ن سے نسائی، ہ سے ابن ماجہ، ط سے ابوداؤد طیالسی، حم سے احمد، عب سے عبدالرزاق، ش سے ابن ابی شیبہ ع سے ابویعلی، طب سے طبرانی کی معجم کبیر، طس سے معجم اوسط، طص سے معجم صغیر، حل سے حلیہ ابونعیم، ق سے سنن بیہقی، ھب سے شعب الایمان للبیہقی مراد ہوگا، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن اور ضعیف بھی ہیں اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں نشان دہی بھی کروں گا اھ مختصراً۔ (ت)

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ ورابعہ سب کو ایک ہی مشق میں گنا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح، حسن، ضعیف سب کچھ ہے[2]۔

سادساً خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی وتحفہ اثناعشریہ وغیرہما میں جابجا احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اُتر کر استناد[3] موجود ۱۴۹ء اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھتے یا یہ شبا ناحق تحریف معنوی کرکے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل ومعطل ٹھہرانا اُن کے سر کیے دیتے ہیں[4] تمثیلاً چند نقول حاضر، عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے:[5]

ابونعیم و دیلمی از ابوالدرداء روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحۃ الکتاب کفایت مے کند از نچہ ہیچ

۔۱ فی الاصل الذی وقفت علیہ بین لفظی فما وعلیہ کلمۃ لم تبین فی الکتابۃ فکتبت مکانھا لفظۃ سکت اذھو المراد واذ کان لابدمن التنبیہ نبھت علیہ ۱۲ منہ (م)

وہ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت حاصل کی ہے اس میں لفظ فما اور علیہ کے درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کردیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع الاحادیث بحوالہ جمع الجوامع خطبہ کتاب، دار الفکر بیروت ۱/ ۱۸، ۱۹

چیز از قرآن کفایت میکند الحدیث۔

ابو نعیم اور دیلمی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں فاتحہ کافی ہے الحدیث (ت)

یونہی اور روایات بھی ابن عساکر و ابو الشیخ و ابن مردویہ و دیلمی وغیرہم سے مذکور ہیں یہیں ہے:

ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد وشکایت درد گردہ کرد شعبی باو گفت کہ ترا لازم است کہ اساس القرآن بخوانی وبر جائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحۃ الکتاب[2]۔

ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے، انہوں نے فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جائے درد پر دم کر، اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کیا ہے؟ فرمایا سورۃ الفاتحہ۔ (ت)

عزیزی سورۂ بقرہ ذکر بعض خواص سور وآیات میں ہے:

ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ کہ حدیثی از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ اند ہر کہ در شب سی وسہ آیت بخواند اورا در آں شب درندہ و دُزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصراً[3]۔

ابن نجار نے اپنی تاریخ میں محمد بن سیرین سے روایت کیا کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سنی جس میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس ۳۳ آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اھ مختصراً۔ (ت)

اسی ؎ میں ہے:

؎ ودریں بعض روایات اقتران دار قطنی یا طبرانی یا وکیع مخالف را سودمند ہرزیرا کہ ازیں چنانکہ احتمال ایں معنے رونماید کہ اسنادبا نہا مقرون بطبقہ ثالثہ است ہمچناں ایں امر بر منصۂ ثبوت نشیند کہ ہمہ احادیث طبقہ رابعہ ساقط از درجۂ اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ ست ازل باشد زعم مخالف را پیچ کن باشد فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

اور اس میں بعض روایات کے دار قطنی یا طبرانی یا وکیع کے ساتھ اقتران سے مخالف کو سودمند نہیں کیونکہ اس طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے طبقہ ثالثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ ثابت ہے کہ طبقۂ رابعہ کی تمام احادیث درجۂ اعتبار سے ساقط نہیں پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف طبقہ رابعہ سے ہیں یہ بھی زعم مخالف کو زیادہ زائل کرنے والا ہے، مخالف کا جو بھی زعم ہو، اسے اچھی طرح سمجھو ۱۲ منہ (ت)

؎ زیر آیہ ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (م)

اس آیت کے تحت ہے ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصارٰی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی سورۃ الفاتحۃ فضائل ایں سورۃ الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۵۹

[2] ؍؍ آخر سورہ فاتحہ شیطان را چہار بار در عمر خود نوحہ الخ ؍؍ ؍؍ ص ۵۹

[3] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص وفضائل سورۃ فاتحہ دسی وسہ آیت الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی، ص ۹۴

روی [ط] ابن جریر عن مجاھد قال سأل سلیمان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عن اولئك النصاری الحدیث[۱]۔

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ان نصارٰی کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

عزیزی آخر والیل میں ہے:

حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے مے آید کہ حق تعالٰی بعد از من کسے را بہتر ازو پیدا نکردہ است وشفاعت اُو روزِ قیامت مثل شفاعتِ پیغمبران باشد جابر گوید کہ مہلے نہ گزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف آوردند[۲]۔

حافظ خطیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر شخص اللہ تعالٰی نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت روزِ قیامت اللہ تعالٰی کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے۔ (ت)

تحفہ (اثنا عشریہ) میں [ط] ہے:

درروایاتِ شیعہ وسنی صحیح وثابت است کہ ایں امر خیلے برابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ شاق آمد وخود را بردرسرائے زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہما حاضر آورد وامیر المومنین علی رضی اللہ تعالٰی عنہ راشفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا ازو خوشنود شد امار وایاتِ اہلسنّت پس درمدارج النبوۃ وکتاب الوفا وبیہقی وشروح مشکوٰۃ موجود است بلکہ درشرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بخانہ فاطمہ رفت ودرگرمی آفتاب بقدر بابا ستاد عذر خواہی کرد حضرت زہرا ازو راضی شد ودررياض

[ط] شاہ صاحب درعجالہ نافعہ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را ازہمیں طبقہ رابعہ شمردہ است کما ذکرہ فی السیف المسلول علٰی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

شاہ صاحب نے عجالہ نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چوتھے طبقے میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علٰی من انکر اثر قدم الرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[ط] درطعن سیزدہم از مطاعن ملاعنہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ (م)

ملعون لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرھویں طعن میں ہے جو اُنہوں نے افضل الصدیقین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصارٰی // // ص ۲۷۱

[۲] تفسیر عزیزی آخر سورۃ الیل پارہ عم مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۳۰۶

النضرۃ نیز ایں قصہ بہ تفصیل مذکورست ودر صل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی ست وابن السمان در کتاب الموافقۃ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا درروز گرم[1] الخ

شیعہ اور سنی دونوں کے ہاں روایاتِ صحیحہ میں ثابت ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا، لہٰذا آپ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر کے دروازے پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان سے راضی ہوجائے، روایاتِ اہلسنّت مدارج النبوۃ، الوفاء، بیہقی اور شروح مشکٰوۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح مشکٰوۃ میں شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیّدہ فاطمۃ الزہرا کے گھر کے باہر دھوپ میں کھڑے ہوگئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان سے راضی ہوگئیں۔ ریاض النضرۃ میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں بروایت بیہقی، شعبی بھی یہی واقعہ منقول ہے اور ابن السمان نے الموافقۃ میں اوزاعی سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ گرمی کے وقت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر آئے الخ۔ (ت)

سابعاً طرفہ تر یہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلٰی درجہ کی صحاح وحسان ہیں بلکہ اُس میں صدہا حدیثیں برشرطِ بخاری ومسلم صحیح ہیں قطع نظر اس کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء وقرۃ العینین تو مستدرک سے تودہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کمالایخفی علی من طالعھما (جیسے کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ت)

لطیف تر یہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین میں امام الشان ابوعبداللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں:

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار شرط ایں ہردو بزرگ یافتہ میشود یا بشرطیکہ از زنہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازیں قبیل باشد، وبقدر ربع کتاب از آں جنس است کہ بظاہر ف اسناد او صحیح ست لیکن بشرط ایں ہردو نیست وبقدر

ف: لفظ بظاہر در آنچہ امام خاتم الحفاظ در تدریب از ذہبی آوردنیست لفظش ہمیں است کہ فیہ جملۃ وافرۃ علی شرطھما وجملۃ کثیرۃ علی شرط احدھما، لعل مجموع ذلک نحو نصف الکتاب وفیہ نحو الربع مما صح سندہ، وفیہ بعض الشیئ، اولہ علۃ ومابقی وھو نحو الربع فھو مناکیر او واھیات لایصح وفی بعض ذلک موضوعات[2] ۱۲ منہ (م)

لفظ ''بظاہر'' وہ جو امام خاتم الحفاظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرائط پر ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریباً آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے، بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شیئ یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر یا واہیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوع بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

[1] تحفہ اثنا عشریۃ | طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ | مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۲۷۸

[2] تدریب الراوی | عدد احادیث مسلم وتساہل الحاکم فی المستقط | دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور | ۱/۱۰۶

ربع باقع واہیات ومناکیر بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام انتھی جو کہ تلخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتھے (ت)

انصاف یہ ہے کہ مستدرک میں اکثر احادیث ان دونوں بزرگوں (بخاری و مسلم) یا ان میں سے کسی ایک کے شرائط پر ہیں بلکہ ظنِ غالب یہ ہے کہ تقریباً نصف کتاب اس قبیل سے ہے اور تقریباً اس کا چوتھائی ایسا ہے کہ بظاہر ان کی اسناد صحیح ہیں لیکن ان دو (بخاری و مسلم) کی شرائط پر نہیں [1] اور باقی چوتھائی واہیات اور مناکیر بلکہ بعض موضوعات بھی ہیں اس لئے میں نے اس کے خلاصہ جو کہ تلخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتھے (ت)

تنبیہ بحمد اللہ ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنی اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے اُنہوں نے احتراز کیا انہوں نے درج کیں نہ یہ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا سب متروک سلف ہے مجرد عدم ذکر کو اس معنے پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کو تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی تمام سلف کی متروک مانی جائے، مصنفین میں کسی کو دعوائے استیعاب نہ تھا [2]۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں صحیح بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں کما بینه شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری (جیسا کہ شیخ الاسلام نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے۔ت)

ثامناً شاہ صاحب اس کلام امام ذہب کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

ولہذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نباید کرد مگر از دیدن تلخیص ذہبی [2]۔

اسی لئے محدثین نے یہ ضابطہ مقرر کردیا ہے کہ مستدرک حاکم پر ذہبی کی تلخیص دیکھنے کے بعد اعتماد کیا جائے گا۔(ت)

اور اس سے پہلے لکھا:

ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے را کہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تا وقتیکہ تعقبات و تلخیصات مرا نہ بیند و نیز گفتہ است احادیث بسیار در مستدرک کہ بر شرط صحت نیست بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز ست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ [3]۔

امام ذہبی نے کہا ہے کہ امام حاکم کی تصحیح پر کوئی کفایت نہ کرے تا وقتیکہ اس پر میری تعقبات و تلخیصات کا مطالعہ نہ کرلے، اور یہ بھی کہا ہے کہ بہت سی احادیث مستدرک میں شرطِ صحت پر موجود نہیں بلکہ بعض اس میں موضوعات بھی ہیں جس کی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہوگئی ہے۔(ت)

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ — مستدرک میں احادیث موضوع کا اندراج — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

[2] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ — مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۰۹

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ وجہ بے اعتمادی اختلاط صحیح وضعیف ہے [1] اگرچہ اکثر ط ا صحیح ہی ہوں جیسے مستدرک میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں [2] نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا اعادہ نہ کرے گا [3] اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو آپ پرکھے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے [4] بے اس کے حجت نہ سمجھ لے اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقۂ رابعہ بلکہ ثانیا ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاط صحیح وضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم [5] آخر نہ دیکھا کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد و جامع ترمذی ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ ومصنف ابوبکر ابن ابی شیبہ ومصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن ومسانید کتب طبقہ ثانیہ وثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان وعلامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری، یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری وامام سخاوی نے تنصیص ط کی، امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انہوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں منسلک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ مہمل وبیکار واصلاً نا قابل استناد واعتبار ہیں [6] ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ بالجملہ حق یہ کہ مدار اسناد ونظر وانتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے [7] پر قلم ضراعت رقم جب اس محل پر آیا فیض کرم وکرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام ومرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل وتدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولٰی الجلیل پر

ط اسی طرح عدم اعتبار کثرت وقلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے:

قال الشیخ الاسلام غالب مافی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینقد علیہ بالنسبۃ الی مالاینتقد قلیل جدا قال، وفیہ من الضرران یظن مالیس بموضوع موضوعا عکس الضرر بمستدرک الحاکم فانہ یظن مالیس بصحیح صحیحا قال ویتعین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکلام فی تساھلھما اعدم الانتفاع بھما الا لعالم بالفن لانہ مامن حدیث الاویمکن ان یکون قدوقع فیہ تساھل اھ ۱۲ منہ (م)

شیخ الاسلام نے کہا کہ ابن جوزی کی کتاب میں اکثر روایات موضوع ہیں، جن روایات پر انہوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف دہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرکِ حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چھانٹ ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان سے نفع حاصل کرنے کو معدوم کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لئے جو اس فن کا ماہر ہو، کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوئی جس میں تساہل نہ ہو ۱۲ منہ (ت)

[2] ذکرنا نصھما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ (م)

ہم نے ان دونوں کی عبارتوں کو اپنے رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] تدریب الراوی نقد کتاب موضوعات ابن الجوزی دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۷۹/۱

فائض ہوگی[1] کہ اگر یہاں ایراد کرتا اطناب کلام والعیاذ مرام سامنے ہے[2] لہٰذا اسے بتوفیقہ تعالیٰ رسالہ ؁ منفردہ اور بلحاظ تاریخ مدارج ۱۳ طبقات الحدیث[۱۰] لقب دیا وللّٰہ المنۃ فیما الھم ولہ الحمد علی ماعلّم وصلّی اللّٰہ تعالٰی علی سیّدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ وسلّم۔

افادہ بست وپنجم ۲۵ (کتبِ موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو ہی مستلزم نہیں) اقول کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو۲ قسم ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعاتِ ابن الجوزی[3] واباطیل جوزقانی وموضوعات صغانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہہ یہی بتائے گا کہ اس مصنّف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتابِ موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعمِ مصنف میں موضوع ہے بہ نظرِ واقع عدمِ صحت بھی ثابت نہ ہوگا[4] نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان وصحاح بھردی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگادیا ہے[5] جسے ائمہ محققین ونقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کردیا[6] جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح وتقریب امام نووی والفیۂ امام عراقی وفتح المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف[7] علما سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقبات ولآلی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن وامام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد[8] وغیرہا سے بنہایت تفصیل واضح وروشن مطالعۂ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی ۸۴ حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے: مسند امام (۱) احمد، صحیح بخاری (۲) شریف بروایت حماد بن شاکر، صحیح مسلم (۳) شریف، سنن (۴) ابی داؤد، جامع (۵) ترمذی، سنن (۶) نسائی، سنن ابن (۷) ماجہ دوم وہ جن کا قصد صرف ایراد موضوعات ۲۳ واقعیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق وتنقیح[9] جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر وتنقید کے لئے اُن احادیث کا جمع کردینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے اُنہیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ مضوعہ میں فرماتے ہیں:

؁ الحمدللہ یہ عربی رسالہ مختصر عجالہ باوصف وجازت فوائد نفیسہ پر مشتمل اس میں:
اوّلاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ کا کلام نقل کیا۔
ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہوکر بہت شبہات کا ازالہ ہوگیا۔
ثالثاً پھر بہت ابحاث رائقہ مؤلفہ ذائقہ ایراد کیں جن سے روشن ہوگیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو نافع۔
رابعاً اپنی طرف سے ایک عام وشامل تام وکامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہرگونہ ناقد وغیر ناقد متوسط وعامی ہر قسم کے آدمی کو حد استناد وطریق احتجاج واضح ہوگیا آخر میں اُسے کلمات علما سے مؤید کیا اُس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ وعلما میں کن کن کو دربارۂ تصحیح احادیث تساہل اور کہیں درباب حکم وضع تشدد یا معاملۂ جرح رجال میں تعنت تھا بیان کیا جو کچھ دعوٰی کیا ہے اُس کا روشن ثبوت دیا ہے وللہ الحمد ۱۲ منہ (م)

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کمانبه علی ذلک الائمۃ الحفاظ وطال ماااختلج فی ضمیری انتقاؤہ وانتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم انکان متعقبا بنہت علیہ اھ[1] ملخصا۔

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی ﴿۱﴾ مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کا حکم پرکھوں تو اب میں حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہوگا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

واذ قد اتینا علی جمیع مافی کتابہ فنشرع الآن فی الزیادات علیہ، فمنھا مایقطع بوضعہ ومنھا مانص حافظ علی وضعہ ولی فیہ نظر فاذکرہ لینظر فیہ[2]۔

اب کہ ہم تمام موضوعاتِ ابن الجوزی بیان کرچکے تو اب اُس پر زیادتیں شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کہا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظرِ غور کے لئے ذکر کروں گا۔

پر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایرادِ موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا ﴿۲﴾ کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً "لایصح" (یہ صحیح نہیں۔ت) یا "لم یثبت" (یہ ثابت نہیں۔ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہوا، اور اگر "رفعہ" کی قید زائد کردی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، وعلٰی ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا ﴿۳﴾ کمالایخفی شوکانی کی کتاب موضوعات مسمّٰی بہ فوائد مجموعہ بھی اسی قسم ثانی کے ہے خود اُس نے خطبۂ کتاب میں اس معنٰی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہوجائے، عبارت اُس کی یہ ہے:

وقد اذکر مالایصح اطلاق اسم الموضوع علیہ بل غایۃ مافیہ انہ ضعیف بمرۃ وقدیکون ضعیفا ضعفاً خفیفاً، وقدیکون اعلی من ذلک والحاصل علی ذکر ماکان ھکذا، التنبیہ علی انہ قدعد ذلک بعض المصنفین موضوعات کابن الجوزی فانہ تساھل فی موضوعاتہ حتی ذکر فیہا ماھو صحیح فضلا عن الحسن فضلا عن الضعیف وقدتعقبہ السیوطی بمافیہ کفایۃ، وقد اشرت الی تعقبات[3] الخ

---

[1] اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ خطبۂ کتاب مطبع ادبیہ مصر ۱/۲

[2] 〃 〃 〃 〃 خاتمۂ کتاب 〃 ۲/۲۵۱

[3] الفوائد المجموعۃ خطبۃ الکتاب دارالکتب العلمیۃ بیروت ص۴

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض کے ضعف میں خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتی کہ صحیح روایات کو موضوعات میں ذکر کردیا چہ جائیکہ حسن اور ضعیف[1]، امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے الخ (ت)

تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیہانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی[2] کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں کرتا، کیسی جہالتِ فاحشہ ہے۔

تنبیہ ہر چند یہ افادہ اُن گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعمِ موضوعیت کا ابطال[3] ہوا مگر ازانجا کہ ایسی لچر بے معنی بات سے توہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا[4] لہٰذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعفِ شدید کو بھی مستلزم نہیں[5] جو ایک مسلک پر قبول فی الفضائل میں مخل[6] ہو بلکہ حقیقۃً نفس ذکر بے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں[7] کہ دونوں قسم میں صحاح وحسان تک موجود ہیں[8] کما تبین۔

لطیفہ اقول حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص اور نا کافی تھی یہیں خطبۂ موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں[9] کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفاء وکذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں[10] جیسے کامل ومیزان وغیرہما وقسم: جعلوا مصنفاتهم مختصة بالاحاديث الموضوعة[1] دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیثِ موضوعہ سے خاص کیں[11] جیسے ابن جوزی وصغانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف[ط] مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہٰذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں: یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، بھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنة فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهرة علی الالسنة[2] (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں۔ت) نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آية المنافق ثلث متفق علیه[3] (منافق کی تین علامات ہیں، بخاری ومسلم۔ت) وہیں ساتویں حدیث ہے

[ط] افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمود، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جُدا ہیں ۱۲ منہ (م)

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم شبہات الخ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۲۸۲
[2] المقاصد الحسنہ مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت ص ۴
[3] // // حرف الہمزۃ // // // ص ۶

حدیث ابدأ بنفسك مسلم فی الزکوۃ من صحیحه [1] (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوۃ کے باب میں ذکر کیا ہے۔ت)

طرفہ تریہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی رکن دی سبحان اللہ کہاں تخریجِ احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابوحنیفہ وشافعی سے دعوٰی مساوات ﴿۱ و لاحول و لاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

نتیجۃً الافادات الحمدللہ کلام اپنے ذروۂ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاقِ حق حداقصیٰ کو، ان چودہ ۱۴ افادوں نے ماہِ شب چہاردہ کی طرح روشن کردیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعددِ طرق وعمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعف خفیف، اور فضائل اعمال میں باجماعِ علماء محدثین وفقہا مقبول وکافی اور ثبوتِ استحبابِ عمل کے لئے مفید ووافی ﴿۲ ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال واہمال کے لئے تھیں بعونہٖ تعالٰی اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں ﴿۳ والحمدللہ رب العالمین، اب پھر دستِ استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیجئے اور بعنایت الٰہی واعانتِ حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزلی کلام اور آخر میں ازالہ وازہاق بقیہ اوہام منکرین لیام کیجئے وباللہ التوفیق ﴿۴۔

افادۂ بست ۲۶ وششم (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) اقول بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علما وصلحا کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں ﴿۵ کہ آخر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نماز قضائے حاجت کیلئے ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے:

و لاتعلموها السفهاء فانه يدعون بها فيستجابون [2]۔

بیوقوفوں کو یہ نماز سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعہ سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

ائمہ جرح ﴿۶ وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ امام احمد وامام نسائی وامام ابوعلی نیشاپوری نے فرمایا: متروک الحدیث ہے۔ امام علی بن مدینی وامام دارقطنی نے کہا: سخت ضعیف ہے۔ صالح جزرہ نے کہا: کذاب ہے۔ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا: محض لاشئی کذاب خبیث [3] ہے۔ (بالکل کوئی شے نہیں کذاب وخبیث ہے۔ت) کل ذلك فی المیزان (یہ سب میزان میں ہے۔ت) لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: متروك و كان حافظاً [4] (یہ متروک

---

[1] المقاصد الحسنۃ | مقدمۃ الکتاب | مطبوعہ دارالکتاب العلمیۃ بیروت | ص
[2] الترغیب والترہیب | فی صلاۃ الحاجۃ الخ | مطبوعہ مصطفی البابی مصر | ۱/ ۴۲۸
نصب الرایۃ الحدیث الثانی والاربعون من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/ ۲۷۳
[3] میزان الاعتدال | ترجمہ ۶۲۳۷ | مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت | ۳/ ۲۲۸
[4] تقریب التہذیب | حرف العین | رر مطبع فاروقی دہلی | ص ۱۹۲

ہے اور حافظ تھا۔ت) ذہبی نے میزان میں کہا:

کان من اوعیة العلم علی ضعفه، و کثرة منا کیره و ما اظنه ممن یتعمد الباطل[1]۔

اس ضعف وکثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ کرتا ہو۔(ت)

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا: لاریب فی ضعفه[2] (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں۔ت)

امام اجل ثقہ حافظ عبدالعظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب[ط] میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کرکے عمر بن ہارون کے متروک ومتہم ہونے سے اُسے مسلول کیا،

حیث قال قد تفرد به عمر بن هارون البلخی وهو متروک متهم اثنی علیه ابن مهدی وحده[ظ] فیما اعلمه[3] اھ

ط: فی الترغیب فی صلاۃ الحاجة ۱۲ منه (م)

(ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ت)

ظ: اقول هذا عجیب من مثل الحافظ مع قول نفسه فی خاتمة الکتاب ضعفه الجمهور و ثقه قتیبة وغیره اه فی تذکرة الحفاظ عن الابار عن ابی غسان عن بهز بن اسد انه قال اری یحیٰی بن سعید حسده قال وساق الخطیب باسناده عن ابن عاصم انه ذکر عمر بن هارون فقال عمر عندنا احسن اخذ اللحدیث من ابن المبارک وقال المروزی سئل ابوعبدالله عن عمر بن هارون فقال ماقدران اتعلق علیه بشیئ کتبت عنه کثیرا فقیل له قد کانت له قصة مع ابن مهدی فقال بلغنی انه کان یحمل علیه وقال احمد بن سیار کان کثیر السماع کان قتیبة یطریه و یوثقه الخ ثم ذکر تکذیبه و ترکه وجرحه عن ابن معین واٰخرین ثم قال قلت لاریب فی ضعفه و کان لما حافظا فی حروف القرأت مات سنة اربعین و تسعین ثلث مائة اه ۱۲ منه (م)

اقول حافظ جیسے لوگوں پر تعجب ہے کہ خود انہوں نے خاتمۂ کتاب میں کہا کہ اسے جمہور نے ضعیف کہا اور قتیبہ وغیرہ نے اسکی توثیق کی اھ اور تذکرۃ الحفاظ میں از ابار از ابن غسان از بہز بن اسد ہے وہ کہتے ہیں میں نے یحیٰی بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا اور خطیب اپنی سند سے ابوعاصم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابن المبارک سے احسن ہے، اور مروزی نے کہا ابوعبداللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق پُوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شی کہنے کی طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات لکھی ہیں، ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ فلاں معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سیار نے کہا کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اس کی تعریف وتوثیق کرتا تھا الخ) پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قراءات حروف میں امام وحافظ تھے ان کا وصال ۳۹۴ھ میں ہوا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۲۷ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۲۹

[2] تذکرۃ الحفاظ الطبقۃ السابعۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱/۳۱۲

[3] الترغیب والترہیب فی صلاۃ الحاجۃ ودعائہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

قلت بل اختلف الروایة عن ابن مهدی ایضا فقال فی المیزان قال ابن مهدی واحمد والنسائی متروک الحدیث ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مهدی حسن الرای فی عمر بن ہارون[1] اھ فاللہ تعالٰی اعلم۔

جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی متفرد ہے اور وہ متروک و متہم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے، میزان میں ہے کہ ابنِ مہدی، احمد اور نسائی نے کہا کہ یہ متروک الحدیث ہے، پھر کہا کہ ابنِ حبان کہتے ہیں کہ ابن مہدی عمر بن ہارون کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اھ فاللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

بایں ہمہ ازانجا کہ مستدرک میں تھا:

قال احمد بن حرب قدجربته فوجدته حقا، وقال ابراهیم بن علی الدّیبلی [ط] قدجربته فوجدته حقا، وقال الحاکم قال لنا ابوزکریا قدجربته فوجدته حقا قال الحاکم قدجربته فوجدته[2] حقا۔

احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا، ابراہیم بن علی دیبلی نے کہا میں نے آزمایا حق پایا ہم سے ابوزکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا، حاکم کہتے ہیں خود میں نے آزمایا تو حق پایا [ٹ]۔

لہٰذا امام حافظ منذری نے فرمایا: الاعتماد فی مثل هذا علی التجربة لاعلی الاسناد[3] (ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہوتا ہے نہ کہ اسناد پر[1]) امام ابن امیر الحاج حلیہ [لا] میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا

[ط] نسبة الی دیبل بفتح الدال المهملة وسکون الیاء المثناة من تحت وضم الباء الموحدة والآخر لام قصبة بلاد السند کمافی القاموس ۱۲ منه (م)

یہ دَیْبُل کی طرف منسوب ہے۔ دیبل دال مہملہ کے فتح کے ساتھ، یاءِ مثنٰی کے سکون باءِ موحدہ کے پیش کے ساتھ اور آخر میں لام ہے کہ بلادِ سندھ میں ایک قصبہ ہے قاموس میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ (ت)

[ٹ] اقول بحمد اللہ تعالٰی اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا حق پایا بعض قریب تر اعزہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت مثل نزع طاری ہوئی سب رونے لگے فقیر مشغولِ نماز مذکور ہوا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور بیٹھا باتیں کرتا پایا وللہ الحمد بیس ۲۰ سال ہونے کو آئے جب سے بحمد اللہ فضل الٰہی ہے ماشاء اللہ لاقوۃ الاباللہ ۱۲ منہ (م)

[لا] اخر الکتاب فی الفضائل الثالث عشر فی صلاۃ الحاجة من فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منه (م)

یہ کتاب کے آخر میں فضائل کے بیان میں جو تیرھویں فصل نمازِ حاجت کے بیان میں تکمیل کتاب کی فصول میں سے ہے (ت)

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳۷ عمر بن ہارون مطبوعہ دار المعرفت بیروت ۳/ ۲۲۸ و ۲۲۹

[2] الترغیب والترہیب بحوالہ الحاکم الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۸

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

اُسے بایقین موضوع کہنا دے ط ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ومشی علی هذا فی الحاوی القدسی فانه ذکر هذه الصلوة للحاجة علی هذا الوجه من الصلوة المستحبة ا‍ـ
حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کے لئے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیّدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جوان کی صحتِ کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اُترا معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علما وصلحا سے منقول ہوئے ہیں لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا روی تجربة ذلك عن كثيرين ۲ (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بفرض غلط سند کسی قابل نہ سمجھو تاہم تجربہ علما کو سند کافی جانو۔

افادۂ بست وہفتم ۲۷ (بالفرض اگر کتب میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما میں بلاسند مذکور ہونا ہی بس ہے ﴿۱) اقول بھلایاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلاسند مذکور ہونا ہی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقۂ رابعہ وغیرہا کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام ونشان نہ ہو ﴿۲، حضور اقدس سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حضور والا کو ندا کر کے بابی انت وامی یارسول اللہ ۳ میرے ماں باپ حضور پر قربان یارسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائلِ جلیلہ وشمائل جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابومحمد عبداللہ بن علی لخمی اندلسی رشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابوعبداللہ محمد محمد ابن الحاج عبدری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلا سے تھے ۷۳۷ھ میں وصال

ط ۱ هو اخر حديث من باب الصلاة فی الموضوعات قال المخرج موضوع، عمربن هارون كذاب قال خاتم الحفاظ عمر روى له الترمذی و ابن ماجة وقال فی الميزان كان من اوعية العلم الی آخر مانقلنا قال ووجدت للحديث طريقا آخر فذكر ماسند ابن عساكر عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه نحوه وسكت عليه خاتم الحفاظ والله تعالی اعلم ۱۲ منه (م)

نماز کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت لی ہے، میزان میں "كان من اوعية العلم الی آخر مانقلنا" (وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی ہے) کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک اور سند بھی میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساکر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

۱ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

۲ خاتمہ مجمع بحار الانوار نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۱

۳ نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالٰی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلاسند ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتا نہ پایا کتب حدیث میں اصلانشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا ﴿[1]، ان نادانوں کند حواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقۂ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اُس کے ذکر وقبول سے مانع نہ آیا ﴾[2] بلکہ اس سے استناد فرمایا ﴾[3] علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدۂ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انہیں زشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ [ط] احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغۂ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار ومدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف ونسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری ومدارج النبوۃ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لااقسم بھذا البلدہ ط وانت حل بھذا البلد[1] (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اے محبوب! تو اس میں جلوہ افروز ہے۔ت) جس میں رب العزت جل وعلا نے شہر مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر ﴾[3] کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پرنور سیّد المحبوبین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جان پاک بھی قسم کھائی کہ لعمرك انهم لفی سکرتهم یعمهون[2] (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشہ میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لااقسم بھذا البلد o [3] مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ، اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی لااقسم بھذا البلدo نسیم [ط] کی دلکشا عبارت یہ ہے:

قدقالوا ان ھذا القسم ادخل فی تعظیمه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم من القسم بذاته وبحیاته کمااشار الیه عمررضی اللّٰه تعالٰی عنه بقوله بابی انت وامی یارسول اللّٰه قدبلغت من الفضیله عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لااقسم بھذا البلده [4]

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی

[ط] الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منه (م)
دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو۔ (ت)

[ط] الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منه (م)
باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

---

[1] القرآن ۹۰/۲

[2] القرآن ۱۵/۷۲

[3] القرآن ۹۰/۱

[4] نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالٰی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۹۶

طرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا: یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالٰی کے ہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالٰی نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے: لااقسم بھذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت)

مواہب ف۱ میں ہے:

علی کل حال فھذا متضمن للقسم ببلد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ولایخفی مافیہ من زیادۃ التعظیم وقدروی ان عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال للنبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بابی انت وامی یارسول اللّٰہ لقد بلغ من فضیلتك عنداللّٰہ ان اقسم بحیاتك دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عندہ ان اقسم بتراب قدمیك فقال لااقسم بھذا البلد[۱]

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمتِ مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے کہ اُنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالٰی کے ہاں اتنی بلند ہے کہ آپ کی حیاتِ مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی، اور آپ کی عظمت ومرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے "لااقسم بھذا البلد" کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

مدارج ف۲ میں اسے نقل کرکے فرمایا:

یعنی سوگند خوردن ببلد کہ عبارت است کہ از زینے کہ پے سپر میکند، آنرا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سوگند بخاک پائے خوردن ست، وایں لفظ در ظاہر نظر سخت مے درآید، نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاک پائے حضرت رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونظر بحقیقت معنی صاف وپاک ست کہ غبارے براں نہ، وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات وصفات خود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آں چیز ست نزد مردم ونسبت بایشاں تابدانند کہ آں امرے عظیم وشریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالٰی[۲] الخ

ف۱ المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۱۲ منہ (م)

دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

ف۲ قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

[۱] المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی الفصل الخامس من النوع الخامس الخ مطبعۃ عامرہ مصر ۶/۲۷۰

[۲] مدارج النبوۃ وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۵

نوٹ: مدارج النبوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر کے نسخہ میں خط کشیدہ عبارت نہیں ہے غور وفکر سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور اعلٰحضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ نذیر احمد سعیدی

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس خاکِ پا کی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے خاکِ پا کی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی وغبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ شی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے، بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف وعظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شے بنسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ بنسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی تو صد ہا نظیریں کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے یہ پچھلے زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقۂ حدیث میں داخل نہ اُن میں سند کا نام ونشان، قرۃ العینین میں روایات مذکورۂ تاریخ یافعی وروضۃ الاحباب وشواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود، مثلاً لکھا:

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ تلبیسا[1] پس بطریق اتم بود وظہور خرق عوائد وتربیت الٰہی ایشاں را بر ؤیا ء ماند آں از ایشاں بسیار مروی شدہ حدیثی چند ازیں جملہ نیز روایت کنیم[2] در شواہد النبوہ از ابو مسعود انصاری منقول است کہ گفتہ است اسلام ابوبکر شبیہ بوحی است زیرا کہ دے گفتہ است کہ شبی پیش از بعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ شبی پیش از بعث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرو آمد وبر بامِ کعبہ[3] افتاد الخ ونیز در شواہد مذکور است کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق گفتہ است کہ روزے در ایامِ جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم ناگاہ میل بمن کرد بجانب من کرد آوازے از اں درخت بگوش من آمد کہ پیغمبرے در فلاں وقت بیروں خواہد آمدے باید کہ تو سعادت مند ترین مردماں باشی بوے الخ ونیز در شواہد از ابوبکر صدیق منقول است کہ در مرض آخر خود گفت کہ امشب در تفویض امر خلافت بتکرار استخارہ کردم[4] الخ ملتقطا۔

شیخین (صدیق وفاروق) صفات کاملہ مشہورہ کے ساتھ بطریق اتم متصف تھے اور اُن سے خرقِ عادت اور تربیتِ الٰہیہ کے طور خواب وغیرہ جیسے معاملات کا اظہار بھی احادیث میں مروی ہے ان میں سے ایک حدیث کا میں یہاں ذکر کرتا ہوں، شواہد النبوۃ میں ابو مسعود انصاری سے مروی ہے کہا گیا ہے کہ سیدنا ابوبکر کا اسلام مشابہ بالوحی ہے کیونکہ وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم نور آسمان سے نیچے آیا اور کعبہ کی چھت پر اترا ہے الخ شواہد النبوۃ میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں دورِ جاہلیت میں ایک دن ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اچانک وہ درخت میری طرف جھک گیا اور اس درخت سے میرے کانوں میں یہ آواز آئی کہ فلاں وقت اللہ کا پیغمبر آئے گا تو ان کے ساتھوں میں نہایت ہی سعادت مند ہو گا الخ اور یہ بھی شواہد میں حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے کہ آپ نے آخری مرضِ وصال میں فرمایا کہ آج میں نے خلافت کے معاملات کو سپرد کرنے کے لئے بار بار استخارہ کیا ہے الخ ملتقطا (ت)

---

[1] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، اتصاف شیخین بہ صفات کاملہ الخ، مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور، ص ۹۲

[2] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین اتصاف شیخین بہ صفاتِ کاملہ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۹۳

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۹۴

[4] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۹۵

اُسی میں ہے:

چونوبت خلافت بفاروق رسید سیاستی بردست او واقع شد کہ غیر نبی برآں قادر نباشد واگر عقل سلیم را اعمال نمایم درامورے کے خلافت انبیاء رامی شاید

جب خلافت حضرت فاروقِ اعظم کے سپرد ہوئی تو آپ نے سیاست کو اس طرح بہتر انداز میں نبھایا کہ کسی غیر نبی سے ایسا ممکن نہ تھا اگر عقلِ سلیم کو امورِ خلافت

ارشاد کیا:

لم اجده فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخله ذکراه فی ضمن حدیث طویل و کفٰی بذلك سند المثله فانه لیس ممایتعلق بالاحکام[1]۔

میں نے یہ حدیث کسی کتابِ حدیث میں نہ پائی، مگر صاحبِ اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیثِ طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔ (ت)

فقیر بعون رب قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کرکے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے﴿۱﴾۔

افادۂ بست و ہشتم ۲۸ (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس سے فعل کی ممانعت لازم نہیں﴿۲﴾) اقول اچھا سب جانے دیجئے اپنی خاطر پورا تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدمِ حدیث ہے نہ حدیث عدم﴿۳﴾، اُس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا﴿۴﴾، اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا اور بہ نیت حسن حسن و مستحسن ہوجائے گا﴿۵﴾۔

کماھو شان المباحات جمیعا کمانص علیه ط فی الاشباہ وردالمحتار وانموذج العلوم وغیرھا من

ط قال فی الاشباہ من القاعدۃ الاولی اما المباحات فانها تختلف صفتها باعتبار ماقصدت لاجله[2] الخ وعنها نقل فی اوائل نکاح ردالمحتار وفیه ایضا من کتاب الاضحیة فی مسئلة العقیقة وان قلنا انها مباحة لکن بقصد الشکر تصیر قربة فان النیّة تصیر العادات عبادات، والمباحات طاعات[3] اھ و کلام الانموذج مرّفی الافادۃ الحادیة والعشرین ۱۲ منه (م)

اشباہ﴿۶﴾ میں قاعدہ اولیٰ میں ہے کہ مباحات صفت کے اختلاف سے مختلف ہوجاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ جس کا ارادہ کیا گیا ہوالخ اس عبارت کو ردالمحتار کی کتاب النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، ردالمحتار کی کتاب الاضحیۃ میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات کو عبادت وفرمانبرداری میں بدل دیتی ہے اھ اور انموذج العلوم کا کلام اکیسویں ۲۱ افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء، باب اول الفصل السابع فیما اخبر اللہ تعالٰی الخ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱/ ۲۴۸

[2] الاشباہ والنظائر بیان دخول النیۃ فی العبادات الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۳۴

[3] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء العربی بیروت ۵/ ۲۰۸

معتمدات الاسفار۔
جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ وردالمحتار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتمد کتب میں تصریح کی ہے۔ (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل ومہمل وبے اثر ہے[1] یا نہی وممانعت کا پروانہ لاجرم[2] علامہ سیّدی احمد طحطاوی ومصری حاشیہ درمختار میں زیر قول رملی واما الموضوع فلایجوز العمل به بحال ! فرماتے ہیں:

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعة واما لو کان داخلا فی اصل عام فلامانع منه لالجعله حدیثا بل لدخوله تحت الاصل العام[2]۔

یعنی جس فعل کے بارے میں حدیث موضوع وارد ہوا ُسے کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعدِ شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہوسکتی[3] نہ اس لئے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لئے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے[4]۔

اقول فقدافاد رحمه اللّٰه تعالٰی بتعلیله ان المراد جواز العمل بمافی موضوع لالکونه فی موضوع وسنلقی علیك تحقیق المقام بتوفیق الملك العلام فانتظر۔

اقول سیّد احمد طحطاوی نے اس تعلیل کے ذریعے یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے (کہ موضوع حدیث کے مفہوم میں جو شرعی قاعدہ کے موافق ہے اس پر عمل ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے) عنقریب ہم اللہ تعالٰی کی توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں۔ (ت)

یہ تو تصریح کلی تھی اب جزئیات پر نظر[5] کیجئے تو وہ بھی باعلی ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علماءِ کرام حشرنا اللہ تعالٰی فی زمرتہم کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ درود موضوعات واباطیل اُن کے نزدیک موجب منع فعل نہ[6] تھا بلکہ باوصف اظہار وضع وبطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

(۱) امام سخاوی مقاصدِ حسنہ میں فرماتے ہیں:

حدیث لبس الخرقة الصوفیة وکون الحسن البصر لبسها من علی قال ابن دحیة وابن الصلاح انه باطل وکذا قال شیخنا، انه لیس فی شیئ من طرقها مایثبت ولم یرد فی خبر صحیح ولاحسن ولاضعیف ان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم البس الخرقة علی الصورة المتعارفة بین الصوفیة لاحد من اصحابه ولاامر احدا من

---

[1] الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۳/۱
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۷۵/۱

اصحابه بفعل ذلك و كل مايروى فى ذلك صريحا فباطل، ثم ان ائمة الحديث لم يثبتوا للحسن من على سماعا فضلا عن ان يلبسه الخرقة ولم يتفرد شيخنا بهذا بل سبقه اليه جماعة حتى من لبسها و البسها كالد مياطى والذهبى والهكارى وابى حيان والعلائى ومغلطائى والعراق وابن الملقن والابناسى والبرهان الحلبى وابن ناصر الدين هذا مع الباسى اياها لجماعة من اعيان المتصوفة امتثالا لالزامهم لى بذلك حتى تجاه الكعبة المشرفة تبركا بذكر الصلحين واقتفاء لمن اثبته من الحفاظ المعتمدين اھ بتلخيص۔

خرقہ پوشی صوفیۂ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرالسری نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے خرقہ پہنا امام ابن دحیہ وامام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولٰی سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمۂ محدثین ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا جیسے امام (۱) دمیاطی امام (۲) ذہبی امام (۳) شیخ الاسلام سیّدنا ہکاری امام (۴) ابوحیان امام (۵) علاء الدین علائی امام (۶) مغلطائی امام (۷) عراقی امام (۸) ابن ملقن (۹) امام ابناسی امام (۱۰) برہان حلبی امام (۱۱) ابن ناصر الدین دمشقی یہ باآنکہ میں نے خود ایک جماعت عمدۂ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص کعبہ معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کی جواُسے ثابت کر گئے۔ (ت)

رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرہ ائمۂ دین وحملۂ شرع مبین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعثِ برکات مانتے ہیں[1]۔

تنبیہ یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اس میں معذور مگر حق اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقہ تالیف فرمایا اُس میں مروت ہیں:

اثبته جماعة وهو الراجح عندى لوجوه وقد رجحه ايضا الحافظ ضياء الدين المقدسى فى المختارة و تبعه الحافظ ابن حجر فى اطراف المختارة[2]۔

حضرت حسن کا حضرت مولٰی سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے ملخصاً صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی۔ (ت)

---

[1] المقاصد الحسنۃ حرف اللام مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت ص ۳۳۱

[2] الحاوی للفتاوٰی رسالہ اتحاف الفرقۃ دار الفکر بیروت ۲/۱۰۲

پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں: امام ابن حجر نے فرمایا: مسند ابی یعلی میں ایک حدیث ہے کہ:

حدثنا جویریۃ بن اشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصھباء الباھلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث [1]

جویریہ بن اشرس نے ہمیں حدیث بیان کی کہ عقبہ بن ابی صہبا باہلی نے ہمیں خبر دی کہ میں نے حسن بصری سے سُنا وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے الحدیث۔ (ت)

ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولٰی علی سے سماع حاصل ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحیٰی بن معین نے ثقہ کہا انتہی۔

اقول یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیۂ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصولِ سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محلِ سخن نہیں وللہ الحمد۔

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی ھو باطل وکذب وکذا من شم الورد الاحمر الخ ز [1] (قد کتبت فی شان الصلوۃ علی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عند الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرہ ھل لہ اصل فکتب الجواب عن شیخنا الشیخ ابن حجر قدس سرہ اوغیرہ بمانصہ اما الصلاۃ علی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عند ذلک ونحوہ فلااصل لھاومع فی ذلک فلاکراھۃ عندنا [2] اھ ملخصا۔

یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا اُس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی الخ (ز) میں نے اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکّی قدس سرہ الملکی کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے؟ انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت ﷺ ابھی نہیں اھ ملخصاً۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیتِ ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں:

امامن استیقظ عند اخذ الطیب اوشمہ الی ماکان علیہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من محبتہ للطیب واکثارہ منہ

ز: الفتنی یکتب ز علی مایزید من عند نفسہ فلعلھا رمز للزیادۃ ۱۲ منہ (م)

علامہ فتنی جو اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں تو "ز" لکھ دیتے ہیں غالباً اس "ز" سے اس اضافہ کی طرف اشارہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن نولکشور لکھنؤ ۲/ ۵۱۲ و ۵۱۳

[2] " " " " ۲/ ۱۰۴

فتذکر ذلك الخلق العظیم فصلی علیه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم حینئذ لماوقر فی قلبه من جلالته واستحقاقه علی کل امته ان یلحظوه بعین نهایة الاجلال عندرؤیة شئ من آثاره اومایدل علیها فهذا لا کراهة فی حقه فضلا عن الحرمة بل هو آت بمافیه اکمل الثواب الجزیل والفضل الجمیل وقد استحبه العلماء لمن رای شیأ من اٰثاره صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ولاشك ان من استحضر ماذکرته عندشمه الطیب یکون کالرأی لشئ من اٰثاره الشریفة فی المعنی فلیسن له الاکثار من الصلاة والسلام علیه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم[1] اھ اھ مختصرا۔

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اُس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا اُن پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی، اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر وفضل جمیل پائے گا ﴿ کہ زیارتِ آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علما نے مستحب رکھا ہے ﴾[2] اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا معنی بعض آثار شریفہ کی زیارت کررہا ہے تو اُسے اس وقت حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصرا۔

دیکھو باآنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلا سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم وفضل کریم قرار دیا ﴾[3]۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح وشام ہے:

یشبهما مایتداوله اوله السادة الصوفیة من قول لااله الااللّٰه سبعین الف مرة یذکرون اللّٰه تعالٰی یعتق بها رقبة من قالها واشتری بها نفسه من النار ویحافظون علیها لانفسهم ولم مات من اهالیهم واخوانهم وقدذکرها الامام الیافعی والعارف الکبیر المحی الدین ابن العربی واوصی بالمحافظة علیها وذکروا انه قدورد فیها خبر نبوی لکن قال بعض المشایخ لم تردبه السنة فیما اعلم وقدوقفت علی صورة سؤال للحافظ ابن حجر رضی اللّٰه تعالٰی عنه عن هذا الحدیث وهو من قال لااله الااللّٰه سبعین الفافقد اشتری نفسه من اللّٰه وصورة جوابه الحدیث المذکور لیس بصحیح ولاحسن ولاضعیف بل هو باطل موضوع اه هکذا قال النجم الغیطی وعقبه بقوله لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلك اقتداء بالسادة وامتثالا لاالقول من اوصی بها وتبرکا بافعالهم[2] اه ملخصا

انہیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیہ کرام میں ستر ہزار بار لاالٰہ الّاالله کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا اللہ عزّوجل اُسے آزاد فرمائے گا اُس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اُس پر اپنی اور اپنے ومواتِ اقارب واحباب کے

---

[1] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن نولکشور لکھنؤ ۲/۵۱۲ و ۵۱۳

[2] فتح الملک المجید

لئے محافظت فرماتے ہیں اسے امام یافعی اور عارف کبیر سیدمحی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیۂ کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں، لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتویٰ دیکھا کہ امام ابنِ حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لاالٰہ الاّاللّٰہ کہے اُس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی، امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف بلکہ باطل وموضوع ہے، علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کو ذکر کر کے فرمایا کہ آدمی کو چاہئے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور اُن کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو اھ ملخصا۔

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور حافظ الشان ابنِ حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد سلسلۂ حدیث ہیں دیکھو انہوں نے امام ابنِ حجر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل وموضوع ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور اُن کے حکم کا امتثال اور اُن کے افعال سے تبرک نصیب ہو وباللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں ﴿[1]۔

یاران ودوستان فرمایند کہ ہفتاد ہفتاد ہزار بار کلمۂ طیبہ لاالٰہ الااللّٰہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق وبروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ اوام کلثوم نجوانند وثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے بخشمند وہفتاد ہزار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستان دعا وفاتحہ مسئول است[1]۔

دوست واحباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار بار کلمہ طیبہ لاالٰہ الااللّٰہ خواجہ محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے واسطے اور ان کی ہمشیرہ اُم کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے کی رُوح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا وفاتحہ کا سوال ہے۔ (ت)

باقی اس باب میں مرقاۃ ف[2] شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔

ف[2] شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرفہ یہ کہ وہابیہ نانوتہ ودیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا اُنہیں سوم کے چنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں: "حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہوگیا سبب پُوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار کلمہ پڑھا تھا یُوں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے جی ہی جی میں اسکو بخش دیا بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بشاش ہے کہ اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہُوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگئی[2] اھ تلخیص ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۸ بمولانا بدر الدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱

[2] تحذیر الناس خلاصہ دلائل دارالاشاعت کراچی ص ۴۴، ۴۵

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعاتِ کبیر میں فرمایا:

احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلھا باطلۃ [۱]۔

جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دُعا پڑھو سب موضوع ہیں [۱]۔

باینہمہ فرمایا:

ثم اعلم انہ لایلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتۃ عنہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ان تکون مکروھۃ اوبدعۃ مذمومۃ بل انھا مستحبۃ استحبھا العلماء الاعلام والمشایخ الکرام لمناسبۃ کل عضو بدعاء یلیق فی المقام [۲]۔

پھر یہ جان رکھ کر ادعیۂ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے عظام واولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے [۲]۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور وہ ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفا لازم آئے کمالا یخفی۔

تنبیہ اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا گیا مگر عند التحقیق اُس میں کلام ہے اس باب میں ایک مفصل حدیث ابو حاتم اور ابن حبان نے تاریخ میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انصافا غایت اسکی ضعف ہے اور مقام مقام فضائل،

راجع الحلیۃ شرح المنیۃ للامام ابن امیر الحاج تجد مایرشدك الی الحق بسراج وھاج فی لیل داج۔

امام ابن امیر الحاج کی کتاب حلیہ شرح منیہ کا مطالعہ کر داس میں تُو اندھیری رات میں روشن چراغ کے ساتھ حق کو پالے گا۔ (ت)

(۵) سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بالاضافۃ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب وخرما اپنے شیخ علامہ ابو طاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبد العزیز اور انہوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبد اللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظِ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں باینہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں ان کے اسماءِ کرام سلسلۂ سند سے ظاہر شیخ شیخانی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اُسے ذکر کرکے فرماتے ہیں:

ھذا بما تفرد بہ عبد اللّٰہ بن میمون القداح وصرح غیر واحد بانہ متھم بالکذب والوضع قال السخاوی لایباح ذکرہ الامع ذکر وضعہ لکن المحدثین مع کثرۃ کلامھم فیہ ورمبالغتھم فیہ ورمیہ بالوضع لایزالون یذکرونہ یتبرکون بالتسلسل [۳] اھ

---

[۱] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۳۴۵

[۲] الاسرار المرفوعۃ المعروف بالموضوعات الکبریٰ، احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت، ص ۴۳۳۵

[۳] ثبت حصر الشارد

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اُس کے متہم بکذب ووضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے رہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے رہے پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے رہے ہیں۔ اھ (ت)

اقول یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی:

بسنده الى الامام ابى الخير شمس الدين محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری بسنده الى ابى الحسن الصقلى بطريقة الى القداح عن الامام جعفر الصادق عن آبائه الكرام عن اميرالمؤمنين على كرم الله تعالى وجوههم عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم۔

اپنی سند سے امام ابوالخیر شمس الدین ابن جزری تک وہ اپنی سند سے ابوالحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباءِ کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجوہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی:

بسنده الى ابى الحسن الى القداح الى اميرالمؤمنين عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم۔

اپنی سند سے ابوالحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تک وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (ت)

من اضاف مؤمنا فكانما اضاف آدم ومن اضاف اثنين فكانما اضاف آدم وحواء ومن اضاف ثلثة فكانما اضاف جبرائيل وميكائيل واسرافيل[1]۔

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے متروک سہی حد وضع تک منتہی نہیں متن طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں اُس پر حکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اُسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم کی ضیافت کی اور جس نے دو۲ کی ضیافت کی اس نے آدم و حوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت کی گویا اس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی مہمان نوازی کی۔ (ت)

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت دے، ولہٰذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بھذا الوجہ الا بھذا الاسناد[2] (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں،

---

[1] کنز العمال، کتاب الضیافت من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۷۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۹/ ۲۶۹

[2] کنز العمال بحوالہ ابن الجزری حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۲۶۹

کما بیناه فی الافادة التاسعة اماما اعله الشیخ ابومحمد محمد بن الامیر المالکی المصری المدرس بالجامع الازهر بعد ایراده فی ثبته بالمتن الثانی المذکور فیه الاضافة الی تمام العشرة بذلك الملئکة فی الضیافة وھم لایاکلون و لایشربون قال فان صح فھو خارج مخرج الفرض و التقدیر [1] اھ کماانبأنا به فی جملة مرویانة شیخنا العلامة زین الحرم السید احمد بن زین بن دحلان المکی عن الشیخ عثمان بن حسن الدمیاطی عن مؤلفه الشیخ الامیر المالکی فاقول لیس باعجب ممانبأنا السید حسین بن صالح جمل اللیل المکی عن الشیخ محمد عابد السندی المدنی بسنده المشھور الی صحیح مسلم بسنده المعلوم الی ابی ھریرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم ان اللّٰہ عزوجل یقوم یوم القیٰمة یاابن ادم مرضت فلم تعدنی الحدیث" وفیه یاابن اٰدم استطعمتك فلم تطعمنی قال یارب کیف اطعمك وانت رب العٰلمین قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اماعلمت انك لواطعمته لوجدت ذٰلك عندی یاابن آدم استسقیتك فلم تسقنی الحدیث المعروف [2]۔

جیسا کہ ہم نے اسے نویں افادہ میں بیان کردیا ہے لیکن شیخ ابومحمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انہوں نے اس کو اپنے ثبت میں متن ثانی مذکور کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علّت بیان کی ہے، اس متن میں ضیافت میں ذکرِ ملائکہ کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تمثیل بطور فرض وتقدیر ہے اھ جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن زین بن دحلان مکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے اس کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے **فاقول** یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل اللیل المکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے وہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی "الحدیث" اور اسی میں ہے کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تو نے نہیں دیا تھا کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اسے کھلادیتا تو اسے آج میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثمّ اقول تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع وعمل بمانی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے [1] کمایظھر مماقدمناه فی الافادة الحادیة والعشرین (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کرآئے ہیں۔ت) ثانی مطلقاً ممنوع

---

[1] ثبت ابومحمد محمد بن امیر مالکی مصری

[2] صحیح مسلم باب فضل عیادۃ المریض مطبوعہ مطبع اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۸

نہیں ورنہ ایجاب و تحریم کی باگ مفتریان بیباک کے ہاتھ ہوجائے لاکھوں افعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کردیں حرام ہوجائے جس سے ترہیب میں گھڑلیں وہ واجب ہوجائے کہ تقدیر اول فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا﴾[1] اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب و ترہیب دونوں میں بنادیں تو فعل و ترک دونوں کی جان پر بنادیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے﴾[2] فاعلم وافهم انكنت تفهم (جان لے سمجھ لے اگر تو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقۃً محذور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امتثال و اعتقاد ثبوت میں تو بفرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے ع

ماعلی مثلهم یعدّ الخطاء

افادہ بست و نہم ۲۹ (اعمالِ مشائخ محتاج سند ﴿[3] نہیں اعمال میں تصرف و ایجادِ مشائخ کو ہمیشہ گنجایش ﴾[4]) بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشائخ سے ایک عمل سمجھئے ﴾[5] کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوتِ حدیث کی کیا ضرورت، ﴾[6] صیغۂ اعمال میں تصرف و استخراجِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعثِ نفع بندگانِ خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا کتب ائمہ و علما و مشائخ و اساتذۂ شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالا مال ہیں اُنہیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ؎ ہیں:

اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہا سے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن و چشم را بآں نور دوختن "یا نور" را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت مید ہد و احادیث نفس می نشاند اھ ملخصا۔

اعمال تصریفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھولنا ایسے ہی ہے جیسے اطباء قرابادین سے نسخوں کا استخراج کرلیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور و اجالے کی طرف لگانا اور یانور کا لفظ بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت ملکیہ کو قوت دیتا ہے اور وسواس سے نجات دلاتا ہے ﴾[7] اھ ملخصاً (ت)

اس ؎ میں ہے:

چند نوع کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ وکشف و اشراف بر خواطر و از انجملہ ظہور تاثیر در دعا و رقے و اعمال تصریفیہ او تا عالم بفیض نفس او منتفع شود[2] اھ ملتقطا۔

؎ ہامہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)

؎ ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہب لنا من لدنک ریحا طیبۃ الخ (م)

[1] و [2] ہوامع شاہ ولی اللہ

چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے لاَ ماشاء اللہ جُدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراستِ صادقہ، کشفِ احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور ان میں سے دُعا و تعویذ، دَم اور اعمالِ تصرفیہ میں برکت ہے یہاں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اھ ملتقطا (ت)

عزیزو! خدارا انصاف، ذرا شاہ ولی کے "قول الجمیل" کو دیکھو اور اُن کے والد و مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو، درد سر کے لئے تختہ پر ریتا بچھانا کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک پھونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحابِ کہف سے استعانت کرنا انہیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر اُن کے لکھنے کو آمدِ جن کی بندش جاننا، دفع جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیمہ کے لئے گلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا، اسقاطِ حمل کو کسی کا رنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر نو گرہیں لگانا، در دِزہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا، فرزند نرینہ کیلئے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا اُن پر ٹھیک دو پہر کو قرآن پڑھنا، لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفعِ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عائن و ساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورالینا اُس پر شہوت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنے پڑھنا، قنطاع النجا خدا جانے کون ہے اُسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسین پڑھ کر لوٹا گھمانا، بخار کو عیسٰی و موسٰی و محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صدہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے، ارے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں ﴾[1]، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے ﴾[2]، یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنی بصر کی اُمید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علما و صلحا کا دستور کتب فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجب ضلال، تو کیا بات ہے یہاں نام پاک حضور سیّد المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درمیان ہے لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ بحیلۂ بدعت شعلہ فشاں ہے ﴾[3]

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدرت را مے شناسم

یہ سب درکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں اسمٰعیل دہلوی تک نے امر اعظم دین تقریب رب العٰلمین یعنی راہِ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلف صالح میں نہیں خاص ایجاد بندہ ہیں مگر نیک و خوب و خوش آئندہ ﴾[4] ہیں محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جاننا یا باعث ثواب تقرب رب الارباب ماننا اس پر ان حضرات کو نہ کل بدعة ضلالة (ہر بدعت گمراہی ہے۔ت) کا

کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدث فی امرنا مالیس منہ (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاد کیا جو دین میں سے نہ ہو[۱]۔ت) یہاں فھو رد (پس وہ مردود ہے۔ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ ع

من کنم آنچہ من خواستم تو مکن آنچہ خواستے

(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انھار الانوار من یم صلاۃ الاسرار میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی وقمع وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہما تصنیفات شریفہ وتالیفات منیفہ اعلحضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف الصالحین سیّدی ووالدی ومولای ومقصدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالٰی عنہ واجزل قربہ منہ اور بقدر حاجت باجمال وو جازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تھامہ وغیرہا رسائل ومسائل فقیر میں مسطور والحمدللّٰہ العزیز الغفور والصلاۃ والسلام علی المنیر النور وعلی الہ وصحبہ الی یوم النشور امین۔

افادہ سیم ۳۰ (ہم تو استحباب ہی کہتے ہیں طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے[۲]) اقول ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز واستحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عزوجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرش تحقیق مستقر ومکین ہوا وللّٰہ الحمد علی ماأولی من نعم لاتحصی (اللہ ہی کیلئے تعریف جو غیر محدود نعمتوں کا مالک ہے۔ت) مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ بلند وبالا ہے اور اُس کا منکر سنت مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد کرنے والا، بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھر کی خرابی[۳] مگر نہ جانا کہ تو ہب واضطراب وتقلب وانقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پئے[۴] ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں

گر براند نرود ور برود باز آید

ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دُور کرنے تو دُور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا)

طائفہ جدیدہ کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ ''ما امر اللہ بہ ان یوصل'' میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام[۵] کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی وبصیر العینی وعجیب وغریب معنے تراشے کہ جدت کی لہریں، حدث کے تماشے ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے، اپنی جانیں واریں عقل وہوش وچشم وگوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں خادمانِ شریعت چاکر اِن ملت مالم تسمعوا انتم ولا اباؤکم (جو تم نے اور تمہارے آبا واجداد نے کبھی نہیں سنیں۔ت) پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل

تطویل لاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ ارشادات ؎ علما کی یہ مراد کہ صرف (۱) وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگر چہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو ﷺ[1] جیسے روزہ ماہِ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگر چہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے جب کوئی خاص ثواب وفضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث (۲) عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی ﷺ[2] پھر بشرط ۲ مذکور حدیث اگر چہ مقبول ہوگی مگر وہ عمل (۳) باوصف قبول حدیث وتسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہو جائے ﷺ[3]، حدیث (۴) ضعیف سے ثبوتِ استحباب محض اختراع وخلافِ اجماع ہے ﷺ[4] علما نے جتنے (۵) اعمال کو بہ نظرِ ورود احادیث مستحب مانا اُن سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے ﷺ[5] دلیل (۶) یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں ﷺ[6] بس معلوم ہوگیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں اور رے جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگر چہ سیر ۸ ہوں خواہ مواعظ ۹ معجزات خواہ فضائل ۱۰ اصحابہ واہل بیت وسائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں ﷺ خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام واخبار ہو اگر چہ وہ نفیاً واثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب

؎ اقوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی ص ۹۶ مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا لیلۃ الجمعہ شب برأت، عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت وثوابِ عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور حسرتناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے، ہاں اعلام اُن کے آنے کا ہے یہ باب ص ۹۹ علم کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات ص ۹۷ میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی بپاس خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کرلے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیث صوم رجب وصلاۃ الاوابین میں فضل عمل ہے ص ۱۹۷ھ ملتقطاً ۱۱ منہ (م)

؎ انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیثِ ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الاوابین، گردن کا مسح، رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سرتاپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجاد ناصواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعاف کہ ان امور میں ہیں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہوگئے ہیں۔

قال فی الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق، فی ردالمحتار فارتقی الی مرتبۃ الحسن ط اقول لکن ھذا اذا کان ضعفہ لسوء ضبط الراوی الصدوق الامین اولا رسالہ او تدلیس او جھالۃ الحال اما لو کان لفسق الراوی او کذبہ فلا انتھی ۱ھ ملتقتاً

درمختار میں کہا اس کو ابن حبان وغیرہ نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے، ردالمحتار میں ہے اس طرح حدیث مرتبہ حسن تک ترقی کرتی ہے طحطاوی۔ اقول لیکن یہ اس وقت ہے جب حدیث کا ضعف صدوق میں راوی کے سوءِ ضبط یا ارسال یا تدلس یا جہات حال کی وجہ سے ہو۔ اگر وہ ضعف فسق راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گی انتہی۔ (ت)

پس جس قدر نظائر مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

---

۱ براہین قاطعہ مطبع نے بلاساڈھور ص ۹۸

عقاید سے ہے جس میں ضعاف درکنار بخاری ومسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر و قطعی الدلالۃ نہ ہوں ﴾[1] مثلاً یہ
حدیث کی رُوحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل
سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں اُس میں صحاح احاد بھی بے اعتبار ﴾[2] اور متعلق
بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار ﴾[3]، ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علما مگر مستحب نہ
ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو ﴾[4] شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک
ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے ﴾[5] ان خرافاتِ بے سروپا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے ﴾[6] جس نے
افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہٖ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کر سکتا ہے ﴾[7] معہذا اہم
نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مواخذات پر ہندسے لگا دیے خیر یہ تو اُن کا
نہیں اُن کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیلِ ابہامین کی سنیت ثابت ہوگئی کہ اگر
بہ نظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے ﴾[8] فبہا ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل جوارح
بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور ﴾[9] تو احادیث مفید استحباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے ﴾[10] قبول ضعاف فی
الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا ﴾[11] اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانیے کہ جو حدیث جس
باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علما سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآنِ عظیم و حدیث صحیح
”کیف وقد قیل“ وحدیث صحیح ارتقاء شبہات و احادیث مذکورۂ افادہ ۱۸ وغیرہا سے کہ قبول و عمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں
خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ یعنی اخذ بالاحتیاط ﴾[12] سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اُس پر قائم
اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحۃً دلالۃً کسی طرح دال ہو اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس
کا بھی کوئی فعل قرونِ ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹

پر ارشاد ہوتا ہے:

”مؤلف اپنی خوبیٔ فہم سے معنی قرون ثلثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود
خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علمی اور کج فہمی ہے بلکہ معنے یہ ہیں کہ جو
شے بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے، وجودِ شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون

ط شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہاں روایات ص ۹۷ میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ ص ۹۶ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے، یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح آحاد اھ بالالتقاط ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ل براہین قاطعہ مطبع نے بلاسا ڈھور ص ۸۹

شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً و دلالۃً پس جب کسی نوع ارشاد سے حکمِ جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آ گئی اگر چہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا اور جس کے عدمِ جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے اور وہ بوجود شرعی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں ہو گواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اس کے اشیاع نے اُس کی ہوا بھی نہ سُونگھی اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاہد ہدایت ہو الخ ملخصاً ۔"

اقول ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ﴿[1] ہے کہ آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی ﴾[2] نجدیت بیچاری کے دو رکن ہیں شرک و بدعت، رکن پسین پر قیامت گزر گئی ﴾[3]، کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جسے چپتی بیتی جس کا لقب بحمد اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علمی و کج فہمی کہ فلاح فعل صحابہ نے نہ کیا تابعین نے نہ کیا تابعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص بانی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انہوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں سارے بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃً دلالۃً جزئیہ کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں ۔

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں للہ الحمد اسے بیت حق کہتے ہیں

طرفہ یہ کہ اب قرونِ ثلثہ کی وہ ہٹ نئے طائفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو مہمل رہ گئی لفظ کا سوار پکڑا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار بہہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم کیا درمیاں ۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اُترے گی کہ اُنکے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود، پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا، محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولی سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مہذب اربابِ حق ہے، صاف نہ کہہ دو شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے تم سمجھنا کہ اب تو جو کہنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جہنم کے ایسے ہی تھے چلو ۔ ط

ط ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لا باس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

[1] براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع لے بلاساو اقع ڈھور ص ۲۹ ـ ۲۸

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے ❊ پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت ﴿[1]، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت ﴿[2]، اب تیسری شق کی کون سی صورت، تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت واستحباب وکراہت ء تنزیہ تین حکم شرع کو کافور ہو گئے ﴿[3]، اساتذہ جہابذہ نے سمجھائی تو اچھی کہ دونی اُلجھ گئی سلجھائی پھی اسی ہستی پر یہ ناز وغرور کہ لوگ تو ابن کی ہوا سے دُور، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگھیں، اہلِ حق کو معاف ہی رکھیں، اچھی تعلیم بھلے تلامذہ رہے تلقین خبیے اساتذہ ۔

گر ہمیں مکتب وھمیں ملا ❊ کار طفلاں تمام خواہد شد

خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا نا معتقد عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنتِ مجدیہ، پرانوں کی سنیئے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا وربا وقذف محصنہ وقتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر ﴿[4] بلکہ عیاذاً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کہ آکر باجماع طائفہ بدعت حائضہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدۂ فوائقہ شرک وبدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ اب خدا جانے اُنہوں نے سنت کو کفر سے ملایا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا ﴿[5] خیر طویلے کے لتیاؤ میں ہمیں کیا مقال،

کفی اللہ اھل الحق القتال والحمدللہ المھیمن المتعال والصلاۃ والسلام علی ذی الافضال والہ وصحبہ خیر صحب وآل آمین۔

اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام تعریف اس باری تعالٰی کے لئے جو محافظ وبلند ہے اور صلوۃ وسلام اس ذات پر جو صاحبِ فضل واکرام ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین۔ (ت)

حکم اخیر وخلاصہ تحریر بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث وبہ تصریح کتب فقہیہ مستحب ومندوب ﴿[6] وامیدگاہ فضل مطلوب، بثواب مرغوب جو کتب علما وعمل قدما وترغیب وارد پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی اُمیدوار ﴿ بحسن ظن وصدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اُسے مکروہ وممنوع وبدعت بتائے مبطل وخاطی ﴿[8] علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ بد مذہب کا رد اور اُس کے دل پر غیظ اشد ﴿[9] ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی ؎ منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر [1] کما بینہ المولی المحقق فی فتح القدیر وغیرہ فی غیرہ ؎ جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب ومندوب تو آپ ہی افضل،

؎ یہ لفظ یہاں عجب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو نا جائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشقیا حوضِ کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

؎ کلدر وحواشیہ وآخرین کلھم فی السیاہ ۱۲ منہ (م)

---

[1] فتح القدیر باب ماء الذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۲

والحمدللّٰه ولی الانعام وافضل الصلاۃ واکمل السلام علٰی سیدالختام قمر التمام والہ وصحبہ الغر الکرام امین۔

تمام تعریف اللہ کے لئے جوانعام کا مالک ہے اور افضل صلاۃ اوراکمل سلام ہوانبیا کے خاتم وسربراہ پر، جوچودھویں کا کامل چاند ہیں، اورآپ کی آل واصحاب پر، جونہایت ہی روشن اور مکرم ہیں آمین!

خاتمہ فوائد منثورہ میں ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلادِنزدیک وُدور سے باربار آیا ہردفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دوایک صفحہ کبھی دوچار ہی سطر جواب لکھتا رہا بارآخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جز تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام بدایوں وبریلی ورامپور وقین عن الشروع وبقین بالسرور (جوشر سے دُور سرور سے معمور رہتے ہیں۔ت) سے مہریں کرائیں تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ منیرالعین اُسی قدر تھا کہ بفرمائش سیّد معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جوناگڈھی نزیل بمبئی حفظہ اللّٰہ عن شر کل بشرورئی (اللہ تعالٰی انہیں ہر بشر اور نظرِ بد کے شر سے محفوظ رکھے۔ت) واہتمام تمام نام مولانا المکرّم مولوی محمد عمرالدین صاحب ہزاروی جعلہ اللّٰہ کاسمہ عمرالدین وعمر بہ عمران الذین المتین (اللہ تعالٰی انہیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اوران کے ذریعے اپنے دین متین کوآباد فرمائے۔ت) وعلوہمت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بھما المولی اللطیف (لطف فرمانے والا مولٰی ان دونوں پر لطف فرمائے۔ت) ماہ مبارک اشرف وافضل شہرربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہُوا سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا القاوافادہ دلنواز ہوا اوراُدھر کاپی کی تیاری اِدھر تصنیف جاری، جوجز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا الحمدللّٰہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا[1] (تمام تعریف اللہ کے لئے جوایک نیکی پردس اجرعطافرماتا ہے۔ت) جس میں رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جُدا کرلیا اُدھر یہ تعجیل اِدھر ورودفتاوٰی سے فرصت قلیل، نظرثانی کی بھی فرصت نہ ملی، بعض فوائد حاضرہ کی تحریدرہ گئی، بعض نے نظر یا خاطر میں وقعت غابر میں تجلّی کی ہنوز کہ سیارۂ طبع بذریعۂ حرکت بمعنے القطع مبدء کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقع ماضیہ سے متیسر نہ اُس کا ترک ہی مناسب ہے اورائمہ تصنیف کاداب شریف کہ آخرکتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر اورانہیں مسائل شتی یامسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہٰذا اقتضاء بھم یہ فوائد منثورہ بعونہٖ تعالٰی سلکِ تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱: نفیسہ جلیلہ (فضیلت وافضلیت میں فرق ہے دربارۂ تفصیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں) فضیلت وافضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف بالاتفاق قابلِ قبول اور یہاں بالاجماع مردود ونامقبول۔

اقول جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشا کہ افاداتِ سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کرلیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہِ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یاتحریم یااضاعت حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الاجوہ اندیشہ نہ ہو۔ فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں، جن بندگانِ خدا کا فضل تفصیلی

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۰

خواہ صرف اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح وثوابت سے معارضت نہ ہو اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے مانے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی [1] اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی [2] تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عنداللہ بہتر وافضل ماننا ہے یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت ومحقق ہو جائے [3]، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں محتمل کہ عنداللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفضول بنایا، یہ تصریح تنقیصِ شان ہے [4] اور وہ حرام تو مفسدۂ تحلیل حرام وتضیع حق غیر دونوں [5] درپیش کہ افضل کہنا حق اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو [6]۔ پھر وہاں کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث مقام وضعاف سے استناد کیا جائے [7]، جس طرح آج کل کے جہال [8] حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تفضیلِ حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادتِ شریعت ومعاندتِ سنت ہے [9]۔ ولہٰذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا [10] کما بیناہ فی کتابنا المبارك مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین ۹۷ ۱۲ (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں بیان کیا ہے۔ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرضِ باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیلِ شیخین متواتر واجماعی ہے [11] کما اثبتنا علیه عرش التحقیق فی کتابنا المذکور (جیسا کہ ہم نے اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ت) اور متواتر واجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سنے جائیں گے [12] ولہٰذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیرحدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیه قمیص یجرّہ قالوا فمااولت ذلك یارسول اللّٰه (صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔ت) فرماتے ہیں:

لئن سلّمنا التخصیص به (ای بالفاروق رضی اللّٰه تعالٰی عنه) فهو معارض بالاحادیث الکثیرة البالغة درجة التواتر المعنوی الدالة علی افضلیة الصدیق رضی اللّٰه تعالٰی عنه فلاتعارضها الاحاد، ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اهل السنة والجماعة علی افضلیته وهو قطعی فلایعارضه ظنی [1]۔

اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہلسنت وجماعت افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب تفاضل اہل ایمان فی الاعمال مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/۱۰۶

معارض کیسے ہوسکتا ہے! (ت)

بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں [1] بلکہ مواقف وشرح مواقف میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسموع،

حیث قال لیست ھذہ المسألة یتعلق بھاعمل فیلتفی فیھا بالظن الذی ھو کاف فی الاحکام العلمیة بل ھی مسألة علمیة یطلب فیھا الیقین [1]

ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس میں دلیل ظنی کافی ہوجائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لئے دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ وسیر کی موحش حکایتیں قطعاً مردود ہیں [2]) افادۂ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہوچکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں میں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں [3] وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اس کی غالب روایات سیر وتواریخ ہیں جنہیں علما ایسوں سے روایت کرلیتے ہیں وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم وبے سند حکایات کو جمع کرتی ہے [4] پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے لائق ہے کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں اُنہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب واباطیل بھرے [5] ہیں کما لا یخفی بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں تو بدمذہبی ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ہے [6]، سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اُس میں حد سے تجاوز نہیں کرسکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ اُن واہیات ومعضلات وبے سروپا حکایات سے صحابۂ کرام حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا اُن کی شانِ رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا مگر گمراہ بددین مخالف ومضاد حق تبیین [7] آج کل کے بدمذہب مریض القلب منافق شعار [8] ان جزافات سیر وخرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہلبیت وصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں موحش ومہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب وواحض اور بہت الحاقات ملعونۂ روافض چھانٹ لاتے اور اُن سے قرآن عظیم وارشاداتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واجماع اُمت واساطین ملّت کا مقابلہ چاہتے ہیں [9] بے علم لوگ اُنہیں سن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں اُن کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنٰی مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کیلئے مسموع نہیں ہوسکتے نہ کہ اُن محبوبانِ خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالامال ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [10]، امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

---

[1] شرح مواقف، المرصد الرابع از موقف سادس فی السمعیات، مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/۳۷۲

لاتجوز نسبة مسلم الی کبیرة من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل علیا فان ذٰلک بثت متواترا[1]۔
کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔ (ت)

حاش للہ اگر مورخین وامثالہم کی ایسے حکایات ادنٰی قابلِ التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملٰئکہ مقربین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سعادتنا ومولانا آدم صفی اللہ وداؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سیّد المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رد کر بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملّت وناصحانِ اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایت پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشروح شفا ومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا، جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں رحمہ اللہ تعالٰی:

از جملہ توقیر وبرآنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توقیر اصحاب وبرایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مرایشاں راوحق است مرکسے راکہ ثنا کردہ حق تعالٰی بروے وراضی ست ازوے کہ ثنا کردہ شو بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است، کفر والا بدعت وفسق، وہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف ومنازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگزاشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین وجہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر قوادح وزلالت ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافترا است وطلب کردن درآنچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات باحسن تاویلات واصوب مخارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وعمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں باآنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقینی ست وماورائے آں ظنی است وکافیست دریں باب کہ حق تعالٰی برگزید ایشاں رابرائے صحبت حبیبہ خود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طریقہ اہلسنّت وجماعت دریں باب ایں است درعقائد نوشتہ اند لاتذکر احدا منھم الابخیر ف[1] وآیات واحادیث کہ درفضائل صحابہ عموماً وخصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است[2] اھ مختصراً۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم واحترام درحقیقت آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لئے دعا وطلبِ مغفرت کرنی چاہئے بالخصوص جس جس کی اللہ تعالٰی نے تعریف فرمائی

ف۱ مدارج النبوۃ مطبوعہ سکھر میں ''وآیات'' کا لفظ نہیں ہے

۱؎ احیاء علوم الدین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ: اللعن مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ ۳/ ۱۲۵

۲؎ مدارج النبوۃ وصل درتوقیر حضور واصحاب وے صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱۳

ہے اور اس سے راضی ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن وسب کرنے والا دلائل قطعہ کا منکر ہے تو کافر ورنہ مبتدع وفاسق، اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان اخبار واقعات سے اعراض کیا جائے جو مورخین، جاہل راویوں اور گمراہ وغلو کرنے والے شیعوں نے بیان کیے ہیں اور بدعتی لوگوں کے ان عیوب اور برائیوں سے جو خود ایجاد کرکے ان کی طرف منسوب کردئے اور ان کے ڈگمگا جانے سے کیونکہ وہ کذب بیانی اور افترا ہے اور ان کے درمیان جو محاربات ومشاجرات منقول ہیں ان کی بہتر توجیہ وتاویل کی جائے، اور ان میں سے کسی پر عیب یا برائی کا طعن نہ کیا جائے بلکہ ان کے فضائل، کمالات اور عمدہ صفات کا ذکر کیا جائے کیونکہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ان کی محبت یقینی ہے اور اس کے علاوہ باقی معاملات ظنی ہیں اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حبیب علیہ السلام کی محبت کے لئے منتخب کرلیا ہے﴾ اہلسنت وجماعت کا صحابہ کے بارے میں یہی عقیدہ ہے اس لئے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل میں جو آیات واحادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں اھ مختصراً (ت)

امام محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں: ماںقلہ المورخون قلۃ حیاء وادب[1] (مؤرخین کی نقلیں قلت حیا وادب سے ہیں) امام اجل ثقہ ثبت حافظ متقن قدوہ یحیٰی بن سعید قطان نے کہ اجلۂ ائمہ تابعین سے ہیں عبداللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو، فرمایا: تکتب کذبا کثیرا[2] (بہت سا جھوٹ لکھوگے) ذکرہ فی المیزان[3] (اس کا ذکر میزان میں ہے۔ت) تفصیل اس مبحث کی اُن رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیے یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثناعشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رضی

۱؎ فی ترجمۃ محمد بن اسحٰق حیث قال مالہ عندی ذنب الاماقد حشانی فی السیرۃ من الاشیاء المنکرۃ المنقطعۃ والاشعار المکذوبۃ، قال الفلاس سمعت یحیی القطان یقول لعبیداللّٰہ القواریری الی این تذھب، قال الی وھب بن جریرا کتب السیرۃ قال تکتب کذبا کثیرا ۱۲ منہ (م)

اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر ومنقطع روایات اور جھوٹے اشعار شامل کردئے ہیں، فلاس نے کہا میں نے یحیٰی قطان کو عبداللہ قواریری سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ کہاں جارہے ہو، انہوں نے کہا وہب بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کیلئے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ باب وفات امہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مطبوعہ مطبعۃ عامرہ مصر ۱/۲۰۲

[2] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۶۹

[3] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق دارالمعرفۃ بیروت ۱۳/۴۶۹

اللہ تعالیٰ عنہ کے رَد میں فرماتے ہیں:

جملہ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست قال الشهرستانی فی الملل والنحل ان هذه الجملة موضوعة ومفتراة وبعضے فارسی نویسان کہ خودرا محدثین اہلسنت شمردہ اند ودر سیر خود ایں جملہ را اوردہ برائے الزام اہلسنت کفایت نمی کند زیراکہ اعتبار حدیث نزد اہلسنت بیافتن حدیث در کتب مسندۂ محدثین نزد اہلسنت بیافتن حدیث در کتب مسندۂ محدثین است مع الحکم بالصحۃ وحدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلاً گوش باآں نمی نہند۔

جملہ "لعن الله من تخلف عنها" کتب اہلسنت میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہلسنت ظاہر کیا ہے اور اہلسنت کو الزام دینے کے لئے اپنی کتب میں اس جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہلسنت کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ، جو کہ ہرگز نا قابل سماعت نہیں۔ (ت)

فائدہ ۳: (اظہر یہی ہے کہ تفرد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں ہے[1]) افادۂ دہم دیکھئے جو حدیث اُن پندرہ قرائن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارے میں کلمات علماء تین طرز پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرد کذاب ہو تو موضوع تفرد متہم ہو تو موضوع، اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی واقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف وسفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث وحکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والان اقول یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن طجاج سے استنباط کیا، فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی عیاس حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس

ف: اقول یعنی در امثال باب تا باب احکام فا مادون او کہ باب تساہل ست نقل معتمدی بسند است دگر چندے بے سند است چنانکہ در افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب درچہ مقام بہ بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است کمالا تخفی علی من طالع کتبہ وسرانجام است کہ کمال تحقیق ایں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (م)

اقول یعنی یہ مثالِ مقام تا باب میں ہے اسکے علاوہ جو باب تساہل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو دوسری چاہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں ۲۷ افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخر کار اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری فائدہ میں کردی ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم طعن سوم از مطاعن ابی بکر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۵

حدیث سے کون صبر کرسکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی؟[۱]

ثم اقول اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذوب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے۔ت) میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایتِ حدیث سے تفرد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بہ ضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسم بتکذیب بھی تفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لاجرم یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جوزی گھڑت اور افترا اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابوعمر و تقریب میں ہے: الموضوع ھو المختلق المصنوع[۱] (موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ت)

الفیہ میں ہے:

شرالضعیف الخبر الموضوع
الکذب المختلق المصنوع[۲]

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ت)

ارشاد الساری میں ہے:

الموضوع ھو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویسمی المختلق[۳]۔

موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔(ت)

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکمِ وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی؟[۲] جیسا کہ ہم نے شمار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اُس

---

۱ بناء علی ان ماوضع علی غیرہ صلی اللہ فیقال لہ الموضوع علی فلان و مطلقہ لایراد بہ الاالکذب وعلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہ یبتنی مافی الارشاد وان طلقت فانت فی سعۃ منہ کما ھو ظاھر کلام اٰخرین ۱۲ منہ (م)

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے "موضوع علٰی فلاں" کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہوگا جو ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

۱ تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ ۱/۲۷۴
۲ الفیۃ الحدیث مع فتح المغیث بحث الموضوع دارالامام الطبری بیروت ۱/۲۹۴
۳ ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نبذۃ لطیفۃ الخ مطبوعہ دارالکتاب العربیہ ۱/۱۳

کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعوٰی نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں۔[1] کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النزھۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا و من ثبت عنہ تعمد الکذب فی الحدیث وانکان وقوعہ مرۃ لم یقبل حدیثہ ابدا، فالمراد بالموضوع فی اصطلاح المحدثین ھذا لانہ ثبت کذبہ وعلم ذٰلک فی ھذا الحدیث بخصوصہ، والمسألۃ ظنیۃ والحکم، بالوضع والافتراء بحکم الظن الغالب[1] اھ ملخصا

ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی ہے اور ایسا شخص جس سے حدیث میں عمدًا جھوٹ ثابت ہو جائے خواہ وہ ایک ہی دفعہ ہو اس کی حدیث ہمیشہ قبول نہیں کی جائے گی، تو اصطلاحِ محدثین میں موضوع سے مراد یہی ہے، یہ نہیں کہ اس خاص حدیث میں اس کا جھوٹ ثابت و معلوم ہو، اور چونکہ مسئلہ ظنی ہے لہٰذا وضع وافترا کا حکم ظن غالب کی بنا پر[2] ہوگا اھ ملخصا (ت)

اقول مگر محل تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طمع دینایا تائید مذہب فاسد یا غضب و رنجش وغیرہا کے باعث ہو ظن غالب ہو جائے کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع وافترا ہی کرے گا اگر چہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد[3] نہ ہو شاہد زور اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دی تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق[4] ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظن غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس ہے[5] اور اگر سند ہی چاہیے تو امام ائمۃ الشان محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سنیے محمد بن اسحاق صاحبِ سیرت و مغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب پھر یحیٰی بن قطان نے کذاب کہا،

اخرجہ م ۱ ابن عدی عن ابی بشر الدولابی و محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابۃ الرقاشی شیئ ابو داود سلیمٰن بن داود قال قال یحیی القطان اشھد ان محمد بن اسحٰق کذاب، قلت ومایدریك قال قال لی وھیب

م ۱ حال التفصی عن ھذا فی المیزان بقولہ قلت ومایدری ھشام بن عروۃ، فلعلہ سمع منھا فی المسجد اوسمع منھا وھو صبی اودخل علیھا فحدثتہ من وراء حجاب، فای شیئ فی ھذا وقد کانت امرأۃ قد کبرت واسنت[2] اھ۔

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے ہو جاتی ہے: میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید انہوں نے اس سے مسجد میں سنا، یا اس وقت اس سے سنا جب وہ بچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون بوڑھی اور سن والی ہو چکی تھی (صاحب فتنہ نہ تھی) اھ

[1] لمعات التنقیح شرح المشکوٰۃ فصل فی العدالۃ الخ مطبوعہ المعارف العلمیۃ لاہور ۱/۲۷

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۷۰

فقلت لوهيب ومايدرك، قال قال لي مالك بن انس فقلت لمالك ومايدريك، قال قال لي هشام بن عروة قلت

ثم قال افبمثل هذا يعتمد على تكذيب رجل من اهل العلم هذا مردود ه ثم قد روى عنها محمد بن سوقة الخ[1]

پھر کہا: کیا اس طرح کی صورت میں اہلِ علم شخص کو جھوٹا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں) پھر اس سے محمد بن سوقہ نے بھی روایت لی ہے الخ

اقول لقائل ان يقول ان الحفاظ الناقدين ربما يعرفون كذب الرجل بقوائن تلوح لهم، ولقد نرى قوما من الائمة يكذبون رجلا ولايذكرون من السبب الاماهو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتبدولنا احتمالات شئ لعل الامر كذا عسى ان كذا وهي جميعا مندفعة عندهم نص على ذلك الامام النووي في مواضع من شرحه صحيح مسلم فقال هنا قاعدة ننبه عليها ثم نحيل عليها فيما بعد ان شاء الله تعالى وهي ان عفان رحمه الله تعالى قال انما ابتليح هشام (هو ابن زياد الاموى) يعني انما ضعفوه من قبل هذا الحديث كان يقول حدثني يحيى عن محمد ثم ادعى بعد انه سمعه من محمده وهذا القدر وحده لايقتضي ضعفا لانه ليس فيه تصريح بكذب لاحتمال انه سمعه من محمد ثم نسيه فحدث عن يحيى عنه ثم ذكر سماعه من محمد فرواه عنه ولكن انضم الى هذا قرائن وامور اقتضت عندالعلماء بهذا الفن الحذاق فيه المبرزين من اهله العارفين بدقائق احوال رواته انه لم يسمعه من محمد فحكموا بذلك لماقامت لدلائل الظاهرة عندهم بذلك وسياق بعد هذا اشياء كثيرة من اقوال الائمة في الجرح بنحو هذا وكلها يقال فيها ماقلناهنا والله تعالى اعلم[2] اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) قائل کے لئے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرائن کی وجہ سے جانتے ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سب ذکر نہ کیا صرف وہ ہے جو ہمارے نزدیک قاصر ہے کیونکہ ان قرائن کو نہیں جانتے، تو ہمارے لئے متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے، شاید یہ ہو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے ہاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر حوالہ دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی) مبتلا ہوئے، یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحییٰ نے محمد سے بیان کیا پھر دعوٰی کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحۃً نہیں ہے ممکن ہے اس نے محمد سے سنا ہو پھر بھول گیا ہو پھر ہشام نے یحییٰ سے حدیث بیان کی ہو پھر یحییٰ کو محمد سے سماع یاد آیا تو دونوں نے محمد کے حوالے سے روایت بیان کی ہو، لیکن اس فن کے ماہرین اور اس کے راویوں کے دقیق اصول پہچاننے والوں پر ایسے قرائن آشکار ہوئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے محمد سے نہیں سُنا، جب ان کے ہاں اس پر دلائل ظاہری قائم ہوگئے تو اب انہوں نے یہ فیصلہ دے دیا کہ ہشام نے محمد سے نہیں سُنا، اور اس کے بعد عنقریب ائمہ کے اقوال میں اسی طرح سے کثرت کیساتھ جرح کا ذکر آئے گا ان سب میں وہی بات کہی جائے گی جو ہم نے یہاں کہہ دی ہے واللہ تعالیٰ اعلم اھ۔

---

[1] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحاق مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴۷۱/۳

[2] شرح الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴/۱

لهشام بن عروة و مایدریك، قال حدث عن امرأتی فاطمة بنت المنذر، وادخلت علی وهی بنت تسع ومارآها رجل حتی بقیت اللّٰه تعالٰی[1]۔

ابن عدی نے ابوبشر دولابی سے اور محمد بن جعفر بن یزید نے ابوقلابہ رقاشی سے، وہ کہتے ہیں مجھے ابوداود سلیمن داؤد نے بیان کیا کہ یحیٰی القطان نے بیان کیا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق کذاب ہے، میں نے عرض کیا تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ کہا مجھے وہیب نے بتایا میں نے وہیب سے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے مالک بن انس نے بتایا تھا، تو میں نے مالک سے پوچھا آپ کو کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا مجھے ہشام بن عروہ نے بتایا تھا۔ میں نے ہشام بن عروہ سے کہا کہ آپ کو اس بات کا کیسے علم ہے؟ انہوں نے کہا اس نے میری اہلیہ فاطمہ بنت منذر سے

وقال بعد ذلك معنی هذا الكلام ان الحسن بن عمارة كذب فروی هذا الحدیث عن الحكم عن یحیی عن علی وانما هو عن الحسن البصری من قوله وقد قدمنا ان مثل هذا وانكان یحتمل كونه جاء عن الحسن وعن علی لكن الحفاظ یعرفون كذب الكاذبین بقرائن وقدیعرفون ذلك بدلائل قطعیة یعرفها اهل هذا الفن فقولهم مقبول فی كل هذا[2]اھ۔

اور اس کے بعد کہا کہ اس کلام کا معنی یہ ہے کہ حسن بن عمارہ نے جھوٹ بولتے ہوئے اس حدیث کو حکم از یحیٰی از علی روایت کیا حالانکہ وہ حسن بصری سے ان کے قول سے مروی ہے اور ہم پہلے بیان کرآئے ہیں کہ اس کی مثل یہ ہے اگرچہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حسن سے اور علی سے ہو، لیکن اس فن کے حفاظ قرائن سے جھوٹوں کے جھوٹ سے آگاہ ہوجاتے ہیں اور اس کو وہ ایسے دلائل قطعیہ سے جان لیتے ہیں جن کو صرف اہل فن ہی پہچانتے ہیں لہٰذا ان کا فیصلہ ان تمام میں مقبول ہوگا اھ۔

اماقولك افبمثل هذا یعتمد الخ اقول افتراء علی هؤلاء الائمة الجلة الاعاظم یشهدون جزافا من دون ثبت ثم هذا كله انما ذكرناه لیعرف ان الذهبی كیف یحتال للذب عن قدری امره قدظهر واذاوقع بسنی اشعری اوولی اللّٰه صوفی صارلایبقی ولایذركما بینه تلمیذه الامام تاج الدین السبكی رحمه اللّٰه تعالٰی فی الطبقات والافا الراجح عند علمائنا ایضا هو توثیق ابن اسحٰق كماسنذكره ان شاء اللّٰه تعالٰی واللّٰه تعالٰی اعلم ۱۲ منه (م)

رہا تیرا قول افبمثله هذا یعتمد الخ قول یہ ان عظیم ائمہ پر ای بات کا افترا ہے کہ وہ اندازے سے کام لیتے ہیں تاکہ یہ واضح ہوجائے کہ ذہبی نے کس حیلہ سے قدری سے کذب کیا، جس کا معاملہ واضح تھا اور جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی ولی اللہ صوفی کو رد کیا ہوتو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی نے طبقات میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی راجح یہی ہے کہ ابن اسحٰق ثقہ ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان کریں گے۔ (ت)

---

[1] " " " " " " " " " " ۱/۱۷

[2] میزان الاعتدال ترجمہ ۷۱۹۷ محمد بن اسحٰق مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/۴۷۱

الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ محمد اسحاق دارالفکر بیروت ۶/۲۱۱۷

حدیث بیان کی ہے اوران کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ ان کاوصال ہوگیا۔(ت)

امام [ف] بخاری جزء القرأۃ خلف الامام میں توثیق [ف] ابن اسحٰق ثابت فرمانے کو اُس سے جواب دیتے ہیں:

رأیت علی بن عبداللّٰہ یحتج بحدیث ابن اسحاق وقال علی عن ابن عیینۃ مارایت احدایتھم محمد بن اسحاق (الی ان قال) ولوصح عن مالك تناوله عن ابن اسحاق فلم بماتكلم الانسان فیرمی صاحبه بشیئ واخذ ولایتهمه فی الامور کلها[1] الخ ۔

میں نے علی بن عبداللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عینیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو محمد بن اسحٰق پر اتہام کرتا ہو (آگے چل کر کہا) اور اگر امام مالک سے ابن اسحاق کے بارے میں جو کچھ منقول ہے وہ صحیح ہو تو اکثر ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے پر کسی ایک بات میں طعن کرتا ہے اور باقی تمام امور

[ف] نقله زیلعی فی نصب الرایة قبیل کتاب الخنثی ۱۲ منه (م)

جیسے کہ زیلعی نے نصب الرایہ میں کتاب الخنثی سے تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔(ت)

[ف] ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ مستحب تعجیل المغرب فرماتے ہیں:

توثیق ابن اسحاق هو الحق الابلج ومانقل عن کلام المالك فیه لایثبت ولوصح لم یقبله هل العلم کیف وقدقال شعبة فیه هو امیرالمؤمنین فی الحدیث وروی عنه مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع وبن علیة وعبدالوارث وابن المبارك واحتمله احمد وابن معین وعامة اهل حدیث غفرالله تعالٰی لهم وقداطال البخاری فی توثیقه فی کتاب القرأة خلف الامام له وذکره ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحاق واصطلح معه وبعث الیه هدیة ذکرها[2] اه ۱۲ منه (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت نہیں، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہلِ علم کے ہاں قابل قبول نہیں، ایسا کیونکر ہو حالانکہ شعبہ نے ان کے بارے میں امیر المومنین فی الحدیث کہا اور ان سے ثوری، ابن ادریس، حماد بن زید، یزید بن زریع، ابن علیہ، عبدالوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین نے روایت لی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین (رحمہم اللہ تعالٰی) نے ان کے بارے میں (عدم توثیق کا) احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے اپنی کتاب القرأۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحٰق کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کرلیا، انکے ساتھ متفق ہوگئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جسکا انہوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] نصب الرایۃ الاحادیث الھدایۃ آخر کتاب الوصایا مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج ریاض الشیخ ۴/ ۴۱۶

[2] حاشیہ فتح القدیر فصل فی استحباب التعجیل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰۰

میں اس پر تہمت نہیں لگا تا الخ (ت)
دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعۃ میں فرماتے ہیں:
قال الزرکشی فی نکته علی ابن الصلاح بین قولنا موضوع وقولنا لایصح بون کبیر فان الاول اثبات الکذب والاختلاق والثانی اخبار عن عدم الثبوت ولایلزم منه اثبات العدم وھذا یجیئ فی کل حدیث قال فیه ابن الجوزی لایصح ونحوه قلت وکان نکتة تعبیره بذلك حیث عبربه انه لم یلح له فی الحدیث قرینة تدل علی انه موضوع، غایة الامرانه احتمل عنده انیکون موضوعا لانه من طریق متروك اوکذاب وھذا انما یتم عند تفرد الکذاب اوالمتهم علی ان الحافظ ابن حجر خص ھذا فی النخبة باسم المتروك ولم ینظمه فی مسلك الموضوع[1]۔
زرکشی نے اپنی نکت علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے قول موضوع اور لایصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے "لایصح" کہا یا اس کی مثل کوئی کلمہ کہا ہے، میں کہتا ہوں کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ ان کے لئے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہری قرینہ نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صرف اور صرف کذاب یا متہم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نخبۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)
دیکھئے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے سے لایصح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہہ حجت شرعی ہے۔
اقول والاشارۃ فی قوله خص ھذا انما تلمح الی لاقرب وھو المتهم فهو الذی خصه الحافظ باسم المتروك امامًا تفرد به الکذاب فهو عین الموضوع عنده فانما عرفه بمافیه الطعن بکذاب الراوی فلیتنبه ھذا کله ماظهرلی والحمدلله الواحد العلی۔
اقول زرکشی کے الفاظ "خص ھذا" میں اشارہ اقرب کی طرف یعنی متہم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ انہوں نے خود موضوع کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس میں کذاب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میرے لئے ظاہر ہوئے

---
[1] تنزیہ الشریعۃ لابن عراق کتاب التوحید فصل ثانی دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۰

اور تمام حمد اللہ کے لئے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا:

هذا مایظهرلنا والمحل محل تامل فلیتامل لعل الله یحدث بعد ذلك امرا۔

یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہُوا اور یہ مقام مقامِ غور و فکر ہے لہذا ہر کوئی غور کرے، شاید اللہ تعالٰی اس کے بعد کوئی دوسرا امر ظاہر فرمادے۔ (ت)

الحمدللہ اب بوجہ کثیر اسے تاکد و تائید حاصل ہوا کلام (۱) امام سخاوی کی تصریح کلام (۲) علّامہ قاری و علامہ (۳) مناوی ہیں اُس کے نظائر (۴) صریح کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج سے استنباط صحیح تعریف (۵) امام ابن الصلاح و امام (۶) نووی و امام (۷) عراقی و امام (۸) قسطلانی کا اقتضائے تجمیع حدیث (۹) سے تائید دلیل (۱۰) عقل سے تشیید کلام امام (۱۱) بخاری و علامہ (۱۲) ابن عراق سے تاکید الحمدللّٰه سراوجهرا فقد حقق رجائی واحدث امرا (تمام خوبیاں ظاہراً و باطناً اللہ کے لئے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ت)

تنبیہ (تنبیہ متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں ہے[1]) اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہئے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی ہے[2] اور اگر لایصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بیچیزے نیست ظاہراً خود مؤلف کو اُس پر حکمِ وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال درج کتاب کیا فافهم فلعله حسن وجیه ولم اره لغیره فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کرلیجئے۔ت)

فائدہ ۴: (مجہول ہے[3] العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجہول العین کا ہے[4] قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابوطالب مکی نے اُسی کو مذہب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے:

(لا) جرح (بان له راویا) واحدا (لفظ) دون غیره (وهو مجهول العین باصطلاح) کسمعان لیس له راو غیر الشعبی فان المناط العدالة والحفظ لاتعدد الرواة وقیل لایقبل عند المحدثین وهو تحکم[1] اه مختصرا۔

اس میں جرح (نہیں کہ (اس کا راوی) (فقط) ایک ہے (اور وہ اصطلاح میں مجہول العین ہے) مثلاً سمعان، ان سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ مدار عدالت راوی و حفظ ہے، راویوں کا متعدد ہونا نہیں، بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ زیادتی ہے اھ مختصراً (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۴۹

پھر دربارۂ مجہول قولِ مقبول یہ ہے کہ مستور و مجہول العین دونوں حجت، ہاں مجہول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو اسکا مرتبہ حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول ہے[1]۔

تنبیہ (غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے) مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجہول العین ہے، امام سبکی شفاء السقام ہے میں فرماتے ہیں:

جہالۃ العین وھو غالب اصطلاح اھل ھذا الشان فی ھذا الاطلاق[1]۔

محدثین جب مطلق مجہول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس سے مراد مجہول العین ہوتا ہے۔ (ت)

فائدہ ۵: (فائدہ ۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لئے درود صحیح کی حاجت نہیں ہے[2]) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتاج ورود صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کی دس ۱۰ نظائر کے پتے دئے سب سے اجل واعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعاظم محدثین اعلام مثل امام (۱) ابن عساکر و امام (۲) ابن شاہین وابوبکر (۳) خطیب بغدادی وامام (۴) سہیلی وامام (۵) محب الدین طبری وعلامہ (۶) ناصر الدین ابن المنیر وعلامہ (۷) ابن سید الناس وحافظ (۸) ابن ناصر وخاتم (۹) الحفاظ وعلامہ (۱۰) زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاءِ ابوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارۂ فضائل ایسا معمول ومقبول ہے[3] مانا کہ اسے احادیث سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر اُن کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اُس کے متابل کی صحاح اُس سے منسوخ نے ٹھہرائیں شرح مواہب لدنیہ میں ہے:

قال السیوطی فی سبیل النجاۃ مال الی ان اللّٰہ تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ وحفاظ الحدیث واستندوا الی حدیث ضعیف، لاموضوع کالخطیب وابن عساکر وابن شاھین والسھیلی والمحب الطبری والعلامۃ ناصر الدین ابن المنیر وابن سیدالناس ونقلہ عن بعض اھل العلم ومشی علیہ الصلاح الصفدی، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل ھؤلاء الائمۃ ھذا الحدیث ناسخا للاحادیث الواردۃ بمایخالفہ ونصوا علی انہ متاخر عنھا فلاتعارض بینہ وبینھا اہ وقال فی الدرج المنیفۃ جعلوہ ناسخا ولم یبالوا بضعفہ لان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی الفضائل والمناقب وھذہ منقبۃ ھذا کلام ھذا الجھبذ وھو فی غایۃ التحریر[2] اہ ملخصا۔

امام سیوطی نے سبیل النجاۃ میں فرمایا کہ ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذاتِ اقدس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن شاہین، سہیلی، محب طبری، علامہ ناصر الدین

ہے فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

[1] شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ باب وفات امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعۃ العامرہ مصر ۱/۱۹۷

بن منیر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد مخالف احادیث کے لئے ناسخ قرار دیا اور تصریح کی ہے کہ یہ حدیث ان سے موخر ہے لہٰذا اس کے اور ان کے درمیان کوئی تعارض نہیں اھ اور درج المنیفہ میں فرمایا کہ اس حدیث کو محدثین نے ناسخ قرار دیتے ہوئے اس کے ضعف کی پرواہ نہیں کی کیونکہ فضائل ومناقب میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ ان ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے اھ ملخصاً (ت)

تنبیہ ضروری (وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا﴾[1]) اقول جب کسی اصل کا کلمات علما سے اثبات منظور ہو تو﴾[2] اس کے لئے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی﴾[3] ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متاصل﴾[4] ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر﴾[5] سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلم نہ ہو﴾[6] مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت﴾ نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہوگیا اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جانا دعوٰی غنا مؤید ومشید ہوگیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کرکے ان ضعاف کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین وہابیہ دھوکے دیتے اور خارج از مبحث اُس فرع کے ترجیح وتضعیف کی طرف کتراجاتے ہیں۔ خاتمۃ المحققین سیّدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدۂ یازدہم اصول الرشاد شریف میں اُن سفہا کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتۂ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاۃ المواۃ فی بیان سماع الاموات میں سے اس کی نظیر پر متنبہ کیا فلیحفظ۔

فائدہ ۶: (فائدہ ۶ کا متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول﴾[8]) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط ونفع بے ضرر﴾[9] ہو اُس کی ایک اور نظیر نیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سُترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

حیث قال ما ینبغی ان یجعلها حیال احد حاجبیه لماروی ابوداود من حدیث ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابیها رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال مارأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یصلی الی عود ولاعمود ولاشجرة الاجعله علی حاجبه الایمن اوالایسر ولایصمد له صمدا، وقداعل بالولید بن کامل وبجهالة ضباعة، لکن هذا الحکم ممایجوز العمل فیه بمثل هذا، لانه من الفضائل[1] اه باختصار۔

ط اواخر کراہیۃ الصلاۃ قبیل الفروع ۱۲ منہ (م)

---

[1] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سُترہ دونوں ابروؤں میں سے کسی ایک کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسا کہ ابوداؤد نے ضباعۃ بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کسی لکڑی، ستون یا درخت کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارک کے سامنے کر دیتے بالکل سیدھا اس کی طرف رُخ نہ ہوتا۔ اس حدیث کو ولید بن کامل اور ضباعۃ کے مجہول ہونے کی وجہ سے معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مسئلہ فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

ایک اور اعلٰی واجل نظیر کلام امام (۱) حافظ محدث ابوبکر بیہقی وامام (۲) محقق علی الاطلاق وامام (۳) ابن امیر الحاج وعلامہ (۴) ابراہیم حلبی وعلامہ (۵) حسن شرنبلالی وعلامہ (۶) سیّد احمد طحطاوی وعلامہ (۷) سید ابن عابدین شامی وغیرہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد وابن ماجہ میں بطریق ابوعمر یا ابومحمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرۃ، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن الابی القاسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دربارۂ سترۂ نماز مروی ہوا:

فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا[1]۔

اگر اس کے پاس لکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے[1]۔

امام ابوداؤد نے کہا امام سفیٰن بن عیینہ نے فرمایا:

لم نجد شیأ نشدبہ ھذا الحدیث ولم یجئ الامن ھذا الوجہ[2]۔

ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی۔

یونہی امام شافعی وامام بیہقی وامام نووی وغیرہم ائمہ نے اس کی تضعیف[ط] فرمائی باینہمہ ائمہ وعلمائے مذکورین نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت ومقبول ہے کہ اُس میں نفع بے ضرر ہے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول:

ط۱ قال فی الحلیۃ ثم فی ردالمحتار وقدیعارض تضعیفہ بتصحیح احمد وابن حبان وغیرھما لہ اھ وعقبہ فی الحلیۃ بمایاتی عنھا من قولہ ویظھر ان الاشبہ الخ وقال فی المرقاۃ قداشار الشافعی الی ضعفہ واضطرابہ قال ابن حجر صححہ احمد وابن المدینی وابن المنذر وابن حبان وغیرھم وجزم بضعفہ النووی اھ ملخصا قلت وھو وان فرض صحتہ لم یضرنا فیما نحن بصددہ لماقدمنا انفافی التنبیہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

حلیہ پھر ردالمحتار میں ہے کہ اسکی تضعیف کبھی احمد اور ابن حبان وغیرہ کی تصحیح کے معارض ہوتی ہے اور حلیہ میں اس کا تعاقب ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے جو آگے آرہے ہیں یعنی "وان یظھر ان الاشبہ الخ" اور مرقات میں ہے کہ امام شافعی نے اس کے ضعف اور اضطراب کی طرف اشارہ کیا ہے، ابن حجر نے کہا کہ احمد، ابن مدینی، ابن منذر اور ابن حبان وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے اور امام نووی نے اس کے ضعف پر جزم کیا ہے اھ ملخصا۔ میں کہتا ہوں اگر اس کی صحت ہی فرض کر لی جائے تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان دہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] و [2] سنن ابی داؤد باب الخط اذا لم یجد عصا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰۰

قال البھیقی لاباس بالعمل بہ وان اضطرب اسنادہ فی مثل ھذا الحکم ان شاء اللّٰہ تعالٰی [۱]۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگر چہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے مگر اس طرح کے مسائل میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

حلیہ میں فرمایا:

یظھر ان الاشبہ قول البھیقی ولاباس بالعمل بھذا الحدیث فی ھذا الحکم ان شاء اللّٰہ تعالٰی، وجزم بہ شیخنا رحمہ اللّٰہ تعالٰی فقال والسنۃ اولٰی بالاتباع [۲]۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ بیہقی کا قول اس حکم میں اس حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالٰی اشبہ ومختار ہے، اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ تعالٰی نے یہ کہتے ہوئے جزم فرمایا کہ سنّت زیادہ لائق اتباع ہے۔ (ت)

غنیّہ میں ہے:

من جوزہ استدل بحدیث ابی داود وتقدم مافیہ لکن قدیقال انہ یجوز العمل بمثلہ فی الفضائل کمامر انفا ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولٰی بالاتباع [۳] اھ ملخصا۔

جس نے جائز قرار دیا اس کا حدیث ابی داؤد سے استدلال ہے اور اس حدیث میں جو ہے وہ پیچھے بیان ہو چکا، لیکن کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ فضائل میں ایسی حدیثِ ضعیف پر عمل جائز ہے جیسا کہ ابھی گزرا اور اسی لئے امام ابن الہمام نے فرمایا سنّت زیادہ لائق اتباع ہے اھ ملخصا۔ (ت)

نیز غنیّہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے:

ان سلم انہ یعنی الخط غیر مفید فلاضرر فیہ مع مافیہ من العمل بالحدیث الذی یجوز العمل بہ فی مثلہ [۴]۔

اگر تسلیم کرلیا جائے کہ خط مفید نہیں ہے تو اس میں کوئی ضرر نہیں باجود اس کے محل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یسن الخط کماھو الروایۃ الثانیۃ عن محمد لحدیث ابی داود فان یکن معہ عصا فلیخط خطا وھو ضعیف لکنہ یجوز العمل بہ فی الفضائل ولذا قال ابن الھمام والسنۃ اولٰی بالاتباع [۵] الخ۔

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ — الفصل الثانی من باب السترۃ — مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۲۴۶

[۲] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[۳] غنیۃ المستملی فروع فی الخلاصہ — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۶۸

[۴] 〃 〃 〃 〃 ص ۳۶۹

[۵] ردالمحتار — باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا — مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۱

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے انہوں نے ابوداؤد کی اس حدیث اس سے استدلال کیا: اگر نمازی کے پاس عصا (لکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے۔ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اس بنا پر امام ابن ہمام نے فرمایا: سنت زیادہ لائق اتباع ہے الخ۔ (ت)

تنبیہ (فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں، نہ صرف ثوابِ اعمال) ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علّامہ شامی کا ان افعال میں سُترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اُس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیۂ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ فضائل ہیں یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثواب اعمال، یہاں سے خیالات باطلۂ گنگوہیہ کی تفضیح کامل ہوتی ہے وللہ الحمد۔

فائدہ ۷: (حدیثِ ضعیف سے سنّیت بھی ثابت ہوسکتی ہے یا نہیں) عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہوئی بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنّیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہوسکتی ہے یونہی [1] افادہ ۱۷ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مسح گردن کو مستحب یا سنت مانا۔

اقول لکن قال الامام ابن امیرالحاج فی الحلیة بعد ماذکر حدیث ابن ماجة عن الفاکه وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی اللّٰه تعالٰی عنهم فی اغتسال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید هذه ضعفاء ما نصه، واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الواردة فیه یبلغ درجة الحسن، والاالندب وفی ذلك تأمل اه فقداشار رحمه اللّٰه تعالٰی الی ان الضعیف لایفید الاستنان ولك ان تقول ان السنة ربما تطلق علی المستحب کعکسه کما صرحوا بهما فیتجه کلام الشامی والقاری وبه یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسألة اعنی مسألة الخط، فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستنان وقدکان متأیدا بمافی الحلیة هل ینوب الخط بین یدید منابها فعن ابی حنیفة وهو احدی الروایتین عن محمد انه لیس بشیئ ای لیس بشیئ مسنون اه لولا انه زاد بعده بل فعله وترکه سواء [2] انتهی ففیه بعدبعد فافهم۔

اقول لیکن امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عیدین کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں حدیث ابن ماجہ، فاکہ، ابن عباس سے اور حدیثِ بزار، ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں، اور پھر کہا کہ عیدین کے موقعہ پر غسل سنت ہے اگر ہم یہ کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر حسن کا درجہ پاچکی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے اور اس میں تأمل ہے اھ امام رحمہ اللہ تعالٰی نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیثِ ضعیف سنت کا فائدہ نہیں دیتی، اور تیرے لئے یہ جائز ہے کہ تو کہے کہ بعض سنت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ہے جیسا کہ فقہا نے اس کی اور تصریح کی ہے، لہٰذا امام شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور اسی سے مسئلہ خط میں ہمارے علماء سے مروی دو ۲ روایات میں تطبیق بھی ہو جائے گی، پس جس نے اسے ثابت کیا اس نے اس استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی تائید حلیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط سترہ کے قائم مقام ہوگا یا نہیں؟ تو امام ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شی نہیں یعنی سنت نہیں اھ کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ نہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی، اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

فائدہ ۸: (فائدہ ۸ متعلق افادہ ۱۱ کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سنیے حدیث صحیح زکوٰۃ حلی، مروی سنن ابی داؤد و نسائی:

امرأۃ اتت النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ومعھا ابنۃ لھا وفی یدابنتھا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال تعطین ذکاۃ ھذا قالت لاقال ایسرك ان یسورك اللّٰہ بھما یوم القیٰمۃ سوارین من نار قال فخلعتھما فالقتھما الی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فقالت ھما للّٰہ ورسولہ[1]۔

یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اُن کی بیٹی ان کے ساتھ تھیں دُختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت میں ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنچائے، اُن بی بی نے کڑے اتار کر ڈال دیے اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جیسے امام ابوالحسن ابن القطان و امام ابن الملقن و علامہ سیّد میرک نے کہا: اسنادہ صحیح[2] (اس کی سند صحیح ہے) امام عبدالعظیم منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لامقال فیہ[3] (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق نے فرمایا: لاشبھۃ فی صحتہ[4] (اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کرکے فرمایا: لایصح فی ھذا الباب عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم شیئ[5] (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح مروی نہ ہوا) امام منذری نے فرمایا: لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرھما والافطریق ابی داود لامقال فیہ[6] (شاید ترمذی

[1]	سنن ابی داؤد	باب الکنز ماھو وزکوٰۃ الحلی	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۲۱۸/۱
[2]	فتح القدیر	بحوالہ ابی الحسن ابن القطعان	فصل فی المذہب، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر	۱۶۴/۲
[3]	//	//	// // //	۱۶۴/۲
[4]	//	//	// // //	۱۶۵/۲
[5]	جامع الترمذی	باب ماجاء فی زکوٰۃ الحلی	// آفتاب عالم پریس لاہور	۸۱/۱
[6]	فتح القدیر بحوالہ المنذر	فصل فی الذہب	// نوریہ رضویہ سکھر	۱۶۴/۲

ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اصلا جائے گفتگو نہیں [۱]) ابن القطان نے فرمایا:

انما ضعف هذا الحديث لان عنده فيه ضعيفين ابن لهيعة و المثنى بن الصباح [۱]۔

انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو۲ راوی ضعیف تھے ابن لہیعہ اور مثنی بن الصباح۔

ذكره الامام المحقق فى الفتح ثم العلامة القارى فى المرقاة۔

اسے امام محقق نے فتح القدیر اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا۔ (ت)

اور سنئے حدیث ردّ شمس [۲] کہ حضور پر نور سیّد الانوار، ماہِ عرب، مہر عجم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہوکر پھر عصر کا وقت ہوگیا یہاں تک کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے نمازِ عصر ادا کی جسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغلطای و امام قطب خیضری و امام حافظ الشان عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلۂ کرام نے حسن وصحیح کہا كما هو مفصل فى الشفاء و شروحه و المواهب و شرحها (جیسے شفاء اس کی شروح اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ت) علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

اما قول الامام احمد و جماعة من الحفاظ بوضعه فالظاهر انه وقع لهم من طريق بعض الكذابين و الافطرقه السابقة يتعذر معها الحكم عليه بالضعف فضلا عن الوضع [۲]۔

امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں کے ذریعے پہنچی ہوگی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چہ جائیکہ اسے موضوع کہا جائے [۳]۔ (ت)

عام تر سنیے امام شیخ الاسلام عمدۃ الکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملۃ والدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب مظہر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقام [ط] فی زیادۃ خیر الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والسلام میں فرماتے ہیں:

ومما يجب ان يتنبه له ان حكم المحدثين بالانكار و الاستغراب قديكون بحسب تلك الطريق فلايلزم من ذلك ردمتن الحديث بخلاف اطلاق الفقيه ان الحديث موضوع فانه حكم على المتن من حيث الجملة [۳]۔

اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس

ط۱ فى الباب الاول تحت الحديث الخامس من حج البيت فم يزرنى فقد جفانى ۱۲ منه (م)
باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

---

۱ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ردّ شمس لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۵/۱۳۲
۲ شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹
۳ فتح القدیر بحوالہ المنذر بحوالہ ابن القطان ؍؍ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۶۴

سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کہ وہ بالا جمال اُس متن پر حکم ہے۔[۱]

لطیفہ جلیلہ منیفہ: (لطیفہ جلیلہ منیفہ جان پر لاکھ من کا پہاڑ) ابوداؤد ونسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں اُن بی بی نے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا بعینہ یہی مضمون صحیح بخاری وصحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی:

یارسول اللّٰہ من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللّٰہ والی رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[۱]

یارسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے صدقہ کردوں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔[۲] یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں انہیں دو ہی پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس وجلیل وموجز رسالہ مسمّی بنام تاریخی الامن والعلی لناعتی المصطفی ﷺ بدافع البلاء ملقب بلقب تاریخی اکمال الطّامہ علی شرك سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر وعظیم باتوں کا آیات واحادیث سے صاف وصریح ثبوت دیا مثلاً قرآن وحدیث ناطق ہیں اللہ ورسول ﷺ نے دولتمند کردیا، اللہ ورسول ﷺ نگہبان ہیں، اللہ ورسول ﷺ بے والیوں کے والی ہیں، واللہ ورسول ﷺ مالوں کے مالک ہیں، اللہ ورسول ﷺ زمین کے مالک ہیں، اللہ ورسول ﷺ کی طرف توبہ، اللہ ورسول ﷺ کی دوہائی، اللہ ورسول ﷺ دینے والے ہیں، اللہ ورسول ﷺ سے دینی کی توقع، اللہ ورسول ﷺ نے نعمت دی، اللہ ورسول ﷺ نے عزت بخشی۔ حضور ﷺ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی اُمت کے حافظ ونگہبان ہیں، حضور ﷺ کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں، حضور ﷺ کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں، حضور ﷺ ساری زمین کے مالک ہیں، حضور ﷺ سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور ﷺ تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور ﷺ کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہیں، نفع کی کنجیاں حضور ﷺ کے ہاتھ میں، جنت کی کنجیاں ﷺ حضور کے ہاتھ میں، دوزخ کی کنجیاں حضور ﷺ کے ہاتھ میں، آخرت میں عزت دینا حضور ﷺ کے ہاتھ میں، قیامت میں کل اختیار حضور ﷺ کے ہاتھ ہیں، حضور ﷺ مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور ﷺ سختیوں کے ٹالنے والے، ابوبکر صدیق وعمر فاروق حضور ﷺ کے بندے، حضور ﷺ کے خادم نے بیٹا دیا، حضور ﷺ کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور ﷺ کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں،

ﷺ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

ﷺ تا ﷺ جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

ﷺ تا ﷺ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[۱] صحیح البخاری باب قولہ تعالٰی لقد تاب اللہ علی النبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۶۷۵

حضور ؐ کے خادم بلندیٔ مرتبہ دیتے ہیں، حضور ؐ کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیا کے سبب بلا دُور ہوتی ہے، اولیا کے سبب رزق ملتا ہے، اولیا کے سبب مدد ملتی ہے، اولیا کے سبب مینہ اُترتا ہے، اولیا کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی بیسیوں باتیں صرف قرآن وحدیث سے لکھی ہیں ﴾[1]، وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ ورسول کی جناب میں بکیں یا خدا ورسول سے لڑیں اگر لڑ سکیں، اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلاۃ والسلام، عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا ﴾[2]۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب ومرزا جانِ جاناں صاحب وشاہ ولی اللہ صاحب وشاہ عبد العزیز صاحب اور اُن کے اساتذہ ومشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے ﴾[3] جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر رب جلیل تک ﴾[4]، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں اُستادوں، شاہ عبد العزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیت کا پھاگ، نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے، زور گھنگھور شرائوں کا شور، سارا جہان شرابور، پولو کی قید نہ اماوس پہ چھور، یہ انوکھا پھاگن بارہ ماوس جاری ہے۔

اشراک بمذہبے کہ تا حق برسد
مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الّا باللّٰہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار ۴ جز سے بھی کم ہے ایک سوتیس ۱۳۰ سے زیادہ فائدوں اور تیس ۳۰ آیتوں اور ستر ۷۰ سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بحمد اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذلك من فضل اللّٰه علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لايشكرون [1] رب اوزعنى ان اشكر نعمتك التى انعمت علىّ وعلى والدىّ وان اعمل صٰلحا ترضه [2] واصلح لى فى ذريتى انى تبت اليك وانى من المسلمين [3]۔ والحمدللّٰه رب العٰلمين O

ؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

---

[1] القرآن ۱۲/۳۸

[2] القرآن ۴۶/۵

[3] القرآن ۴۶/۵

یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکرادا نہیں کرتے، اے میرے رب مجھے اس بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکر کروں جو تُو نے مجھ اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے جن سے تُو راضی ہو جائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع کرتا اور مسلمانوں میں سے ہُوں، تمام تعریف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (ت)

فائدہ۹: (وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں[۱]) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ (۱) بن الحجاج وامام (۲) مالک وامام (۳) احمد، اور افادہ دوم میں یحیٰی بن (۴) سعید قطان وعبدالرحمٰن (۵) بن مہدی کو گنا، اور انہیں سے ہیں امام (۶) شعبی وبقی (۷) بن مخلد وحریز (۸) بن عثمٰن وسلیمٰن (۹) بن حرب ومظفر (۱۰) بن مدرک خراسانی وامام (۱۱) بخاری۔ مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

حدثنی ابوجعفر الدارمی ثنا بشربن عمر قال سألت مالك بن انس (فذکر الحدیث قال) وسألته عن رجل اخر نسیت اسمه فقال هل رأته فی کتبی قلت لاقال لو کان ثقة لرأیته فی کتبی[۱]۔

ابوجعفر دارمی نے مجھے حدیث بیان کی کہ ہمیں بشر بن عمر نے بتایا کہ میں نے مالک بن انس سے پُوچھا (پھر تمام حدیث بیان کی اور کہا) اور میں نے ایک دوسرے آدمی کے بارے میں ان سے پوچھا جن کا نام میں اس وقت بھول گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تُو نے اسے میری کتب میں پایا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتے تو میری کتب میں انہیں ضرور پاتا۔ (ت)

منہاج امام نووی میں ہے:

ھذا تصریح من مالك رحمه اللّٰه تعالٰی بان من ادخله فی کتابه فهو ثقة فمن وجدناه فی کتابه حکمنا بانه ثقة عند مالك وقدلایکون ثقة عند غیره[۲]۔

یہ امام مالک کی تصریح ہے کہ جسے وہ اپنی کتاب میں ذکر کریں گے وہ ثقہ ہوگا تو اب ہم ان کی کتاب میں جسے پائیں ہم اسے امام مالک کے نزدیک ثقہ سمجھیں گے اور کبھی ان کے غیر کے ہاں وہ شخص ثقہ نہیں ہوگا۔ (ت)

میزان میں ہے:

ابراهیم بن العلاء ابوهارون الغنوی وثقه جماعة ووهاه شعبة فیما قیل ولم یصح بل صح انه حدث عنه[۳]۔

ابراہیم بن العلاء ابوہارون غنوی کو ایک جماعت نے ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انہیں کمزور کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

---

[۱] صحیح لمسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

[۲] شرح صحیح مسلم للنووی // // // // // ۱/۱۹

[۳] میزان الاعتدال ترجمہ ۱۵۲ ابراہیم بن العلاء مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۱/۴۹

اُسی میں ہے:

عبدالاکرم بن ابی حنیفة عن ابیه وعنه شعبة لایعرف لکن شیوخ شعبة جیاد[1] اھ

عبدالاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اوران سے شعبہ نے روایت کیا ہے اوروہ معروف نہیں لیکن شعبہ کے تمام اساتذہ جید ہیں اھ(ت)

اقول لکن قال یزید بن هارون قال شعبة داری وحماری فی المساکین صدقة ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت له فلم سمعت منه؟ قال ومن یصبر عن ذا الحدیث۔ یعنی حدیثه عن ابراهیم عن علقمة عن عبدالله عن امه انها قالت رأیت رسول صلی الله تعالٰی علیه وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع کمافی المیزان[2] وللك التفصی عنه بان السماع شیئ والتحدیث شیئ، والکلام فی الاخیر وان کان اسم الشیخ یتناول الوجهین وسنذکر اخر هذه الفائدة ان الامام ربما حمل عمن شاء، فاذا حدث تثبت نعم لعل الصواب التقیید بمن حدث عنه فی الاحکام دون مایتساهل فیه لماتقدم فی الافادة الثالثة والعشرین من قول ابن عدی ان شعبة حدث عن الکلبی ورضیه بالتفسیر[3] کمانقله فی المیزان وفیه ایضا فی محمد بن عبدالجبار قال العقیلی مجهول بالنقل قلت شیوخ شعبة نقاوة الالنادر منهم وهذا الرجل قال ابوحاتم شیخ[4] اھ **قلت** وهذا لایضر فقد یکون الرجل ثقة عنده وعند غیره مجروح اومجهول حتی ان من شیوخه الذین وثقهم وصرح بحسن الثناء علیهم، جابربن یزید الجعفی ذاك الضعیف الرافضی المتهم قال الامام الاعظم رضی الله تعالٰی عنه، مارائت فیمن رائت افضل من عطاء ولااکذب من جابر الجعفی[5] وکذلك کذبه ایوب وزائدة ویحیٰی والجوزجانی وترکه القطان وابن مهدی والنسائی واخرون۔

اقول لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں صدقہ ہے، اگر ابان ابن ابی عیاش حدیث میں جھوٹا نہ ہو، میں نے انہیں کہا تو پھر آپ نے ان سے کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے، اس سے انہوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو ابراہیم سے علقمہ سے عبداللہ سے اورانہوں نے اپنی والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر میں رکوع سے

---

[1] // // // ۴۷۳۴عبدالاکرم // // // ۵۳۴/۲

[2] // // ۱۵// ابان ابن ابی عیاش // // // ۱۱/۱

[3] میزان الاعتدال ترجمہ۷۵۷۴ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۵۵۸/۳

[4] // // ۷۸۲۲// محمد بن عبدالجبار // // // ۶۱۳/۳

[5] میزان الاعتدال ترجمہ۱۴۲۵ جابر بن یزید الجعفی // // // ۳۸۰/۱

پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان میں ہے، اور تیرے لئے اس سے خلاصی کی صورت یہ ہے کہ تابع اور شئی ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے، گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لئے مستعمل ہے عنقریب ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کرینگے کہ امام شعبہ کبھی جس سے چاہے روایت لیتا ہے جب وہ حدیث بیان کرے تو تُو اس پر ثابت قدم رہ۔ ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید کردیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی احادیث بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے جیسا کہ تیسویں افادہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے کہ شعبہ نے کلبی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول ہے اور اس میں محمد بن عبدالجبار کے بارے میں بھی ہے کہ عقیلی نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جید ہیں مگر بہت کم ایسے ہیں جو جید نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے میں ابوحاتم نے کہا شیخ ہے اھ قلت یہ نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک محدث کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول ہوتا ہے حتی کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور متہم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحیٰی اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان، ابن مہدی، نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کردیا۔ (ت)

شفاء السقام [ط] شریف میں ہے:

احمد رحمه الله تعالٰی لم یکن یروی الا عن ثقة وقدصرح الخصم (یعنی ابن تیمیة) بذلك فی الکتاب الذی صنفه فی الرد علی البکری بعد عشر کرار لیس منه، قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منهم من لم یروالا عن ثقة عنده کمالك وشعبة ویحیٰی بن سعید وعبدالرحمٰن بن مهدی واحمد بن حنبل وکذلك البخاری وامثاله [1] اه

امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے اور مخالف (یعنی ابن تیمیہ) نے اس بات کی اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے رَد میں اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماءِ جرح وتعدیل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ، یحیٰی بن سعید، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل اور اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اھ (ت)

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے:

خارجة بن الصلت البرجمی الکوفی روی عنه الشعبی وقدقال ابن ابی خیثمة اذاروی الشعبی عن رجل

[ط] فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ (م)

[1] شفاء السقام الحدیث الاول — مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد — ص ۱۰

وسماہ فھو ثقة یحتج بحدیثه[۱]۔

خارجہ بن الصلت برجمی کوفی جن سے شعبی نے روایت کیا ہے اور ابن ابی خیثمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائیگا۔ (ت)

تدریب[ط] میں ہے:

من لایروی الاعن عدل کابن مہدی ویحیٰی بن سعید[۲] اھ اقول ولاینکر علیه بمافی المیزان عن عباس الدوری عن یحیٰی بن معین عن یحیٰی بن سعید ولم اروالا عمن ارضی مارویت الاعن خمسة اھ

وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحیٰی بن سعید اھ اقول اور اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا جو میزان میں عباس دوری نے یحیٰی بن معین سے انہوں نے یحیٰی بن سعید کے حوالے سے روایت

فان رضی یحیٰی غایة لاتدرك وکیف یظن به ان الخلق کلھم عنده ضعفاء الاخمسة وانما المرضی له جبل ثبت شامخ راسخ لم یزل ولم یتزلزل ولافی حرف ولامرة۔

کی ہے کہ اگر میں اس شخص سے روایت کرتا ہوں جس سے میں راضی ہوتا ہوں تو میں صرف پانچ سے روایت کرتا ہوں اھ اور یحیٰی کے راضی ہونے کی غایت ومقصد معلوم نہیں اور یہ ان کے بارے میں کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ ومعتبر وہی شخص ہوگا جو اس فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہو نہ زائل ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)

تہذیب التہذیب میں ہے:

سلیمٰن بن حرب بن بجیل الازدی الواشحی قال ابوحاتم امام من الائمة کان لایدلس وقال ابوحاتم ایضا کان سلیمٰن بن حرب قل من یرضی من المشایخ فاذا رأیته قدروی عن شیخ فاعلم انه ثقة[۳] اھ ملتقطا۔

سلیمان بن حرب بن بجیل ازدی واشحی کے بارے میں ابوحاتم کہتے ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابوحاتم نے یہ بھی کہا کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے تھے لہذا جب آپ دیکھیں کہ انہوں نے کسی شیخ سے روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا اھ ملتقطاً (ت)

تقریب التہذیب میں ہے:

ط فی ترجمة اسرائیل بن یونس ۱۲ منہ (م)

---

[۱] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۴۵ خارجہ بن الصلت مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳/ ۷۵

[۲] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجہول العدالۃ والمستور رر دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۳۱۷

[۳] تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمٰن بن حرب مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۴/ ۱۷۸ و ۱۷۹

مظفر بن مدرك الخراساني ابو كامل ثقة متقن كان لايحدث الاعن ثقة [1]۔
مظفر بن مدرک خراسانی ابوکامل ثقہ اور پختہ ہیں اور وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے۔(ت)
نافعہ جامعہ: امام سخاوی فتح [2] المغیث میں فرماتے ہیں:

تتمة من كان لايروى الاعن ثقة الافى النادر الامام احمد وبقى بن مخلد وحريز بن عثمٰن وسليمٰن بن حرب وشعبة والشعبى وعبدالرحمٰن بن مهدى ومالك ويحيٰى بن سعيد القطان وذلك فى شعبة على المشهور فانه كان يتعنت فى الرجال ولايروى الاعن ثبت، والا فقدقال عاصم بن على سمعت شعبة يقول لولم احدثكم الاعن ثقة لم احدثكم عن ثلثة وفى نسخة ثلثين وذلك اعتراف منه بانه يروى عن الثقة وغيره فينظر وعلى كل حال فهو لايروى عن متروك ولاعمن اجمع على ضعفه، واما سفيٰن الثورى فكان يترخص مع اسعة علمه وورعه ويروى عن الضعفاء حتى قال فيه صاحبه شعبة لاتحملوا عن الثورى الاعمن تعرفون فانه لايبالى عمن حمل وقال الفلاس قال لى يحيٰى بن سعيد لاتكتب عن معتمر الاعمن تعرف فانه يحدث عن كل [2] اھ۔

تتمہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے روایت نہیں کرتے مگر شاذ ونادر [1]۔ وہ امام احمد، بقی بن مخلد، حریز بن عثمان، سلیمان بن حرب، شعبہ، شعبی، عبدالرحمٰن بن مہدی، مالک اور یحیٰی بن سعید القطان، اور شعبہ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں [2] ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہٰذا غور وفکر کرلیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہو، رہا معاملہ سفیان ثوری کا تو وہ باوجود علمی وسعت اور ورع وتقوٰی کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعفا سے روایت کرتے ہیں حتی کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبہ نے کہا ہے کہ ثوری سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کررہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے یحیٰی بن سعید نے کہا کہ معتمر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں اھ (ت)

اقول ماذكر عن عاصم فيجوز بل يجب حمله على مثل ماقدمنا فى كلام يحيى كيف وان للثقة اطلاقا

ط [1] فى معرفة من تقبل روايته ۱۲ منه (م)
جس کی روایت ہو اسکی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] تقریب التہذیب — من اسمہ مظفر — مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی — ص ۲۴۸
[2] فتح المغیث شرح معرفۃ من تقبل روایتہ ومن ترد — دارالامام الطبری بیروت — ۲/ ۴۲و۴۳

اخبر اخص واضیق کماقال فی التدریب ان ابن مهدی قال حدثنا ابوخلدة فقیل له اکان ثقة فقال کان صدوقا وکان مامونا وکان خیر الثقة شعبة وسفین قال وحکی المروزی قال سألت ابن حنبل عبدالوهاب بن عطاء ثقة؟ قال لاتدری ماالثقة انما الثقة یحیٰی بن سعید القطان[1] اھ فعلیك بالتثبت فان الامر جلی واضح۔

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلامِ یحییٰ پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود واخص ہے جیسا کہ تدریب میں ہے کہ ابن مہدی کہتے ہیں کہ ہمیں ابوخلدہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ کیا وہ ثقہ ہے؟ تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا کہ میں نے ابن حنبل سے عبدالوہاب بن عطا کے ثقہ ہونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے ثقہ صرف یحییٰ بن سعید القطان ہے اھ اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔(ت)

ثم اقول (ہمارے امام اعظم جس سے روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگئی) انہیں ائمہ محتاطین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیّدنا ابوحنیفۃ النعمان انعم اللہ تعالٰی علیہ بانعام الرضوان ونعمہ بانعم نعم الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض مختلطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

قال محمد بن الحسن رضی اللّٰہ تعالٰی عنه فی کتاب الاٰثار اخبرنا ابوحنیفة ثنالیث بن ابی سلیم عن مجاهد عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنه قال لیس فی مال الیتیم زکٰوة ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اخر عمره ومعلوم ان اباحنیفة لم یکن لیذهب فیاخذ عنه فی حال اختلاطه ویرویه وهو الذی شدد فی امرالروایة مالم یشدده غیره علی ماعرف[2] اھ۔

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہ نے ازلیث بن ابی سلیم از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین میں سے تھا اور انہیں آخر عمر میں اختلاط ہوگیا اور یہ بات مسلم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث اخذ نہیں کرسکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم ومعروف ہے اھ (ت)

تنبیہ (قلة المبالاة فی الاخذ قدحدث من زمن التابعین اخذِ حدیث میں نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ت)

قلت هذا التوسع وقلة المبالاة فی الاخذ قدحدث فی العلماء من لدن التابعین الاعلام اخرج الدارقطنی عن ابن عون قال قال محمد بن سیرین اربعة یصدقون من حدثهم فلایبالون ممن یسمعون،

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی علم جرح والتعدیل الخ مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۳۴۴

[2] فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۱۱۵

الحسن وابوالعالية وحميد بن هلال ولم يذكر الرابع وذكره غيره فسماه انس بن سيرين[1] ذكره الامام الزيلعي في نصب الراية وقال علي بن المديني كان عطاء ياخذ عن كل ضرب، مرسلات مجاهد احب اليّ من مرسلاته بكثير وقال احمد بن حنبل مرسلات سعيد بن المسيّب اصح المرسلات، ومرسلات ابراهيم النخعي لاباس بها، وليس في المرسلات اضعف من مرسلات الحسن وعطاء بن ابي رباح فانهما كانا ياخذان عن كل احد[2] وقال الشافعي في مراسيل الزهري ليس بشئ لانانجده يروى عن سليمٰن بن الارقم[3] ذكرها في التدريب۔

قلت (میں کہتا ہوں) اخذِ حدیث میں وسعت اور نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے، دار قطنی نے ابن عون سے بیان کیا کہ محمد بن سیرین کہتے ہیں چار ایسے آدمی ہیں جوان سے حدیث بیان کرے (اساتذہ) اس کو سچا سمجھتے ہیں! اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ کس سے سماع کر رہے ہیں، وہ چار یہ ہیں حسن، ابوالعالیہ، حمید بن ہلال اور چوتھے کا نام نہیں لیا اور ان کے غیر نے چوتھے کا نام ذکر کیا اور اس کا نام انس بن سیرین بتایا ہے، اس کو امام زیلعی نے نصب الرایہ میں ذکر کیا ہے۔ علی بن مدینی نے کہا کہ عطاء ہر قسم کی روایات لیتا تھا، مجاہد کی مرسلات اس کی کثیر مرسلات سے مجھے بہت زیادہ پسند ہے۔ اور احمد بن حنبل کا قول ہے مرسلات میں سے سعید بن مسیّب کی مرسلات اصح ہیں اور مرسلاتِ ابراہیم نخعی میں کوئی حرج نہیں، حسن اور عطاء بن رباح کی مراسیل سب سے ضعیف ہیں کیونکہ وہ دونوں ہر ایک سے حدیث اخذ کر لیتے تھے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ زہری کی مراسیل میں کوئی شئ نہیں کیونکہ ہم نے اسے سلیمان بن ارقم سے روایت کرتے ہوئے پایا ہے اس کا ذکر تدریب میں ہے۔ (ت)

قلت ومراسيل الائمة الثقات مقبولة عندنا وعندالجماهير ولاشك ان عطاء والحسن والزهرى منهم وقلة المبالاة عندالتحمل لايقتضيها عند الاداء فقدياخذ الامام عمن شاء ولايرسله الا اذااستوثق وقد وافقنا على قبول مراسيل الحسن ذاك الورع الشديد عظيم التشديد قدوة الشان يحيى بن سعيد القطان وذاك الجبل العلى على بن مدينى الذى كان البخارى يقول مااستصغرت نفسي الاعنده وذلك الامام الاجل نقاد العلل ابوزرعة الرازى وناهيك بهم قدوة اما القطان فقال ماقال الحسن في حديثه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الا وجدنا له اصلا الاحديثا اوحديثين واما على فقال مرسلات الحسن

ف ط فصل نواقض الوضوء ۱۲ منہ

[1] نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ — کتاب الطہارۃ واما المراسیل — مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض — ۵۱/۱
[2] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی — الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل — // — // لاہور — ۲۰۳/۱
[3] // // // // // // // // — ۲۰۵/۱

البصری التی رواها عنه الثقات صحاح ماقل مایسقط منها، واما ابوزرعة فقال کل شیئ قال الحسن قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وجدت له اصلا ثابتا ماخلا اربعة احادیث[1] نقلها فی التدریب۔

قلت (میں کہتا ہوں) ثقہ ائمہ کی مراسیل ہمارے اور جمہور علما کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ عطا، حسن اور زہری ان میں سے ہیں اور اخذ میں نرمی کے لئے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ کر لیتے ہیں مگر ارسال صرف اسی وقت کرتے ہیں جب اسے وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں، اور ہمارے ساتھ حسن کی مراسیل کو قبول کرنے میں یحیٰی بن سعید القطان شریک ہیں جو ورع و تقوٰی اور حدیث کے اخذ کرنے میں نہایت ہی سخت ہیں، اور اس فن کا عظیم شخص علی بن مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے ہیچ نہیں سمجھا، اور امام اجل نقاد العلل ابوزرعہ رازی بھی شریک ہیں اور یہ لوگ اقتدا کے لئے کافی ہیں، لیکن قطان نے کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ کہہ دیں "قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم" تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اب سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں اور ابوزرعہ کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم" کہا ہے مجھے چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (ت)

قلت وعدم الوجدان لایقتضی عدم الوجود فلم یفت یحیی الاواحدا واثنان ولعل غیر یحیی وجد مالم یجده وفوق کل ذی علم علیم[2] ونقل فی مسلم الثبوت عنه رضی اللّٰه تعالٰی عنه انه قال متی قلت لکم حدثنی فلان فهو حدیثه ومتی قلت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فعن سبعین[3] اھ وفی التدریب قال یونس بن عبید سألت الحسن قلت یااباسعید انك تقول قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم وانك لم تدرکه فقال یاابن اخی لقد سألتنی عن شیئ ماسألنی عنه احد قبلك ولولا منزلتك منی مااخبرتك انی فی زمان کماتری وکان فی زمن الحجاج کل شیئ سمعتنی اقول قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فهو عن علی بن ابی طالب غیرانی فی زمان لااستطیع ان اذکر علیا[4] اھ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

قلت (میں کہتا ہوں) عدمِ وجدان عدمِ وجود کو مستلزم نہیں تو یحیٰی کو ایک یا دو احادیث جو نہ ملیں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد باری ہے وفوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تو وہ ستر ۷۰

---

[1] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰۴

[2] القرآن ۱۲/۷۶

[3] مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

[4] تدریب الراوی شرح تقریب النواوی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۰۴

سے مروی ہوتی ہے اھ تدریب میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی؟ فرمایا اے بھتیجے! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے جو تجھ سے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا، اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات پائی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام ذکر نہیں کرسکتا (اس لئے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

فائدہ ۱۰: (فائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ در بارۂ احادیث طبقۂ رابعہ)[1] سفہائے زمانہ نے احادیث طبقۂ رابعہ کو مطلقاً باطل وبے اعتبار محض قرار[2] دیا جوشان موضوع[3] ہے جس کا ابطال بین بابین وجوہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کبیر میں زیرِ حدیث:

من طاف بالبیت اسبوعا ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب من مائھا، اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیوم دلدتہ امہ[1]۔

جو سات پھیرے طواف کرکے مقامِ ابراہیم میں دو رکعت نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جاکر اس کا پانی پئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کردے جیسا جس دن ماں کے پیٹ کے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں:

حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل مکۃ والدیلمی فی مسندہ لایقال انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف[2]۔

جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائیگا نہایت یہ کہ ضعیف ہے[4]۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ خلط صحاح وسقام وثابت وموضوع جس طرح وضع ممکن یونہی صحت محتمل[5] تو جب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کرلینا محض ظلم وجزاف[6] ہے تو اُن کی حدیث قبل تبین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف وسقوط احکام میں مستند ومعتبر نہ ہوگی یوں ہی بوجہ احتمال صحت وحسن وضعف محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی[7] لاجرم درجۂ توقف میں رہے گی[8] اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل[9] نہیں یونہی یہاں بھی کمالا یخفی علی اولی النھی (جیسا کہ اصحابِ فہم پر مخفی

---

[1] الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حرف المیم مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت ص ۲۳۶

[2] ایضاً

نہیں۔ت) فواتح الرحموت ؎ میں ہمارے علماءِ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے:

الراوی ان کان غیر معروف بالفقاھۃ ولا بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبلہ الائمۃ او سکتوا عنہ ظھور الروایۃ او اختلفوا کان کالمعروف وان لم یظھر منھم غیر الطعن کان مردودا وان لم یظھر شیئ منھم لم یجب العمل بل یجوز فیعمل بہ فی المندوبات والفضائل والتواریخ۔

راوی حدیث اگر فقاہت و روایت میں معروف نہ ہو بلکہ کسی ایک یا دو۲ احادیث سے معروف ہو اور محدثین نے اسے قبول کرلیا یا ظہور روایۃ کے وقت اس سے خاموشی اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شئے کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابل عمل ہے (ت)

فائدہ۱۱: (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں﴾[۱]) اُن ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تبییض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰی کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری متکلمین منکرین نے کیا حالانکہ محض جہالت وبے رہی یا دیدہ و دانستہ مغالطہ﴾[۱] وہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اُس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یصح کسی کو منکر کسی کو لیس بثابت کسی کو لایصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لاباس بہ کسی کو صححہ فلان کسی کو صحیح فرماتے ہیں﴾[۳]، حدیث تقبیل ابہامین اُنہیں میں ہے جنہیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لایصح پر اقتصار﴾[۴] اور تجربہ کثیرین سے استظہار﴾[۵] کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فصل فی تعیین ف۱ بعض الاحادیث المشتھرۃ علی الالسن والصواب خلافھا علی نمط ذکرتہ فی التذکرۃ ؎ فیہ من عرف نفسہ عرف ربہ لیس بثابت، ح رائت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ صحیح محمول علی رؤیۃ المنام اومؤول ح المؤمن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع ۔۲ ح ماشھد رجل علی رجل بکفر الاباء

۔۱ فی مسئلۃ معرف العدالۃ ۱۲ منہ (م)

معرف العدالۃ کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

۔۲ اقول ھذا عجیب فقد اخرجہ ابوداؤد والترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ الفاجر مکان المنافق واسنادہ کماقال المناوی جیّد ۱۲ منہ (م)

اقول یہ عجیب ہے حالانکہ ابوداؤد و ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منافق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے جید ہے ۱۲ منہ (ت)

؎ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۴۹

ف۱ یہ عبارت مختصر اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے۔حوالہ کے لئے ص۵۱۰ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

بہ احدهما ضعیف ط فیہ طلب العلم فریضة علی کل مسلم طرقها واهیة ط ح من ادی الفریضة وعلم الناس الخیر کان فضله علی العابد الحدیث ضعیف اسناده لکنهم یتساهلون فی الفضائل ح الوضوء علی الوضوء نورٌ علیٰ نور لم یوجد لا فیہ مسح العینین بباطن السبابتین بعد تقبیلهما لایصح وروی تجربة ذلک عن کثیرین فیه الصلاة عماد الدین ضعیف وصلاة التسبیح ضعیف لا الدارقطنی اصح شیٔ فی فضل الصلوٰت صلاة التسبیح فیه طعام الجواد واء وطعام البخیل داء فی القاصد ع رجاله ثقات وفی المختصر منکر فی

ط اقول بل صحیح من اعلی الصحاح فلمالک والصحیحین غیرهما عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما رفعه اذاقال الرجل لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما وللبخاری عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه رفعامن قال لاخیه یاکافر فقدباء بها احدهما ولابن حبان عن ابی سعید رضی اللّٰه تعالٰی عنه بسند صحیح مرفوعا ماا کفر رجل رجلا قط الاباء بها احدهما وفی الباب غیر ذلک فان اراد خصوص اللفظ فقلیل الجدوٰی ۱۲ منه (م)

اقول بلکہ یہ اعلیٰ درجہ کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور شیخین وغیرہما نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعا روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اے کافر) کہا، تو وہ کفران دونوں میں سے ایک پرلوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا بیان کیا کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفران میں سے ایک پرلوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا سند صحیح کے ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقینا ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے، اوراس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

ط اقول والصحیح انه لاینزل عن الحسن کمابینته فی النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منه رضی اللّٰه تعالٰی عنه (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے "النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب" میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

لا بل اخرجه زرین وان قال المنذری ثم العراقی لم نقف علیه ۱۲ منه (م)

بلکہ اس کی تخریج زرین نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہو سکے ۱۲ منہ (ت)

لا الحق انه حدیث حسن صحیح لاشك حسن لذاته صحیح لغیره ان لم یکن لذاته والتفصیل فی اللاٰلی ۱۲ منه (م)

حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغیرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں اوراس کی تفصیل اللآلی میں ہے (ت)

ع اقول کذا قال المناوی وبالغ الذهبی کعادته فقال کذب ۱۲ منه (م)

اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ منہ (ت)

المقاصد ماء زمزم لماشرب له ضعیف [ف] لکن له شاهد فی مسلم ح ان اللّٰه یبعث لهذه الامة علی رأس کل مائة من یجدد لها دینها صحیحة [ت] الحاکم ح مثل امتی کالمطرلایدری اوله خیر ام اخره موضوع [لا] فی الوجیز انا وابوبکر وعمر خلقنا من تربة واحدة فیه مجاهیل قلت له طریق اخر وله شاهد فی اویس حدیث فی ورقتین قال ابن حبان باطل قلت الوقف اولی فان له طرقا عدیدة لاباس ببعضها ح من اخلص للّٰه اربعین یوما سنده ضعیف وله شاهد ح یکون فی اخر الزمان خلیفة لایفضل علیه ابوبکر ولاعمر موضوع قلت بل مؤول الی هنا مافی التذکرة[ا] اه ملتقطا۔

فصل بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جولوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں نے کیا ہے اس میں ہے وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال لمبے وخوب صورت ہوں، صحیح ہے یہ خواب پر محمول ہے یا یہ مؤول ہے، اور حدیث مومن دھوکا کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق دغا باز اور کمینہ ہوتا ہے

[ف] اقول بل نص الحافظ انه حجة بطرقه وحسنه المناوی وصححه الامام سفیٰن بن عینیه والد میاط والمنذری وابن الجزری ۱۲ منه (م)

اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا، امام سفین بن عینیہ، درمیاطی، منذری اور ابن جزری نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت)

[ت] ورواه ابوداود وقال الناوی الاسناد صحیح ۱۲ منه (م)

اسے ابوداؤد نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں اسکی سند صحیح ہے۔ (ت)

[۲] اقول هذا عجیب بل اخرجه احمد والترمذی فی الجامع عن انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه وحسنه وفی الباب عن عمران بن حصین رضی اللّٰه تعالٰی عن اخرجه البزار قال السخاوی بسند حسن وفیه عن علی وعن عمار وعن عبداللّٰه بن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنه وقال ابن عبدالبر ان الحدیث حسن وقال ابن القطان لانعلم له علة قال المناوی اسناده جیّد ۱۲ منه (م)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

[ا] خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الحسن نولکشور لکھنؤ ۳/۵۱۰ تا ۵۱۹

موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی دیتا کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ حدیث، وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل عمل میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو نور علیٰ نور ہے، موجود نہیں۔ اس میں ہے سبابہ انگلیوں کا باطن چومنے کے بعد آنکھوں سے لگانا صحیح نہیں اور بطور تجربہ عمل کثیر علماء سے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاۃ التسبیح (والی حدیث) ضعیف ہے۔ دار قطنی میں ہے فضائلِ نماز کے بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح والی حدیث اصح ہے۔ اس میں ہے سخی کا کھانا دوا ہے بخیل کا کھانا بیماری ہے، مقاصد میں ہے کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں، اور مختصر میں ہے کہ یہ منکر ہے۔ مقاصد میں ہے زمزم کا پانی اسی کام کے لئے ہے جس کی خاطر اسے پیا گیا، ضعیف ہے[1] ہے لیکن اس کے لئے مسلم میں شاہد ہے۔ حدیث اللہ تعالیٰ ہر سو ۱۰۰ سال کے بعد اس اُمت میں ایسے شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کے لئے دین کی تجدید کرتا ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی۔ حدیث میری اُمت کی مثال بارش کی طرح ہے معلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے: میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لئے شاہد ہے حدیثِ اویس جو دو۲ ورقوں پر ہے ابن حبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اس کی بعض سندوں میں میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لئے شاہد ہے۔ حدیث آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں تھیں اھ ملتقطاً۔ (ت)

فائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس وجلیل احقاق اور اوہام قاصرینِ زماں کا ابطال وازہاق ہے[2]) اقول وباللہ التوفیق اذہان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلامِ ائمہ میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلماتِ ائمہ معتمدین میں بصیغۂ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل ومردود وعاطل کہ احکام، مغازی، سیر، فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق، نہ ماننے کے قابل ہے[3] حالانکہ یہ محض اختراع بین الاندفاع مشاہیر محدثین وجماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے[4]، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات واصطلاحات مرسل ہے[5] منقطع معلق معضل ہے اور فقہا واصولین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاحِ حدیث پر تعلیق واعضال یا اصطلاحِ فقہ واصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائط حذف کرکے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل ومرسل ہے[6]، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارة عما سقط من اسناده اثنان فصاعدا ومثاله مايرويه تابعى التابعى قائلا فيه قال رسول الله

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکذلك مایرویہ من دون تابعی التابعی عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوعن ابوبکر وعمر وغیرھما: غیر ذاکر للوسائط بینہ وبینھم وذکر ابو نصر السجزی الحافظ قول الراوی "بلغنی" نحو قول مالك "بلغنی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال للملوك طعامہ وکسوتہ الحدیث وقال اصحاب الحدیث یسمونہ المعضل، قلت وقول المصنفین من الفقھاء وغیرھم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا وکذا" ونحو ذلك کلہ من قبیل المعضل لماتقدم[1] وسماہ الخطیب ابوبکر الحافظ فی بعض کلامہ مرسلا وذلك علی مذھب من یسمی کل مالایتصل مرسلا کماسبق اھ باختصار۔

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابوبکر وعمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے، ابونصر السنجر ی حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغنی" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لئے کھانا اور کپڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا کہ محدثین ایسی روایت کو معضل کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں فقہا اور دیگر مصنفین کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ یہ فرمایا یہ تمام از قبیل معضل ہی ہے جیسا کہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا، اور خطیب ابوبکر حافظ نے بعض مقامات پر اسے مرسل کا نام دیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جنہوں نے ہر اس روایت کو مرسل کہا ہے جو متصل نہ ہو جیسا کہ گزرا اھ اختصار (ت)

توضیح میں ہے:

الارسال عدم الاسناد وھو ان یقول الراوی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیر ان یذکر الاسناد[2]۔

ارسال وہ ہے جس میں سند کا ذکر نہ ہو وہ یوں کہ کوئی راوی بغیر سند ذکر کیے کہہ دے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ (ت)

علامہ تفتازانی تلویح پھر مدقق علائی صاحب دُرمختار افاضۃ الانوار علٰی اصول المنار میں فرماتے ہیں: ان لم یذکر الواسطۃ اصلا فمرسل[3] (اگر راوی اصلاً واسطہ ذکر نہ کرے تو وہ مرسل ہے۔ ت)

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے:

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث النوع الحادی عشر المعضل مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۲۸

[2] توضیح التلویح فصل فی الانقطاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۷۴

[3] حاشیۃ التلویح مع التوضیح // // // // // // //

(المرسل قول العدل قال علیہ) وعلی الہ واصحابہ الصلاۃ (والسلام کذا) وعند اھل الحدیث فالمرسل قول التابعی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ واصحابہ وسلم کذا، والمعلق مارواہ من دون التابعی من دون سند والکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول [1] اھ مختصرا۔

مرسل وہ ہے جس کے متعلق عادل کا قول ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا، اور محدثین کے ہاں مرسل سے مراد تابعی کا یہ قول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے یُوں فرمایا، اور حدیث معلّق وہ روایت ہے جو بغیر سند کے تابعی کے بعد کوئی شخص روایت کرے، اور اہلِ اصول کے ہاں یہ تمام مرسل میں داخل ہیں اھ مختصرا۔ (ت)

پھر باجماع علما محدثین وفقہا یہ سب انواع موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال ومناقب رجال وسیر واحوال میں سلفاً وخلفاً ماخوذ ومقبول ﴿[1] جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شرالانواع بتاتے اور انہیں اُس سے جدا شمار فرماتے آئے ﴿[2] اور تمام مؤلفینِ سیر بلانکیر منکر ومراسیل ومعضلات کا ذکر واثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ ومرسل ومنقطع ومعضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماروائے احکام میں مساہلت فرمائی ہے ﴿[3]، یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ﴿[4] ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا ﴿[5] خود صحیح بخاری ومسلم وصحیح مؤطا میں معضلات وبلاغات موجود ہیں وسط میں بقلت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریب [ط] میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے:

ان مالکالم یفرد الصحیح بل ادخل فیہ المرسل والمنقطع والبلاغات، ومن بلاغاتہ احادیث لاتعرف کماذکرہ ابن عبدالبر [2]۔

امام مالک نے احادیثِ صحیحہ کو الگ نہیں بلکہ اس میں مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کردیا ہے حالانکہ ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروف نہیں، جیسا کہ ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

وہیں امام مغلطائی سے ہے:

مثل ذلك فی کتاب البخاری [3] (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔ت)

وہیں امام حافظ الشان سے ہے:

[ط] فی الثانیۃ من مسائل الصحیح ۱۲ منہ (م)
مسائل صحیح کی دوسری قسم میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴
[2] تدریب الراوی الثانیۃ من مسائل الصحیح مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ ۱/۹۰
[3] " " " " "

کتاب مالك صحیح عنده وعند من یقلده علی ما اقتضاه نظره من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرهما۔
امام مالک کی کتاب اوران کے اوران لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جوان کی تقلید کرتے ہیں اس بنیاد پر کہ اس کی نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہما سے استدلال درست ہے۔(ت)
اسناد کے سنت مطلوبہ وفضیلت مرغوبہ وخاصۂ امت مرحومہ ہونے میں کسے کلام ہے[1] محققین قابلین مراسیل ومعاضیل بھی مسانید کوان پر تفضیل دیتے ہیں[2] اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیه فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیرہ میں اسکی تصریح کی ہے۔ت) تاکیدا ثرین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ماأجودها لو کان لها اجنحة یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگران کے لئے پر یعنی اسناد ہو۔ت) قطع نظراس سے کہ واقعة عین لاعموم لها (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لئے عموم نہیں۔ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارۂ احکام ہوں، یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا[3] وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہےاور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذالم یکن معه سلاح فبی شیئ یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہوتو وہ کسی شے سے لڑے گا۔ت) صراحۃً دربارۂ عقائدواحکام ہے۔
فان الحاجة الی القتال انما هی فیما یجری فیه التشدید والتماکس دون مااجمعوا علی التساهل فیه۔
لڑائی کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا ہونہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔(ت)
یوں ہی ارشاد امام مبارک عبداللہ مبارک لولا الاسناد لقال من شاء ماشاء[3] (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا توجو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا ہے[4]۔ت) کہ جب قبولِ ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط ہے[5] اور امر عمل قواعد مقررۂ شرعیہ مثل احتیاط واختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ماشاء (جو کسی کی مرضی ہو کہے۔ت) صادق نہ آئے گا کماقدمنا بیانه فی الافادة الثانیة والعشرین (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آئے ہیں۔ت) پر ظاہر کہ یہ اوراُن کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسامہ اُن کے نزدیک ضعیف ہے[6] اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح وصالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہوتو اُن کے طور پر وہی من شاء کا احتیاطی احتمال ولہٰذا وہ بالاتفاق منقطع ومعضل اور معضل دون معضل میں اصلا فرق حکم نہیں کرتے، اسی لئے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل ومعضل ومنقطع ومعلق بیان کرکے فرمایا:
لم یظهر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدة[2] (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ت)

---

[1] تدریب الراوی الثانیہ من مسائل المسح مطبوعہ دارنشر الکتب الاسلامیہ ۱/۹۰
[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/۱۷۴
[3] الصحیح لمسلم باب بیان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲

بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انہیں امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالٰی نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا:

اخرج مسلم فی مقدمة صحیحه قال قال محمد یعنی ابن عبداللّٰہ بن قُهزاذ، سمعت ابا اسحٰق ابراهیم بن عیسی الطالقانی قال قلت لعبداللّٰہ بن مبارك یا اباعبدالرحمٰن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد البران تصلی لابویك مع صلاتك وتصوم لهما مع صومك قال فقال عبداللّٰہ یا اباسحٰق عن من هذا قال قلت له هذا من حدیث شهاب بن خراش فقال ثقة عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقه عمن قال قلت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم قال یاابا اسحٰق ان بین الحجاج بن دینار وبین النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم مفاوز تنقطع فیها اعناق المطیّ ولکن لیس فی الصدقة اختلاف[1]۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ محمد یعنی ابن عبداللہ بن قہزاذ کہتے ہیں کہ میں نے ابواسحٰق ابراہیم بن عیسٰی طالقانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! وہ حدیث جس میں یہ ہے کہ نیکی کے بعد نیکی یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے بعد اپنے والدین کے لئے نماز پڑھے اور اپنے روزے کے بعد مدین کے لئے روزہ رکھے فرمایا تو عبداللہ نے کہا اے ابواسحٰق! یہ حدیث کس سے مروی ہے، فرمایا تو میں نے اسے کہا یہ حدیث شہاب بن خراش سے ہے، فرمایا کیا وہ ثقہ ہیں جس سے انہوں نے روایت کی ہے، میں نے کہا یہ حجاج بن دینار سے ہے، فرمایا وہ ثقہ ہیں تو میں نے کہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو انہوں نے فرمایا اے ابواسحٰق! حجاج بن دینار اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سواریوں کی گردن منقطع ہو جائے، لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کردینے میں کوئی اختلاف نہیں۔(ت)

امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی هذه الحکایة انه لایقبل الحدیث الاباسناد صحیح[2]۔

اس حکایت کا معنٰی ومفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سندِ صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائیگا۔(ت)

اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھئے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہر نا متصل باطل وملحق بالموضوع ہو جاتی ہے [1] اور وہ بالاجماع باطل افادہ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل به فی الفضائل اجماعاً[3] (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا [2]۔ت) لاجرم واجب کہ یہ سب عبارات صرف باب اہم واعظم یعنی احکام [3] میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہو نہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال [4] ہو کما افرنا فی الکلمات المذکورة (جیسے کہ ہم نے کلماتِ مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ت) اور واقعی در بارۂ رد وقبول غالب ومحاوراتِ علما صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی

---

[1] و [2] صحیح لمسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۱

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الرکوع ر ر مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۱۶/۲

اکثر محط انظار نخبہ ونزہہ وغیرہما میں دیکھئے[1] کہ حدیث کی دو۲ قسمیں کیں: مقبول ومردود۔ مقبول میں صحیح وحسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول[2] ھکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے اور توفیق دینے والا اللہ تعالٰی ہے۔ت)

(جماہیر فقہائے کرام ائمۂ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارۂ احکام بھی حجت ہیں[3]) یہ سب کلام بطور محدثین تھا[4]، اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار خود باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے[5] کما نص علیہ فی المسلم وشروحہ[1] (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شروح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ت)

اقول (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لئے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم) انصافاً غیر ناقد کے لئے مراسیل مذکورہ سے

ف۱ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً اتفاقاً وان من غیرہ فالاکثر ومنھم الامام ابوحنیفہ والامام مالک والامام احمد رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم قالوا یقبل مطلقا اذا کان الراوی ثقۃ وقال ابن ابان رحمہ اللّٰہ تعالٰی من مشائخنا الکرام یقبل من القرون الثلثۃ مطلقا ومن ائمۃ النقل بعد تلک القرون وقال طائفۃ من المتاخرین منھم الشیخ ابن الحاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الھمام منایقبل من ائمۃ النقل مطلقا من ای قرن کان اعتضد بشیئ ام لاویتوقف فی المرسل من غیرھم وھو المختار قیل وھو مراد الائمۃ الثلثۃ والجمھور ولایقول احد بتوثیق من لیس معرفۃ فی التوثیق والتجریح وعلی ھذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراط ھذا الشرط فی القرون الثلثۃ لزعمہ عدم الحاجۃ الی التوثیق فی تلک القرون لان الرواۃ فیھا کانوا اھل بصیرۃ فی التوثیق والتجریح[2] اھ من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصا ۱۲ منہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ (م)

مرسل اگر صحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر علماء جن میں امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم ہیں، کی رائے یہ ہے کہ مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان رحمہ اللہ تعالٰی جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ قرون ثلثہ (تین زمانوں) کی مرسل مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمۂ نقل کی مرسل بھی مقبول ہے، متاخرین کی ایک جماعت جن میں ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام ہم سے (یعنی احناف سے) کی رائے یہ ہے کہ ائمۂ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمہور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کرسکتا ہے جو توثیق وتجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو اسی بناء پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لئے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور تجریح کے ماہر تھے اھ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفٰی مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴

احتجاج فی الاحکام اثریین پر بھی لازم [۱]، آخر اُس کی سبیل یہی ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالایطاق ہے [۲]، تو اُس کے لئے ذکر وعدمِ ذکرِ سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط [۳] قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلٰی نہیں تو کم بھی نہیں، اور جو احتمالات مسابلت وتحسین ظن وخطائی النظر یہاں ہیں، وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب ومشاہد [۴] بالجملہ امام ابن الصلاح وامام طبری وامام نووی وامام زرکشی وامام عراقی وامام عسقلانی وامام سخاوی وامام زکریا انصاری وامام سیوطی وغیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیص کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اُسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لئے بس ہے اور احتجاج رواء

کما ذکرنا نصوصهم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادة الحادية والعشرين۔

جیسے کہ ہم نے مدارجِ طبقات الحدیث میں ان کی تصریحات کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملاعلی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔(ت)

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہو لاجرم جس طرح امام احمد یا یحیٰی کا ھذا الحدیث صحیح (یہ حدیث صحیح ہے۔ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیا کا صحاح میں لانا، یونہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا، یوں ہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا:

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فعل رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الی غیر ذلك من احکامه واحواله ونعوت جماله وشیون جلاله وصفات کماله صلوات اللّٰه تعالٰی وسلامه علیه وعلٰی اله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وعلیهم وبارك وسلم وشرف ومجد وعظم وکرم امین۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے آپ کے دیگر احکام واحوال، آپ کے جمال وجلال کی صفات وشانیں اور آپ کے صفات کاملہ ہیں آپ پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی آل واصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت وسلام شرافت، بزرگی، عظمت وکرم کی برسات ہو، آمین۔(ت)

الحمدللہ کہ اس جواب کی ابتداء بھی حضورِ اقدس واکرم سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود ودرودِ مسعود پر ہوئی اُمید ہے کہ مولٰی عزوجل اس نام کریم وصلوٰۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارتِ عیون وتنویرِ قلوب وتکفیرِ ذنوب وسلامتِ ایمان وامن وامان وتنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے فانه تعالٰی بکرمه یقبل الصلاتین وهو اکرم من ان یدع مابینهما وکان ذلك للیلة الثانیة یوم الاثنین لعلها الثامنة عشر من الشهر الفاخر شهر ربیع اخرت من شهور السنة الثالثة عشر من المائة الرابعة عشر من هجرة الحبیب سیّد البشر صلی اللّٰه تعالٰی علیه واٰلهٖ وصحبه واولیائهٖ اجمعین واخر دعوٰنا ان الحمدللّٰه ربّ الغلمین، سبحٰنك اللّٰهم وبحمدك، اشهد ان لااله الاانت استغفرك واتوب الیك، واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

نہج[۳۳] السلامه فی حکم تقبیل الابهامین فی الاقامة[۱۳]

(اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل ۔ت)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ (۳۸۷): از اپر برہما شہر مانڈے سورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی جمادی الاخرے ۱۳۳۳ ہجری

منقول از فتاوٰی امدادیہ معروف بہ فتاوٰی اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں "اشھد ان محمدا رسول اللہ" بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں، اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے، اور جو شخص اُس کا مانع ہووے اُس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے اور جو مرتکب اس فعل کا ہووے اُس کا اور جو حکم کرے اُس کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

جدید یہ کہ اذان پر قیاس کرکے تحریر نہ فرمائیں بلکہ درصورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کرکے تحریر فرمائیں۔

جواب[۶۸۰]: اوّل تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارمیں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں، چنانچہ شامی بعد نقل اُس عبارت کے لکھتے ہیں:

وذکر ذلك الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھذا شیئ انتھی[۱] (جلد اول صفحہ ۲۶۷)

جراحی نے اس بحث کا طویل ذکر کیا ہے پھر کہا ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجۂ صحت کو نہیں پہنچی انتہی۔(ت)

مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے:

ونقل بعضھم ان القھستانی کتب علی ھامش نسختہ ان ھذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع[۲]۔

بعض نے نقل کیا کہ قہستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور

---

[۱] ردالمحتار علی درالمختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

[۲] // // // // // //

تلاش بسیار کے باوجود ثبوت نہیں ملا۔ (ت)

یہی مفتی صاحب لم یصح فی المرفوع پر حاشیہ منیہ لکھتے ہیں۔

قلت واما الموقوف فانه وان کان منقولا لکن مع ضعف اسناده لیس فیه کون هذا العمل طاعة بل هو رقیة للحفظ عن رمد والعوام یفعلونه باعتقاد کونه طاعة ۱۲ منه حاشیہ صاحب فتاوٰی اشرفیہ برعبارت شامی۔

رہی موقوف حدیث تو وہ اس سلسلہ میں اگرچہ منقول ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہونے کے ساتھ اس میں یہ نہیں ہے کہ یہ عمل عبادت وطاعت ہے بلکہ یہ صرف آنکھوں کے دُکھنے کا علاج ہے اور عوام اسے عبادت سمجھتے ہوئے بجالاتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

گزارش وموجب تکلیف دہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ در بارہ استفتائے تقبیل ابہامین عند قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے آج فتاوائے امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومہ بالا دکھائی ہے[1] جو بلفظہ ملاحظۂ عالی میں پیش کرکے رفع شکوک کا خواستگار ہوں[2] وهی هذه:

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت نقل کرکے "لم یصح فی المرفوع" (کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی۔ت) یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کئے ہیں ان سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیۃً تقبیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچتا، مفتی صاحب کی تحریر وحاشیہ خود غور طلب ہے۔ پھر اُن کے معتقدین تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں خواہ بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ یا بہ تعلیم سیدنا خضر علیہ السلام جامع (۱) الرموز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اُس میں اثبات استحباب ہے۔ مجموعہ فتاوٰی جلد سوم صفحہ ۴۲، طحطاوی (۲) نے شرح مراقی الفلاح مصری صفحہ ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دیلمی سے حدیث ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام سے عملاً روایت بطور تائید بیان کے علٰی ہذا اسادات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے۔ اعانۃ (۳) الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین مصری ص ۲۴۷ (فقہ شافعی):

وفی الشنوانی مانصه من قالحین یسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبدالله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثم یقبل ابهامیه ویجعلها علی عینیه لم یعم ولم یرمد هذا انتهی[1]۔

شنوانی میں عبارت یہ ہے: جس نے مؤذن کا یہ جملہ "اشهد ان محمدا رسول الله" سن کر کہا "مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبدالله صلی الله تعالٰی علیه وسلم" پھر اپنے انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی انتہی (ت)

کفایۃ (۴) الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی فی مذہب سیدنا الامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ مصری جلد اص ۱۶۹:

فائدة: نقل صاحب الفردوس ان الصدیق رضی الله تعالٰی عنه لماسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول

---

[1] اعانۃ الطالبین فصل فی الاذان والاقامۃ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۳۳

الله قال ذلك وقبل باطن انملة السبابتين ومسح عينيه فقال صلى الله تعالى عليه وسلم من فعل مثل خليلي فقد حلت عليه شفاعتي، قال الحافظ السخاوي ولم يصح، ثم نقل عن الخضر انه عليه الصلاة والسلام قال من قال حين يسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد بن عبدالله (صلى الله تعالى عليه وسلم) ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينيه لم يعم ولم يرمدابدا ونقل غير ذلك ثم قال ولم يصح في المرفوع من كل هذا شيئ[1] والله تعالى اعلم۔

فائدۃ: صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مؤذن کا یہ جملہ سنا "اشھد ان محمدا رسول الله" تو آپ نے یہ دُہرایا اور دونوں شہادت کی انگلیوں کا باطنی حصہ اپنی آنکھوں سے لگایا تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے یہ عمل کیا جو میرے اس دوست نے کیا ہے تو اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔ حافظ سخاوی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں، پھر حضرت خضر علیہ السلام سے یہ منقول ہے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کا یہ جملہ اشھد ان محمدا رسول الله سن کر یہ کہے مرحبا بحبيبي وقرة عيني محمد بن عبدالله (صلى الله تعالى عليه وسلم) پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی دونوں آنکھوں سے لگائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی اور ان کے علاوہ نے بھی ذکر کیا، پھر کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع صحیح روایت نہیں ملی واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

علامہ (۵) الشیخ علی الصعیدی العدوی اسی شرح کے حاشیہ ص ۱۷۰ میں فرماتے ہیں:

(قوله ثم يقبل الخ) لم يبين موضع التقبيل من الابهامين الا انه نقل عن الشيخ العالم المفسر نورالدين الخراساني قال بعضهم لقيته وقت الاذان فلما سمع المؤذن يقول اشهد ان محمدا رسول الله قبل ابهامي نفسه ومسح بالظفرين اجفان عينيه من المآقي الى ناحية الصدغ ثم فعل ذلك عند كل تشهد مرة مرة فسألته عن ذلك فقال كنت افعله ثم تركته فمرضت عيناي فرأيته صلى الله تعالى عليه وسلم مناما فقال لم تركت مسح عينيك عند الاذان ان اردت ان تبرأ عيناك فعد الى المسح فاستيقظت ومسحت فبرئت ولم يعاودني مرضهما الى الآن انتهى فهذا يدل على ان الاولى التكرير والظاهر انه حيث كان المسح بالظفرين ان التقبيل لهما[2] والله تعالى اعلم۔

(قوله ثم يقبل الخ) انگوٹھوں کی کون سی جگہ چومے، اس میں اس کا ذکر نہیں کیا، مگر شیخ العالم المفسر نورالدین خراسانی سے یہ منقول ہے بعض لوگوں نے کہا میں ان سے دورانِ اذان ملا جب انہوں نے مؤذن سے اشھد ان محمد رسول الله سنا تو انہوں نے اپنے دونوں انگوٹھے چومے اور ان دونوں کے ناخن اپنی پلکوں پر ناک کی طرف ملے پھر انہوں نے ہر بار ایسا کیا تو

---

[1] کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی مطبوعہ مصر ۱/۱۶۹، ۱۷۱

[2] حاشیۃ علی کفایۃ الطالب الربانی الخ مطبوعہ مصر ۱/۱۷۰

میں نے ان سے اس کے بارے میں سوال کیا تو وہ کہنے لگے میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا پھر میں نے اسے چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب ہوگئیں اور مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو فرمایا: تو نے اذان کے وقت آنکھوں پر انگوٹھے لگانے کیوں ترک کردئے اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھیں درست ہوجائیں تو انگوٹھے چومنا دوبارہ شروع کردے پھر میں بیدار ہوا اور میں نے انگوٹھے چومنے کا عمل کیا تو میں صحیح ہوگیا، اس کے بعد آج تک میری آنکھیں کبھی خراب نہیں ہوئی ہیں، پس یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ بار بار کرنا بہتر ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب کبھی آنکھوں پر انگوٹھے لگائے تو چوما بھی انہیں کرے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نکیر ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتا الفاظ صریحہ میں ملتا ہے [1] برخلاف اس کے صاحب فتاوٰی اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح (ص ۲ ملاحظہ ہو) مان رہے ہیں پھر اُس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں اس تضاد واشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے [2]۔

صاحبِ فتاوٰی اشرفیہ عمل مانحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رقیہ مان کر دعوٰی کرتے ہیں والعوام یفعلونه باعتقاد الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتقاد قلب سے تعلق رکھتا ہے [3] اُس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہوئی درصورتیکہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلٰوۃ والسلام بھی باوصف اعلام علام مافی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں [4] (معاذ اللہ) وہ بھی عامہ مومنین کے دلی خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں، ایران میں ہوں یا عرب شریف میں، غرض شرق میں ہوں [5] یا غرب میں حیث یقول والعوام یفعلونه باعتقاد الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے [6] مترصد کہ جلد تر جواب باصواب سے اعزاز بخشیں اجرکم اللّٰہ تعالٰی بجاہ طٰہٰ ویٰس صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وعلٰی اٰله وصحبه اجمعین والحمدللّٰہ رب العٰلمین۔ مختار صدیقی

الجواب

اس مسئلہ کی تحقیق بالغ وتنقیح بازغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین [7] لکھی کی بیس ۲۰ سال ہوئے [7] کہ بمبئی میں چھپ کر ملک میں مفت تقسیم ہوئی اب میرے پاس صرف ایک نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ مرسل، ایک نسخہ بھی اور ہوتا تو ہدیۃً حاضر کردیتا بعد ملاحظہ بیرنگ واپس فرمائیں یہ رسالہ باذنہ تعالٰی دربارہ حدیث وفقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاطلہ کی بیخ کنی وصفراشکنی کو بس ہے [8] لہٰذا اُن سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امورِ جہالت فتوائے مذکور کے متعلق اجمالاً گزارش [9] وباللہ التوفیق۔

(۱) دعوٰی یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں [10]، اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل [11] کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجہ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں ورنہ مرفوع کی تخصیص کیوں ہوتی [12] عبارات کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہہ معتبر ہے، اسی شامی طالع قسطنطنیہ جلد ۵ ص ۵۲ میں ہے:

فان مضاهیم الکتب حجۃ ولو مفہوم لقب علی ماصرح بہ الاصولیون[1]۔
عباراتِ کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے خواہ وہ مفہوم لقبی ہو، علمائے اصول نے یہی تصریح کی ہے۔(ت)
نیز جلد اول ص ۱۶۷:
یفتی بہ عندالسوال اھ ای لان مفاہیم الکتب معتبرۃ کماتقدم[2]۔
سوال کے وقت اسی پر فتوٰی ہوگا کیونکہ عباراتِ کتب میں مفہوم مخالفت حجت ہوتا ہے، جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے۔(ت)
دُرمختار بیان سنن وضو میں نہر الفائق میں ہے:
مفاہیم الکتب حجۃ بخلاف اکثر مفاہیم النصوص[3]۔
عباراتِ کتب میں مفہوم مخالف حجت ہوتا ہے اور نصوص کے اکثر مفاہیم معتبر نہیں ہوتے (ت)
احادیث موقوفہ کیا روایت نہیں ﴿ لاجرم ملّا علی قاری نے موضوعاتِ کبیر میں کل مایروی فی ھذا فلایصح رفعہ البتۃ (اس سلسلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ت)
لکھ کر فرمایا:
قلت واذا ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فیکفی العمل بہ لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "علیکم بسنّتی وسنّۃ الخلفاء الراشدین[4]"
میں کہتا ہوں جب اس کا مرفوع ہونا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے اتنا ہی کافی ہے ﴿[2] کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنّت لازم ہے"۔(ت)
(۲) صحیح کی نفی سے معتبر کی نفی جاننا فنِ حدیث سے جہالت پر مبنی ﴿[3]۔ کتب رجال میں ہزار جگہ ملے گا یعتبربہ ولایحتج بہ (یہ معتبر ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جائیگا۔ت) اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع ﴿[4] کافی اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔
(۳) فقہ میں روایت، روایت فقہیہ بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبر مطلقًا منفی تو اُس سے روایت معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہے یا نری غیر مقلدی کہ بے ثبوت حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی ﴿[5]۔
(۴) یہیں یہیں اس شامی میں قہستانی و فتاوٰی صوفیہ و کنز العباد سے صراحۃً اس کا استحباب منقول ﴿[6] اور بصیغۂ جزم

---

[1] ردالمحتار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳۸/۵
[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ ” ” ۱۱۹/۱
[3] درمختار ” ” مجتبائی دہلی ۲۱/۱
[4] الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوعۃ حرف المیم مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۲۱۰

بلاتعصب مذکور و مقبول، تو شامی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کرنا اور اُسی عبارت میں شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑ جا نا صریح خیانت ہے۔[1]

(۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بچا کر وہ سالبہ کلیہ کو کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف اغوائے عوام ہے[2] کیا کتب فقہیہ ہزار سے کم اس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اُس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے روایت فقہی نا معتبر نہ ہوئی۔[3] ہاں وہی غیر مقلدی کی علت[4] پیچھے ہو تو کیا علاج!

(۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا[5] کہ بعض نے قہستانی سے نقل کیا کہ اُنہوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ در بارۂ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل مجہول اور نقلِ مجہول محض نا مقبول، جلد دوم ص۵۱۲:

قول المعراج ورأیت فی موضع الخ (ای معزورا الی المبسوط) لایکفی فی النقل لجهالته[1]

معراج کا قول اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے الخ (یعنی مبسوط کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے نقل میں وہ ناکافی ہے۔(ت)

وہاں بواسطۂ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی، وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قہستانی ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(اتنا بڑا فرق کہاں وہ کہاں یہ)

جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہُوئی اس کی ہستی، مگر کیا کیجے کہ ع

عقل بازار میں نہیں بکتی

(۷) لم یوجد (روایت نہیں رہ پائی گئی۔ت) اور ''موجود نہیں'' میں جو فرق ہے عاقل پر مخفی نہیں، مگر عقل بھی ہو، یہ تو خالی نا یافت کی نقل ہے کہ شہادت علی النفی سے زائد نہ ٹھہرے گی آکد الفاظ فتوے سے فتویٰ منقول ہوا اور بوجہ جہالت نا مقبول ہُوا، انہیں علامہ شامی کا کلام سنیے عقود الدریہ جلد۲ ص۱۰۹:

نقل الزیلعی ان الفتوی علی قولهما فی جوازها قال الشیخ قاسم فی تصحیحه مانقله الزیلعی شاذ مجهول القائل[2] اھ۔

زیلعی نے نقل کیا ہے کہ فتویٰ ان دونوں کے قول پر اسکے جواز میں ہے، شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں کہا کہ زیلعی سے جو منقول

---

[1] ردالمحتار باب الوالی من کتاب النکاح مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳۲۹

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۱۳۰

ہے وہ شاذ ہے کیونکہ قائل مجہول ہے اھ(ت)

دُرِمختار میں ہے:

علیه الفتاوٰی زیلعی و بحر معزیا للمغنی لکن ردہ العلّامة قاسم فی تصحیحه بان مافی المغنی شاذ مجهول القائل فلایعول علیه[1]

اس پر زیلعی اور بحر کا فتوٰی ہے انہوں نے مغنی کی طرف منسوب کیا، لیکن علامہ قاسم نے اسے اپنی تصحیح میں بایں طور رد کیا کہ مغنی میں جو کچھ ہے وہ شاذ ہے کیونکہ اس کا قائل مجہول ہے لہٰذا اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔(ت)

شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ اعاد کہ اسی واسطے فقہاء نے اُس کا بالکل انکار کیا ہے، صریح کذب ہے۔

(۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چراغی ہے ﴿۱ شامی میں قہستانی سے بنقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی ﴿۲ اگر بفرض غلط یہ نقل مجہول مقبول بھی ہو اور عدم وجدان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو نفی روایت روایت نفی نہیں ﴿۳، ہذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانے حکم فقہا نے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(۱۰) اےنہم بر علم تو غایت درجہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہوگا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قہستانی کا بایں معنی فقہا میں شمار کہ اُن کا اپنا قول بلانقل مسلم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی اُن کی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدریہ جلد۲ ص ۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ:

القهستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصا واستنادہ الی کتب الزاهدی المعتزلی[2]

قہستانی بہالے جانے والے سیلاب اور رات کو لکڑی اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے خصوصاً جبکہ اس کا آستناد زاہدی معتزلی کتب کی طرف۔(ت)

اور کشف الظنون حرف النون میں علّامہ عصام اسفرائنی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعائے باطل کی لگی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاج جنون کردے گا ہم نے پتا بتادیا نہ ملے تو پیش بھی کردیں گے ان شاء اللہ تعالٰی۔

(۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید و تعصب عنید ہے کہ مسئلۂ اقامت میں قہستانی کا اپنا قول بلانقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اُسے انہیں ایک فقیہ نہیں بلکہ فقہا کا انکار ٹھہرادیا جائے اور یہیں یہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرماکر حکم استحباب بتارہے ہیں وہ مردود و نامعتبر قرار پائے ﴿۴، غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس ہے وبس۔

(۱۲) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے یعنی بدعت و بے اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرض غیر

---

[1] درمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۱۷۷

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/۳۵۶

مقلدی ہے کہ فقہا اگر چہ صراحۃً مستحب فرمائیں مگر اُن کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود ہے[۱]۔

(۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماعِ اُمت کا رَد اور غیر سبیل المومنین کا اتباع بد ہے جس پر قرآن عظیم میں نصلہ جھنم وساء ت مصیرا[۱] کی وعید مؤکد ہے، احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت اُن کا ضعف جس کا بیان قطعی منیر العین میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پرنور اور باطل کی ظلمتیں دُور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منصف کو کافی کہ اُس میں صرف لم یصح (صحیح نہیں۔ت) کہا اور وہ بھی فقط احادیث مرفوعہ اگر سب کو کہتے جب بھی نفی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر ضعیف تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور مسائل حلال میں بھی حجت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول ہے[۲] اور مخالف اجماع مردود مخذول، اربعین امام ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے:

قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال[۲]۔

علماء محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے (ت)

(۱۴) اجماعِ اُمت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم صحت باحادیث مرفوعہ نے صحت بتائی ہے[۳]، ملا علی قاری کی عبارت گزری تو قرونِ ثلٰثہ میں اصل متحقق ہوئی پھر بدعت و بے اصل کہنا اصولِ وہابیت پر بھی چھری پھیرنا ہے۔

(۱۵) وہابیت بجہنم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیوبندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بُری طرح کہ ان کی سنت، اُن کی بدعت، ان کی ہدایت، اُن کی ضلالت یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وہ ان کو منکر سنت ضال بدراہ بتائیں پھر یہ کیا کہ اُنہیں چھوڑ دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتا کر سخت گمراہ بے دین ہوئے کفی اللّٰہ المؤمنین القتال (لڑائی میں مومنوں کے لئے اللہ تعالٰی کافی ہے۔ت) اس کا مفصل بیان منیر العین افادہ ۳۰ میں ملاحظہ ہو مجمل یہ کہ یہ احادیثِ تقبیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں[۴] کہ اس پر ترغیب وثواب اُن میں مذکور ہے، مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کہ انہوں نے اذان میں نام سن کر انگلیوں[۵] کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من فعل مثل مافعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی[۳]۔

جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہو جائیگی۔

---

[۱] القرآن ۴/۱۱۵

[۲] شرح متن اربعین نوویہ قبیل حدیث اول مطبوعہ امیر دولت قطر ص ۶

[۳] المقاصد الحسنۃ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۸۴

جامع الرموز و کنز العباد وغیرہما میں ہے:

فانه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یکون قاعدا له الی الجنة[1]۔

جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کبھی اندھا نہ ہوگا نہ اُس کی آنکھیں دُکھیں، یہ کیا فضیلت وترغیب نہیں بہرحال یہ حدیثیں فضائلِ اعمال کی ہیں، اور گنگوہی صاحب براہینِ قاطعہ طبع دوم ص ۹۶ میں فرماتے ہیں: ''سب کا یہ مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے[2]''۔ ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارتِ علی قاری میں گزرا، جب تو اس مسئلہ قبول ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کی تقلید کا خود احادیث صحیحہ میں حکم فرمایا، حدیثِ خلفا کلامِ قاری میں گزری، دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر[3]۔

ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والی اُمت ہوں گے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

رواه احمد والترمذی وحسنه وابن ماجة والرویانی والحاکم وصححه وابن حبان فی صحیحه عن حذیفة والترمذی والحاکم عن ابن مسعود وابن عدی عن انس بن مالک رضی اللّٰه تعالٰی عنهم عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم۔

اسے احمد نے اور ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا، ابنِ ماجہ، رویانی اور حاکم نے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا، ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے اور ابن عدی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہم اور ان سب نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ (ت)

بلکہ تقلید عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنہ کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن ﴿[1] تک حکم تقلید بلکہ منصب تشریف جدید ہے کمابیناه فی کتبنا فی الرد علیهم (جیسے کہ ہم نے اپنی کُتب میں ان کا رد کرتے ہوئے واضح کیا ہے۔ ت) بہرحال اس عمل کی دلیل جواز قرون ثلثہ میں متحقق ہوئی ﴾[2] اور گنگوہی صاحب ص ۲۸ میں کہتے ہیں:

''جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہو وہ سب سنت ہے اھ''[4]

---

[1] جامع الرموز — باب الاذان — مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵

[2] براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعۃ — مسئلہ فاتحہ اعتقادیت ہے الخ — مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۹۶

[3] جامع الترمذی — مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ — مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/۲۰۷

[4] براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعۃ — قرونِ ثلثہ میں موجود نہ ہونے کے معنی — مطبوعہ لے بلاسا واقع ڈھور ص ۲۸

تو روشن ہوا کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا سنت ہے اور حدیث سے ثابت کہ منکر سنت پر لعنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ستة لعنتهم لعنهم اللّٰه و كل نبى مجاب (الى قوله) والتارك لسنتى [1] رواه الترمذى عن ام المؤمنين والحاكم عنها وعن على والطبرانى بلفظ سبعة لعنتهم و كل نبى مجاب [2] عن عمرو بن سعواء رضى اللّٰه تعالٰى عنهم بسند حسن۔

چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اللہ ان پر لعنت کرے اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے ازاں جملہ ایک وہ کہ میری سنت کا منکر ہو، اس کو ترمذی نے ام المومنین سے اور حاکم نے ان سے اور حضرت علی سے روایت کیا اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں ''سات آدمی ایسے ہیں جن پر میں نے لعنت کی اور ہر نبی کی دُعا مقبول ہے''۔ یہ حضرت عمرو بن سغوی رضی اللہ تعالٰی سے سند حسن کے ساتھ مروی ہے۔ (ت)

اب صاحب فتاوٰی اشرفیہ اپنا حکم گنگوہی صاحب سے دریافت کریں یا گنگوہی صاحب کے حق میں خود کوئی حکم فرمائیں۔

(۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے شامی سے بحوالہ مجہول قہستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کرلائے اور اس سے یہ نتیجہ کہ فقہا نے اُس کا بالکل انکار کیا حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر ص ۱۴ میں فرمایا:

عدم النقل لاينفى الوجود [3] (عدمِ نقل، وجود کے منافی نہیں ہے۔ت)

(۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرانے کا رد خود اسی شامی میں جابجا موجود ہے، ازانجملہ جلد اول ص ۴۰ میں بعد ذکر احادیث فرمایا:

قال العلماء هذه الاحاديث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيأ من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم القيمة [4]۔

یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے قواعد سے ہیں، ان سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جو شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا قیامت تک جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب اُس ایجاد کرنے والے کو ہو۔

(۱۸) بدعت و بے اصل کی بھی حقیقت سن لیجیے، فتح اللہ المعین جلد ۳ ص ۴۰۲:

لااصل لها لايقتضى الكراهة ولذا قال فى الدر ماقيل انها بدع اى مباحة حسنة [5]۔

---

[1] المستدرک کتاب الایمان ستۃ لعنتھم اللہ دارالفکر بیروت ۱/۳۶
[2] المعجم الکبیر ترجمہ عمرو بن سعواء حدیث نمبر ۸۹ المکتبۃ الفیصلۃ بیروت ۱۷/۴۳
[3] فتح القدیر کتاب الطہارت // نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰
[4] ردالمحتار مطلب یجوز تقلید المفضول الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۳
[5] فتح المعین فصل فی الاستبراء وغیرہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۴۰۲

یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا اسی لئے دُرمختار میں فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ نو پیدا جائز اچھی بات ہے (ت)

(۱۹) فرض کرو کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو ﴿[۱] تو بحال عدم نقل احکام فقہا جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے ﴿[۲] اور ترجیح وتوفیق وتوجیہ وتحقیق کہ ہمارے رسائل ردّ وہابیہ میں ﴿[۳] ہے اس کی مؤنت جناب گنگوہی صاحب نے کم دی ﴿[۴] اور منکرین کو کسی عبارت خلاف سے شبہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب براہین ص ۱۳۷ میں فرماتے ہیں:

''اُس کی کراہت مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یُوں بھی بلاضرورت جائز ہو جاتا ہے[۱]'' ﴿[۵]۔

یہ وہاں کھلی اور پوری غیر مقلدی بلکہ بہوائے نفس اتباع رخص حلال کر دینے کی داد دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اختلاف ہے ﴿[۶] تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجۂ اولٰی بلاضرورت مطلقاً جائز رہے گا ﴿[۷] اور منکر کہ قولِ خلاف سے سند لائے احمق کج فہم ٹھہرے گا ﴿[۸]۔

(۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقت اقامت بھی تقبیل مذکور سنت اور تھانوی صاحب کا اُس پر انکار گمراہی وضلالت اور بحکم حدیث موجب لعنت ہے ﴿[۹]۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سوا مستثنیات کے، بلکہ ہدایہ میں ہے:

یروی انه لاتکره الاقامة ایضا لانها احدی الاذانین[۲]۔

اور یہ مروی ہے کہ اقامت بھی مکروہ نہیں کیونکہ یہ بھی ایک اذان ہے۔ (ت)

اور عند التحقیق تنقیح مناط انتفائے خصوص کرے گی ﴿[۱۰] تو اُس کی دلیل جواز بھی متحقق ہوئی اور سنت ٹھہری، گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنت ہونے کے لئے اثر فعلی کی جنس بھی قرونِ ثلثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اُس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے براہین گنگوہی ص ۱۸ میں ہے۔

''جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اُس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے[۳]۔''

یہ اُس چار سطری تحریر پر تلك عشرون كاملة (یہ مکمل بیس ۲۰ دلائل ہیں۔ ت) وہ بھی بنہایت اختصار، اب ڈیڑھ سطری منہیہ کی طرف چلئے وباللہ التوفیق۔

---

[۱] براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعۃ تحقیق مسئلہ اجرۃ تعلیم القرآن الخ مطبوعہ بلاساواقع ڈھور ص ۱۳۷

[۲] الہدایۃ باب الاذان مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۷۴

[۳] براہین قاطعہ الخ قرون ثلثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاساواقع ڈھور ص ۲۸

(۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص ﴿ [1] فرمائی بکمال حیا اُس کا مطلب یہ گھڑا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگر چہ منقول ہے مگر ضعیف الاسناد ہے ﴿ [2]، کیا علما نے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ موضوع ہے انہیں تین صورتوں میں اُس اختراعی مطلب پر مرفوع و موقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہر وجہ علماء پر افترا ہے ﴿ [3] علما نے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگر چہ منقول ہیں مگر درجہ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس بے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا صراحۃً تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری ڈھٹائی ہے مکاری نہیں تو سخت جنون و بے عقلی ہے ﴿ [4]۔

(۲۲) بفرض باطل یہی مطلب سہی مگر یوں بھی کال نہ کٹا امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لاچکے کہ یہاں مقبول ہے اگر چہ ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی تثلیث پھر حدیث موقوف وضعیف موجود مان کر بدعت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث! ﴿ [5]

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ رد سے بچنے کا ایک منتر ہے الحق حیا وایمان متلازم ہیں یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف وضعیف بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہوتا اُسے بھی اڑا دیتا، حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس کی شفاعت فرمائیں گے اُسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائینگے اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر یہ عظیم وجلیل ثواب موعود ہوں وہ سرے سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے ﴿ [6]۔

(۲۴) حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یوں پڑھیے:

رضیت باللّٰہ ربًّا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نبیا [1]۔

میں اللہ تعالیٰ کے رب، اسلام کے دین اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی اور خوش ہوں۔ (ت)

حدیثِ خضر علیہ الصلاۃ والسلام میں ہے یوں کہے:

مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم [2]۔

اے میرے حبیب! مرحبا، آپ کا اسم گرامی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ (ت)

اسی طرح حدیثِ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے۔

چوتھی روایت میں یوں کہے:

---

[1] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴

[2] المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۸۴

صلی اللّٰہ تعالٰی علیك یارسول قرۃ عینی بك یارسول اللّٰہ اللھم متعنی بالسمع والبصر[۱]۔
اے اللہ کے رسول آپ پر اللہ تعالٰی کی طرف سے صلاۃ (رحمت ہو، یارسول اللہ! آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، اے اللہ! میری سماعت و بصارت کو اس کی برکت سے مالا مال فرما۔(ت)
پانچویں میں یہ درود پڑھے۔
چھٹے میں یہ یوں کہے:
صلی اللّٰہ علیك یاسیدی یارسول اللّٰہ یا حبیب قلبی ویانور بصری ویاقرۃ عینی[۲]۔
یاسیدی یارسول اللہ! اے میرے دل کے حبیب، اے میری آنکھوں کے نور و سرور، اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ پر اللہ تعالٰی رحمت فرمائے۔(ت)
ساتویں میں یوں کہے:
اللھم احفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ونورھما[۳]۔
اے اللہ! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور انہیں منور فرما نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں اور ان کی نور کی برکت سے۔(ت)

منہیہ کے نزدیک یہ اللہ و رسول کے ذکر، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود، اللہ عزوجل سے دُعا کچھ طاعت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روحِ طاعت ہے[۱] اور دُعا مغزِ عبادت[۲]، اور درود کو مسلمان ایمان کا چین چین کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منہیہ منتر مانے[۳]۔

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اُس کی آنکھیں نہ دُکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو، اس جرم پر وہ ذکر الٰہی و درود و دُعا سب طاعت سے خارج ہو کر رمد کا منتر رہ گئے[۴]، نامِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد ہے[۵]، صدہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوتِ قرآن عظیم و تسبیح و تہلیل و حمد و تکبیر و لاحول وغیرہا اذکارِ جلیلہ پر منافع جسمانیہ و دُنیاویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاح ستہ و ترغیب و ترہیب امام منذری و جوامع امام جلیل سیوطی و حصن حصین امام جزری وغیرہا کتب حدیث مطالعہ کرنے منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم سب منتر ہیں جنہیں طاعت سے کچھ علاقہ نہیں[۶] اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وہ عالی

---

۱ جامع الرموز باب الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۲۵
۲ المقاصد الحسنہ حرف المیم حدیث ۱۰۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۳۸۴
۳ " " " " " " " ص ۳۸۵

ہمت کہ اللہ و رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لئے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دینوی تو دینوی اُخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لئے وصلِ ذات ہے جن کو فرمایا:

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا [1]۔

جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لئے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (ت)

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اُبھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کو تلاش ہے قرآن وحدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

ان اللّٰہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم واموالھم بن لھم الجنّۃ [2]۔

اللہ تعالٰی نے مومنوں سے ان کی جان ومال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے (ت)

تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے جن کو فرمایا:

فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدارا [3]۔

میں کہتا ہوں اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زوردار بارش بھیجے گا۔ (ت)

اور فرمایا:

قل ھو للذین اٰمنوا ھدی وشفاء [4]۔

فرمادیجئے یہ مومنوں کے لئے ہدایت اور شفا ہے۔ (ت)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اغزوا تغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا [5] وفی حدیث حُجّوا تستغنوا [6]۔

جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہوجاؤ گے اور حج کرو غنی ہوجاؤ گے۔

روی الاول الطبرانی فی الاوسط بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ والاٰخر عبدالرزاق عن صفوان بن سلیم مرسلا ووصلہ فی مسند الفردوس۔

---

[1] القرآن ۶۹/۲۹

[2] القرآن ۱۱۱/۹

[3] القرآن ۱۰/۷۱

[4] القرآن ۴۴/۴۱

[5] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۸۳۰۸ مکتبۃ المعارف ریاض سعودیہ ۱۴۴/۹

[6] المصنف لعبدالرزاق باب فضل الحج رر المکتب الاسلامی بیروت ۵/۱۱

پہلی کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا اور دوسری کو عبدالرزاق نے صفوان بن سلیم سے مرسلاً روایت کیا، اور مسند الفردوس میں یہ متصلاً مروی ہے۔ (ت)

چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈر نہ دلائیں قرآن حدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

ومن یعش عن ذکر الرحمٰن نقیض له شیطٰنا فهو له قرین وانهم لیصدونهم عن السبیل ویحسبون انهم مهتدون○ حتی اذاجاء نا قال یٰلیت بینی وبینك بعد المشرقین فبئس القرین ولن ینفعکم الیوم اذظلمتم انکم فی العذاب مشترکون[1]۔

جسے رتوند آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان متعین کردیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشک وہ شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئیگا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھم (مشرق ومغرب) کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی بُرا ساتھی ہے، اور ہرگز تمہارا اس (حسرت) سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ (دنیا میں) تم نے ظلم کیا تو سب عذاب میں شریک ہو (ت)

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من لم یدع اللّٰه غضب علیه[2] رواه ابن ابی شیبة فی المصنف عن ابی هریرة وبلفظ من لم یسأل اللّٰه یغضب علیه[3] احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجة والبزار وابن حبان والحاکم وصححاه وللعسکری عنه رضی اللّٰه تعالٰی عنه فی المواعظ بسند حسن عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قال قال اللّٰه تعالٰی من لایدعونی اغضب علیه[4] اللّٰهم صل وسلم وبارك علیه وعلی اله وصحبه وابنه وحزبه ابدا امین۔

وہ شخص جو اللہ تعالٰی سے دعا نہیں مانگتا اس پر اللہ تعالٰی ناراض ہوتا ہے، اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں: وہ شخص جو اللہ تعالٰی سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالٰی اس پر ناراض ہوتا ہے اسے احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم سب نے روایت کیا ہے اور آخری دو نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور عسکری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی "المواعظ" میں سند حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص مجھ سے دُعا نہیں کرتا میں اس پر ناراض ہوتا

---

[1] القرآن ۴۳/۳۶ تا ۳۹

[2] مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵۷۷) فی فضل الدعاء حدیث ۹۲۱۶ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/۲۰۰

[3] جامع الترمذی باب ماجاء فی فضل الدعاء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۷۳

[4] کنزالعمال بحوالہ العسکری الباب الثامن فی الدعاء الخ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۲/۶۲

ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ رحمتِ کاملہ اور سلامتی بھیجے آپ پر، آپ کی آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ سب پر، آمین (ت)

صاحبِ منہیہ اللہ عزّ وجل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صرف قسم اوّل میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث وقرآن کے تمام اذکار جنت ونار ترغیب وترہیب کو لغو وفضول بلکہ اغوا واضلال بناتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دُور کرکے متر جنت میں لاڈالا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

(۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا اور رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باعتقاد طاعت کرتے ہیں[2] الحمد للہ مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل وفہم وفضل وعلم میں بدر جہازائد ہیں[3] وہ اپنے رب عزّ وجل کے ذکر ودعا اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر ومحبت وتعظیم وتوسل کو طاعت نہ جانیں تو کیا آپ کی طرح ذکر وتعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہر حیلہ ممکنہ باطل کرنے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہینوں کو عبادت مانیں[4]۔ وہ رمد چشم کا عمل ہی سہی، فرض کیجئے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیاف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورۂ فاتحہ وآیۃ الکرسی واسمِ الٰہی نور وصلاۃ نور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر ہیں کہ ایک فعل مباح کررہے ہیں، طاعت نہ یہ وہ، مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالینوس وابن سینا پر بھروسا اور کہاں کلام اللہ نور ہدیٰ وشفاء واسمائے الٰہیہ سے توسل والتجاء، ضرور اطاعت اور اس کے حسنِ ایمان کی علامت ہے[5] ولکن النجدیۃ لایعلمون (لیکن نجدی نہیں سمجھتے۔ت) بات یہ ہے کہ وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اُخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدے سے بھی حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اُن وعیدوں سے بچنا یا اُن منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض ونیت سے ذکرِ خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موجوع وعکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اُس کی مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں عابد جنت ہے[6]، تورات مقدس سے منقول اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے، کیا اگر میں جنت ونار نہ بناتا مستحقِ عبادت نہ ہوتا، بلکہ خوارہ روحانی دینوی خواہ اُخروی کا ملنا مقصود بالغرض ہو، جیسے حج مین تجارت، جہاد میں غنیمت، روزے میں صحت، نماز میں کسرت، بحمد للہ تعالیٰ مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی اُن کا مقصود ہوا کہ اپنے رب جل وعلا اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامِ اقدس پر براہِ محبت وتعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت ومرادِ شریعت ہے اس کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں یہ جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دُکھیں گی اندھے نہ ہوں گے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر خائب وخاسر، احمق وغادر وہ کہ ایسے وعدوں پر پھُول کر اصل مقصود خدا اور رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر وتعظیم ومحبت کو نرا منتر بتائے نسوا اللّٰہ فانسٰھم انفسھم[2] (جو بھول گئے اللہ تعالیٰ کو، تو اس نے انہیں بلا میں ڈالا

---

[1] القرآن ۲۶/۲۲۷

[2] القرآن ۵۹/۱۹

کہ اپنی جائیں یادنہ رہیں۔ت)

(۲۸) غنیمت ہے کہ رمد کا منتر مان کر منتر کے نام تھے وہ محض عدم روایات یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تو اُترا اور یہ عمل مباح ٹھہرا اور نہ عدمِ ورود پر بدعت و بے اصل ہونے کے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں اُن کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہوسکتا اگرچہ اعتقادِ طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اوپر گزرا کہ اسی فعل کو اذان میں ہوخواہ اقامت میں محض مباح جاننا شریعتِ گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اُس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام میں ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر تمہیں بدعتی بدمذہب ہوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المرادق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی ع

ماعلی مثله بعد الخطاء

(بعد از خطا اس کی مثل پر کیالازم آئے)

مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بمعنی شامل فرض جس طرح امکان عام شامل وجوب ہے قطعاً وجوب ہے قطعاً یہاں مراد نہیں ورنہ فرض کو بھی طاعت سمجھنا گمراہی و بدعت ہو، لاجرم مباح بمعنی مساوی الطرفین نظیر امکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل نہ محمود نہ مذموم، آپ نے اُسے رمد چشم کا منتر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں اُسی صفحہ ۲۸ پر بولتے ہیں:

''جس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہوخواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اُن قرون میں ہوا یا نہ ہوا وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا وہ سب بدعت ضلالت ہے''[1]۔

ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اُس کے جواز کی دلیل قرونِ ثلثہ میں ہوگی یا نہیں، تیسری شق ناممکن ہے کہ یہ حصر عقلی دائر بین النفی والاثبات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلیہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ اب وہ کون سا رہا کہ دونوں سے خارج ہو کر نرا مباح ہو بلکہ نہ ایک مباح کہ مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ و مستحب یہ سب احکامِ شرعیہ یکسر اُڑ گئے ﴿۱﴾ یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازہ جوہر جس پر صفحہ ۲۹ میں یہ ناز ہیں کہ اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضرور ہے اس عاجز کو اساتذۂ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں[2]''۔ کیا نفیس جوہر ہے کہ ادھر تو شریعتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آدھے احکام اُڑ گئے اُدھر آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی جس کا بیان منیر العین افادۂ مذکور میں ہے منیر العین نے آنکھیں کھول دی تھیں پھر بھی تنبہ نہ ہوا ﴿۲﴾ اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث صحیح

---

[1] براہین قاطعہ علی ظلام انوار الساطعہ قرونِ ثلثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کا معنی مطبوعہ لے بلاساوا قع ڈھور ص ۲۸

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ص ۲۹

[3] صحیح البخاری آخر کتاب التوحید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۸

بخاری شریف میں فرما چکے ہیں ثم لایعودون فیہ[۳] (پھر وہ لوٹ کر دین میں نہیں آئیں گے۔ت)

(۳۰) مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہوجانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل و ترک شرعاً دونوں مساوی اُسے فی نفسہ مامور بہ و مطلوب شرع اعتقاد کرنا اُسے بدعت کردیتا ہے تو منہیہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فعل مساوی الطرفین ہے اور عام عوام فی نفسہ اس کو مامور بہ یا مطلوب من جہۃ الشرع اعتقاد کرتے ہیں اب یہاں وہ علم غیب کا مسئلہ جانگزائے اہل منہیہ ہوگا ﴿۱﴾ جو ہمارے سائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد کہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے بدعت کردیتا ہے تو شریعت مطہرہ پر محض افترا ﴿۲﴾ ہے بلکہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کردیتا ہے اور ہر قربت طاعت ہے تو اُس میں اعتقاد طاعت ضرور حق ﴿۳﴾ اور اُسے بدعت بتانا جہل مطلق ﴿۴﴾، اشباہ والنظائر و ردالمحتار میں ہے:

اما المباحات فتختلف صفتها باعتبار ماقصدت لاجله فاذا قصدبه التقوی علی الطاعات اوالتوصل الیها کانت عبادة[۱]

باقی مباحات کا معاملہ نیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اگر ان سے مقصود طاعات پر تقوی یا ان تک پہنچنا ہو تو پھر یہ عبادت ہے۔(ت)

غمز العیون میں ہے:

کل قربة طاعة و لاتنعکس[۲] (ہر قربت طاعت ہے اور ہر طاعت قربت نہیں ہوتی۔ت)

یہ اس ڈیڑھ سطری منہیہ پر تلك عشرة كاملة (دس مکمل دلائل ہیں۔ت) ہیں۔

بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے بے دلیل سے بدتر کوئی شے ذلیل نہیں ﴿۵﴾ دربارۂ اذان تو احادیث وارد اور اس کا استحباب کتب فقہ میں مصرح تو انکار نہیں مگر جہل مبین اور دربارۂ اقامت اگر ورود نہیں کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم ﴿۶﴾ مبین، ادنی درجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لئے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر افتراء و تہمت ہے، ردالمحتار جلد ۱ ص ۶۸۳:

لایلزم منه انیکون مکروها الابنهی خاص لان الکراهة حکم شرعی فلابدله من دلیل[۳]

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہوگا مگر کسی نہی خاص کے ساتھ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے۔(ت)

البحر الرائق جلد ۲ ص ۱۷۶:

---

[۱] الاشباہ والنظائر — القاعدۃ الاولی من الفن لاول — ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۲

[۲] شرح غمز العیون — البصائر مع الاشباہ // // // ۱/۳۲

[۳] ردالمحتار — مطلب بیان السنۃ والمستحب الخ — مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۸۳

[۴] البحر الرائق باب العیدین — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۶۳

لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراهة اذلابدلها من دلیل خاص [۱]۔
ترکِ مستحب سے کراہت کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کیلئے خاص دلیل کی ضرورت ہے (ت)
وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لئے ورود خاص مانگیں اور منع کے لئے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ جانیں اس اوندھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا ہے آخر علت وہی شریعت مطہرہ پر افترا اٹھانا۔ ردالمحتار جلد ۵ ص ۴۵۵:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات الحرمة اوالکراهة اللذین لابدلهما من دلیل بل فی القول بالاباحة التی هی الاصل [۱]۔

احتیاط نہیں کرتے اللہ تعالٰی پر افتراء میں حرمت وکراہت ثابت کرنے میں جن کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے البتہ اباحت کا قول کرنے میں احتیاط کرتے ہیں جو کہ اصل ہے (ت)

ظاہر ہے کہ نامِ اقدس سُن کر انگوٹھے چُومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً دلیلِ تعظیم ومحبت ہے اور امورِ ادب میں قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

فیحال علی المعهود حال قصد التعظیم [۲]۔
تعظیم مقصود ہونے کے وقت اسے عرف پر محمول کیا جائیگا۔ (ت)
اور تعظیم حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ۔

قال اللہ تعالٰی التؤمنوا باللہ ورسوله وتعزروه وتوقروه [۳]۔
اللہ تعالٰی کا ارشادِ مبارک ہے: تم اللہ تعالٰی اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم وتوقیر بجالاؤ۔ (ت)
اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ، زیادات امام عتابی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار جلد ۵ ص ۳۷۹ میں ہے:

ان المطلق یجری علی اطلاقه الا اذاقام دلیل التقیید نصا او دلالة فاحفظه فانه للفقیه ضروری [۴]۔
مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے مگر اس صورت میں کہ جب تقیید پر کوئی صراحۃً یا دلالۃً دلیل ہے [۲] قائم ہو اسے اچھی طرح محفوظ کرلو کیونکہ یہ فقیہ کے لئے ضروری قاعدہ ہے۔ (ت)
مگر ہے یہ کہ اشقیا ہے [۳] کے نزدیک تعظیم حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً شرک وظلم ہے شریعت نے برخلاف قیاس

---

[۱] ردالمحتار کتاب الاشربة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۶
[۲] فتح القدیر باب صفة الصلوٰة رر نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۴۹
[۳] القرآن ۴۸/۹
[۴] ردالمحتار فصل فی البیع من کتاب الحظر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۷۲

بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کردی ہے لہٰذا مورد پر مقتصر رہے گی باقی اُسی اصل حکم پر شرک وبدعت وحرام ٹھہرے گی فالہٰذا جہاں وارد ہوئی خدا کا دھرا سر پر، قہر درویش بجانِ درویش ماننی پڑی وہ بھی فقط ظاہر انہ دل سے جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غائبانہ ندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا خدا جانے شریعت کو کیا ہوگیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم اور اس پر دُور ونزدیک سے پکار نا رکھ دیا﴾[1]، خیر قہراً جبراً التحیات کے لفظ تو پڑھ لو مگر انشائے معنی کا ارادہ نہ کرنا وہ﴾[2] دیکھو امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں حکم لگا رہے ہیں کہ:

''صرف ہمت درنماز بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر ست از استغراق در خیال گاؤ وخر خود، الی آخر الکلمۃ الملعونۃ لعن اللہ قائلہا وقابلہا۔

''نماز میں اپنے شیخ یا بزرگوں میں سے کسی دوسرے بزرگ حتی کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ صَرف کرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہوجانے سے کئی درجے بدتر ہے'' آخر کلام ملعون تک، اللہ تعالیٰ اس کلام کے قائل اور قبول کرنے والے کو اپنی رحمت سے دُور رکھے۔ (ت)

ولہٰذا وہابیہ﴾[3] تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ سے حکایت لفظ کا ارادہ کرے قصد معنی نہ﴾[4] کرے تصریح کرتے ہیں دُور سے یارسول اللہ کہنا شرک ہے مگر بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوب شرع﴾[5]، تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیم اقدس کے لئے بجالائے خواہ وہ بعینہٖ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز ومندوب ومستحب ومرغوب ومطلوب وپسندیدہ وخوب ہے جب تک اُس خاص سے نہی نہ آئی ہو جب تک اُس خاص میں کوئی حرجِ شرعی نہ ہو﴾[6]، وہ سب اس اطلاق ارشادِ الٰہی وتعزروہ وتوقروہ میں داخل اور امتثال حکم الٰہی کا فضل جلیل اسے شامل ہے ولہٰذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب وتعظیم حبیب رب العالمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے، فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق ومنسک متوسط وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

کل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا[2]۔

جس قدر بھی ادب وعزت میں کامل ہو اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی 'جوہر منظم' میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس فیہا مشارکۃ اللہ تعالٰی فی الالوھیۃ

---

[1] صراط المستقیم ہدایت نامہ درذکر تخلات مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۸۶

[2] المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط مع ارشاد الساری، باب زیارۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ص ۳۳۶

[3] الجوہر المنظم الفصل الاول مطبوعہ ادارۃ المرکزیۃ واشاعۃ القرآن گلبرگ لاہور ص ۱۲

ہو مستحسن عندمن نور اللہ ابصارھم[1]۔
وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام وصورتوں کو امر مستحسن تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہرگز باری تعالیٰ کے ساتھ شرکت کا کوئی پہلو نہیں۔ (ت)
تو مسلمان اگر وقت اقامت بھی تقبیل کرے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں، اور اسے شرعاً ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہ شرع پر افترا کرتا ہے[1] یا نام واکرام سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے جلتا ہے[2]۔ اسی طرح نماز واستماع قرآن مجید واستماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظرِ تعظیم ومحبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے[3] بہرحال محبوب ومحمود ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

صفحہ نمبر ۲

﴿۱﴾ دونوں انگوٹھے یا دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں

﴿۲﴾ اس لئے کہ شریعت کا اصول یہ ہے کہ "الاصل فی الاشیاء الاباحه حتیٰ یدل دلیل علی عدم الاباحة" اشیاء میں اصل اباحت ہے یہاں تک کہ عدم اباحت پر کوئی دلیل دلالت کرے یعنی تمام اشیاء اور اعمال فی الحقیقت مباح ہیں مگر جب کسی عمل یا شیئے کے بارے میں حرمت، کراہت یا عدم اباحت کی دلیل قائم ہو جائے تو پھر ایسا عمل کرنا اور اسی شیئے کا استعمال ممنوع ہوتا ہے اس اصول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عدم اباحت اور ممنوع ثابت کرنے کے لئے تو دلیل کی ضرورت ہے مگر اباحت کے ثبوت کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس قاعدہ کی اصل اور بنیاد یہ ارشاد خداوندی ہے۔

هو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا ترجمہ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے (سورۃ البقرہ آیت ۲۹)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسان کے لئے زمین میں موجود تمام اشیاء سے انتفاع حاصل کرنا مباح ہے سوائے ان اشیاء کے جنہیں شریعت نے ہی منع کر دیا ہو اسی قاعدہ کی تائید مہلب کے اس قول سے ہوتی ہے اِنَّ الْاَشْیَاءُ مُبَاحَةٌ حتّٰی یَقُوْمَ الدَّلِیْلُ عَلَی الحظر (عمدۃ القاری جلد ۱۱، صفحہ ۱۷۱)

ترجمہ: بے شک تمام اشیاء مباح ہیں یہاں تک کہ نفی پر دلیل قائمہ ہو جائے اس کی مزید تائید اس اصول سے بھی ہوتی ہے۔

ان الاثبات اولی من النفی بان المثبت اولیٰ واقوم من النافی قال بعضهم وهو وفاق اهل العلم (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، جلد ۱۳، صفحہ ۱۹۸)

ترجمہ: بے شک کسی شے کو ثابت کرنا نفی کی نسبت اولیٰ ہے کیوں کہ ثابت کرنے والا نفی کرنے والے کی نسبت اولیٰ اور مقدم ہے بعض محققین نے کہا کہ اسی اصول پر اہل علم کا اتفاق ہے۔

حضرت علامہ کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اَلْمُثْبِتُ اولیٰ من الناس لِان المُثبِتَ مِعْتَمَدٌ عَلَیَ الحقیقَةِ فِی خَبرِه فیکُون اقرب الی الصِّدْقِ مِن النافی الذی بینی الامرَ عَلیٰ الظاهر (عمدۃ القاری ج ۱۳، صفحہ ۱۹۸)

ترجمہ: ثابت کرنے والا نفی کرنے والے سے اولیٰ ہوتا ہے کیوں کہ ثابت کرنے والا اپنی خبر میں حقیقت پر اعتماد رکھتا ہے اور یہ صدق کے زیادہ قریب ہوتا ہے ایسے نافی کی نسبت جو امر کی بنیاد ظاہر پر رکھتا ہے۔

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں

ان الاصل فی الاشیاء الاباحة کقوله تعالیٰ ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعا (مرقاۃ شرح مشکاۃ ج۱، صفحہ ۲۶۴)

بے شک اشیاء میں اصل اباحت ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان عالیشان ہے وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

کہ اصل دراشیاء اباحت است کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے (اشعۃ اللمعات جلد۳، صفحہ ۴۷۹)

حضرت علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں

ان الاصل فی الاشیاءِ لاباحه و الحظر طار علیها — تحقیق اشیاء میں اصل حکم اباحت ہے اور پھر نفی (بعد میں) طاری ہوئی ہے (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد۸، صفحہ ۱۱۸)

مذکورہ بالاحوالہ جات سے پتہ چلا کہ اعلیٰ حضرت یہ بات کرنے میں منفرد نہیں بلکہ یہ وہ بات ہے جو تقریباً تمام ہی فقہاء اکرام فرماتے ہیں۔

۳ یعنی انگوٹھے چومنے کے لئے تو اصل یہ ہے کہ یہ عمل محتاج دلیل ہی نہیں لیکن انگوٹھے چومنے پر تو حدیث اور فقہ اور علمائے اکرام کے ارشادات اور بہت پہلے کے نیک لوگوں کے عمل سب ہی کچھ اس باب میں موجود ہے۔

۴ یعنی اتنی ساری کتب فقہ میں اس فعل کو مستحب و مستحسن کہا گیا۔

۵ انگوٹھے چومنے سے منع کرنے والے۔

۶ احادیث مبارکہ کی صحت پر کلام کرنا تصحیح اور ضعیف احادیث کے ضعف پر کلام کرنا تضعیف اور حدیث کے راوی پر جراح کرنا تجریح اور ان کے راویوں کے وثوق کو ثابت کرنا توثیق کہلاتا ہے۔

۷ یہاں پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اصول حدیث کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرلیں کیوں کہ یہاں نام نہاد علماء و شیخ الحدیث یعنی گمراہوں کا ٹولہ عوام کو گمراہ کرنے کیلئے انتہائی درجہ کی کذب بیانی سے کام لیتا ہے وہ عوام کو بتاتا ہے کہ ''دیکھو مولانا علی قاری فرماتے ہیں کہ جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں وہ صحیح نہیں پھر بھی بریلوی اسی پر عمل کرتے ہیں۔''

میرے میٹھے میٹھے اسلامی بھائیوں جو بھی اصول حدیث کے بارے میں کچھ معلومات رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ یہاں صحیح نہیں سے مراد یہ نہیں ہے کہ غلط ہے بلکہ صحیح اصول حدیث کی ایک اصطلاح ہے جسکو آپ اردو میں ''بہترین'' کہہ سکتے ہیں اگر ایک حدیث مبارکہ بہترین کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز نہ بھی ہو تو بھی وہ حدیث بہتر اور اچھی کے مرتبہ کو تو پہنچ سکتی ہے۔

لیکن گمراہوں کا ٹولہ عوام کو یہ دھوکہ دیتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث Right نہیں Wrong ہے جب کہ جب حدیث کی سند کے بارے میں جب بات کی جاتی ہے تو اس کے صحیح کا تعلق اصطلاحات حدیث سے ہے نہ کہ Right اور Wrong سے۔

صفحہ نمبر ۳

۱ یعنی جو بھی حدیث مبارکہ کی خدمت انجام دیتا ہوگا وہ یقیناً جانتا ہوگا کہ اصطلاح محدثین کے اعتبار سے کسی حدیث کی صحت کا انکار اسی حدیث کے حسن نہ ہونے کو بھی لازم نہیں کرتی۔

۲ یعنی یہ کہنے سے یہ حدیث صحیح نہیں یہ بھی لازم نہیں آتا کہ وہ حدیث حسن بھی نہ ہو تو پھر حدیث مبارکہ سے اچھی باتیں لینے اور حدیث مبارکہ سے دلیل پکڑنے کی نفی کہاں سے آ گئی اور حد تو یہ کہ منکرین اس پر دعویٰ حدیث گھڑنے کا کردیں تو اس سے بڑی جہالت اور دھوکہ دہی کیا ہوگی۔

۳ یعنی اصطلاح محدثین میں جسے ان احادیث پر صحیح حدیث کا حکم لگانا صحیح اسی طرح ان احادیث کو گھڑی ہوئی یا جھوٹی روایات کہنا بھی اہل حق کو قبول نہیں۔

۴ کثرت طریق سے حدیث کی اسناد کو تقویت ملنا اور حدیث کا حکم بدل جانا علماء کے نزدیک مشہور و معروف ہے کیوں کہ حدیث حسن لغیرہ کی تعریف ہی یہ ہے جیسا کہ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں

وهو الذى يكون حسنه بسبب الاعتضاد و نحو حديث المستور اذا تعددت طرقه حدیث حسن لغیرہ وہ حدیث ہے جس کا حسن تقویت کی وجہ سے ہو مثلاً مستور الحال کی حدیث جب اس کی متعدد اسانید ہوں

تدریب الراوی جلد ۱، صفحہ ۱۶۰۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی

یعنی حسن لغیرہ دراصل وہ حدیث ضعیف ہے جو متعدد اسانید سے مروی ہو۔

۵ علماء اور صلحاء کے عمل کی وجہ سے بھی حدیث کے قوی ہونے کا حکم دیا جاتا ہے جیسا کہ امام حاکم نیشاپوری "المستدرک" میں صلوٰۃ التسبیح کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وعمايستدل به على محمد هوا الحديث استعمال الائمه من اتباع التابعين الى عصر نا هذا اياه و مواظيتهم عليه و تعليمهن الناس منهم عبدالله بن المبارك رحمته الله عليه (السمتدرك، ج ۱، جس چیز سے اس حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اتباع تابعین سے لے کر ہمارے اس دور تک تمام ائمہ اس پر دوام کے ساتھ عمل کرتے رہے ہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں ان ائمہ میں سے عبداللہ بن مبارک بھی ہیں۔

صفحہ ۳۱۹

مولوی عبدالحیٔ لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ء نے لکھا ہے کہ امام بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے اور بعد کے تمام علماء اس کو ایک دوسرے سے نقل کرکے پڑھتے رہے اور اس عمل میں اس حدیث مرفوع کی تقویت ہے (الاثار المرفوعہ، ص ۲۳)

۶ اہل علم کے متفق ہونے سے حدیث ضعیف کو تقویت۔ جس حدیث پر علماء متفق ہوں اور وہ جس بات پر دلالت کرتی ہو اس پر بھی اتفاق ہو تو اسی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

من حملة صفات القبول التی لم یتعرض لها شیخنان ان یتفق العلماء علی العمل بمدلول حدیث، فانه یقبل حتی یحب العمل به وقد صرح بذلك جماعة من المته الاصول ومن امثلته قول الشافعی رضی الله عنه وماقلت من انه اذا غیر طعمه الماء وریحه ولونه یروی عن النبی صلی الله علیه وسلم من وجه لایثبت اهل الحدیث مثله ولکنه قول العامته لااعلم بینهم فیه خلافاً وقال فی حدیث لاوصیته لوارث لایثبته اهل العلم بالحدیث ولکن العامته القته بالقبول وعملوا به حتی جعلوه ناسخاً لاٰیة الوصیة للوارث۔

من جملہ ان صفات کے جن کی وجہ سے حدیث قبول کی جاتی ہے یہ صفت ہے جس کو ہمارے شیخ نے ذکر نہیں کیا، اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث کے مدلول پر علماء متفق ہوں وہ حدیث مقبول ہوتی ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے، ائمہ اصول کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، اور اس کی مثالوں میں سے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی یہ عبارت ہے: اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب پانی کا ذائقہ، بو اور اس کا رنگ تبدیل ہوجائے...... اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ایسی سند کے ساتھ مروی ہے جو محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء کا یہی قول ہے اور میرے علم کے مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اور ایک حدیث ہے "وارث کے لئے وصیت نہیں ہے" اس کے متعلق امام شافعی نے کہا اہل علم کے نزدیک یہ حدیث ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء نے اس حدیث کو قبول کیا ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ جس آیت میں وارث کے لئے وصیت کا ذکر ہے اس حدیث کو اس آیت کے لئے ناسخ قرار دیا ہے۔

۷ حدیث ضعیف فضائل اعمال اور مناقب کے باب میں معتبر ہے چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں۔

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغیرهم یجوزیستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعاً واما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر

ذالک فلا یعمل فیها الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شئ کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراهة بعض البیوع او الا نکحة فان المستحب ان یتنزه عنه ولا کن لا یجب (کتب الاذکار)

ترجمہ: آئمہ محدثین، فقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال ترغیب اور ترھیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جبکہ وہ موضوع نہ ہو لیکن حلال وحرام کے احکام مثلاً بیع، نکاح، طلاق اور دیگر میں حدیث صحیح یا حسن کے سوا کسی پر عمل درست نہیں سوائے یہ کہ اس میں احتیاط ہو جیسے بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف وارد ہو تو مستحب ہے کہ ان سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

علامہ نووی رحمتہ اللہ کی اس عبارت سے ظاہر ہوگیا کہ فضائل واعمال ومناقب میں ضعیف حدیث عندالمحدثین قابل قبول ہے علامہ نووی رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر محدثین بھی ضعیف حدیث کے متعلق یہی حکم فرماتے ہیں۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) موضوعات کبیر، علامہ علی قاری، ۱۰۱۴ھ صفحہ ۶۳۔

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، ملاعلی قاری ۱۰۱۴ھ صفحہ ۸۳ جلد دوم۔

(۳) قوت القلوب، امام ابوطالب محمد بن علی المکی، ۳۸۳ھ صفحہ ۳۶۲، جلد اول

(۴) مقدمہ ابن صلاح، امام ابی عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن ۶۴۳ھ صفحہ ۴۹۔

(۵) تدریب الراوی، امام جلال الدین سیوطی شافعی، ۹۷ھ صفحہ ۲۹۸، جلد اول۔

(۶) کتاب الاذکار، محدث زکریا بن محمد احمد شافعی، ۹۲۶ھ

۸﴾ جیسا کہ آگے بیان کیا بالفرض جائے گا۔

۹﴾ یعنی ایسے موقع پر بالغرض اسی فعل کی کوئی اصل یا نقل نہ پائی جائے تو صرف بزرگ اپنے تجربہ سے کوئی بات بیان فرمائیں تو ان کی اپنے تجربہ سے بات بیان کرنا ہی دلیل بن جاتا ہے جیسا کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۵، صفحہ ۸۸ ردالمحتار کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں ''جن مزاجوں (یعنی طبیعتوں) پر صفرا غالب ہوتا ہے شہد انہیں نقصان کرتا ہے بلکہ بار ہا بیمار کر دیتا ہے! بانکہ (یعنی باوجود اس کے کہ) وہ (یعنی شہد) بنص قرآنی شفا ہے (ردالمحتار ج ۱۰، صفحہ ۵۰)

مفسر شہیر حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کا خلاصہ ہے ''طب میں شہد کو دست آور (یعنی دست لانے والا) مانا گیا ہے لہٰذا دستوں میں شہد استعمال نہ کیا جائے۔ (مراۃ جلد ۶۔ صفحہ ۲۱۸)

۱۰﴾ نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف معنی یہ کہ اگر یہ عمل کسی سنت ثابتہ کے خلاف ہوتا یعنی سنت کو مٹانے والا ہوتا تو پھر تو اس کو

بدعت کہہ کر روکنا ہی مناسب ہوتا لیکن جب یہ عمل کسی سنت ثابتہ کے خلاف نہیں تو اب اس کو بدعت کہنا خود بدعت ہے کیوں کہ اسلاف میں سے کسی نے بھی ایسی کوئی بھی بات نہ کی جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں نقل فرماتے ہیں کہ (ہر بدعت گمراہی ہے) سے مراد صرف وہی بدعت ہے جو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہو

(اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۲۸)

۱۱ یعنی جب محدثین اکرام اور فقہاء عظام کے اقوال کے مطابق اس میں مسلمانوں کا نفع ہے تو اب اس نفع سے روکنا باطل ہوا۔

۱۲ یعنی ایسا نہیں کہ غیر مرفوع حدیث غیر صحیح ہو۔

۱۳ یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی فعل کا ثابت ہونا ایسا ہے جیسا کہ وہ فعل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔

صفحہ نمبر ۴

۱ یعنی یہ حدیث صحیح نہیں یعنی انتہائی بلند مرتبہ کی نہیں۔

۲ ایسی اسناد جن میں جہالت بھی پائی جائے اور ان کا سلسلہ بھی منقطع ہو

صفحہ نمبر ۵

۱ یعنی سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کا پیٹ آپس میں اس طرح ملائے کہ بوسہ دینے پر شہادت کی انگلی کے پیٹ اور انگوٹھے کے ناخن پر ایک ساتھ بوسہ ہو یہی معاملہ الٹے ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے ساتھ کرے۔

صفحہ نمبر ۷

۱ حقیقت جاننے کا طالب ۲ غور وفکر کرنے والا ۳ کلام کے شروع میں

۴ دراصل گمراہ یہاں پر اصول حدیث کی رائج Terminology اصطلاحات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عوام کو گمراہ کرنے کے لئے یہ حدیث صحیح نہیں کے معنی عوام کو یہ بتاتے ہیں کہ یہ حدیث غلط ہے جبکہ یہ گمراہی ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ حدیث صحیح کے معنی Best کئے جاسکتے ہیں تو کیا یہ ضروری ہے کہ کوئی حدیث Best نہ ہو تو وہ ضرور Wrong ہو یقیناً ہر ذی علم جانتا ہے کہ Best کے بعد better اور اسی کے بعد Good اور اس کے بعد Right اور اس کے Wrong کا درجہ آتا ہے۔

افسوس صد افسوس گمراہوں کے ٹولے کے سرخیل نام نہاد علماء مفتی شیخ الحدیث، شیخ التفسیر عوام کو کس قدر گمراہ کر رہے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ''یہ حدیث صحیح نہیں'' کے معنی یہ نہیں کہ یہ حدیث غلط ہے لیکن عوام کو گمراہ کرنے کے لئے حق کو چھپا کر علماء بنی اسرائیل کی حرکتیں کر رہے ہیں

۵ حدیث صحیح کی شرائط علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نخبۃ الفکر میں حدیث صحیح کی شرائط یوں بیان فرماتے ہیں

وَخَبَرُ الْآحَادِ: بِنَقْلِ عَدْلٍ، تامّ الضَّبْطِ، مُتَّصِلِ السَّنَدِ، غَيْرِ مُعَلَّلٍ وَلَاشَاذٍ، هُوَ الصَّحِيحُ لِذَاتِهِ

ترجمہ: اور خبر احاد جو کہ ایک عادل، تام الضبط راوی سے مروی ہو متصل السند ہو۔ نہ معلل ہو اور نہ اس میں شذوذ پایا جائے تو وہ (حدیث) صحیح لذاتہ ہے۔

تشریح: حدیث صحیح وہ حدیث ہے جس کی سند میں اتصال ہو اس کے راوی عادل اور تام الضبط ہوں اور وہ حدیث غیر شاذ و غیر معلل ہو۔

(۱) سند متصل: یعنی سند کے شروع سے آخر تک کوئی راوی ساقط نہ ہو۔

(۲) عدالت رواۃ: یعنی سند حدیث میں موجود ہر ہر راوی عادل ہو یعنی غیر فاسق صالح، متقی اور بامروت ہو۔

(۳) ضبط رواۃ: یعنی سند کا ہر راوی کامل الضبط ہو۔

مکمل محفوظ کرنے کی صلاحیت کو ضبط کہتے ہیں۔

ضبط کی دو قسمیں ہیں: (۱) ضبط صدر، (۲) ضبط کتاب

(۱) ضبط صدر: اتنی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا کہ بغیر کسی جھجک کے بیان کر سکے اور اسے بیان کرنے میں کوئی مشکل نہ ہو۔

(۲) ضبط کتاب: اتنی اچھی طرح لکھ رکھنا اور لکھے ہوئے کی تصحیح کر لینا کہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

(۴) غیر معلل: یعنی اس حدیث میں کوئی علت خفیہ قادحہ نہ ہو جس کی وجہ سے حدیث کی صحت پر اثر پڑے جیسے مرسل کو متصل بیان کر دینا۔

(۵) غیر شاذ: یعنی اس کی روایت شاذ نہ ہو اور شاذ یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے یا ثقہ کی حدیث میں اوثق کی حدیث سے کوئی لفظ زیادہ ہو۔

۶ حدیث کو صحیح کے اعلیٰ مقام تک پہنچنے کے لئے اور مشکل تحقیق کی راہ سے گزرنا پڑتا ہے۔

۷ ان سب سے مراد صحیح کی شرائط ہیں۔

۸ یعنی ان مشکلات کو اٹھ جانا کم ہی ہوتا ہے۔

۹ یعنی صحیح ثابت ہونے میں سخت دقتیں ہیں اسی لئے جب بھی کسی میں کم دیکھتے ہیں تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں یعنی یہ حدیث اس بلند مقام پر نہ پہنچی۔

۱۰ یعنی حدیث صحیح کے بعد دوسرا درجہ حدیث حسن کا ہے۔

۱۱ یعنی یہ انتہائی بلند مرتبہ سے کچھ کم مرتبہ والی حدیث ہوتی ہے۔

۱۲﴾ علامہ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں کہ ''علامہ نووی نے فرمایا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے فوائد امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب کے فوائد سے زیادہ ہیں اور اس کے معارف دقیق ہیں جن راویوں سے روایت کرنے میں امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ منفرد ہیں ان کی تعداد چار سو پینتیس ۴۳۵ ہے اور ان میں سے جن کو ضعیف کہا گیا ان کی تعداد اسی ۸۰ ہے اور جن سے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں ان کی تعداد ۶۲۰ چھ سو بیس ہے ان میں سے ایک سو ساٹھ راویوں کو ضعیف کہا گیا (فتح المغیث از امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی، جلد اول صفحہ ۳۳)

جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ضعیف احادیث موجود ہیں تو پھر حدیث حسن وغیرہ بھی موجود ہیں۔

۱۳﴾ یعنی حدیث حسن بھی حجت ہے اور احکام حلال وحرام بطور دلیل پیش کی جاتی ہے اور علماء اسی کو بطور دلیل قبول بھی کرتے ہیں بلکہ ضدی اور ہٹ دھرم علماء غیر مقلدین بخاری اور مسلم کو باوجود ضعیف راویوں کی موجودگی کے وہ درجہ دیتے ہیں کہ ان کا نام سن کر ہی اپنی آنکھیں اور عقل سب بند کر لیتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۸

۱﴾ یہاں پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عظیم المرتبت رضی اللہ عنہ اپنی اس بات پر کہ ''صحت کی نفی حدیث مبارکہ کے حجت ہونے کی نفی نہیں کرتا'' پر علماء متقدمین کے اقوال نقل فرما رہے ہیں اب آپ علماء کے اقوال پڑھتے جائیں اور اعلیٰ حضرت کی علماء متقدمین کی کتب پر گہری نظر پر عش عش کرتے جائیں۔

۲﴾ یعنی مقصد کا حاصل ہونا صرف اور صرف صحیح پر موقوف ہوا ایسا نہیں بلکہ حدیث حسن سے بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

۳﴾ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ''یہ حدیث صحیح نہیں'' یعنی یہ حدیث صحیح لذاتہ نہیں تو اب ضروری نہیں کہ وہ حدیث صحیح لغیرہ بھی نہ ہو جب کہ حجت تو حدیث حسن لغیرہ بھی ہوتی ہے تو اس کو یوں سمجھیں کہ حدیث کی چند اہم اقسام یہ ہیں

(۱) حدیث صحیح لذاتہ

(۲) حدیث صحیح لغیرہ

(۳) حدیث حسن لذاتہ

(۴) حدیث حسن لغیرہ

تو جب کسی محدث نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں یعنی صحیح لذاتہ نہیں تو اب بھی حدیث صحیح لغیرہ حدیث حسن لذاتہ اور حدیث حسن لغیرہ یہ تینوں احکام یعنی حلال وحرام میں حجت ہیں۔

صفحہ نمبر ۹

۱﴾ یعنی صحیح اور ضعیف کے درمیان حدیث حسن لذاتہ اور لغیرہ کا بھی درجہ آتا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۰

۱ محدثین کی اصطلاح میں صحت کی نفی کرنا غریب ہونے کا حکم نہیں رکھتا۔

۲ یعنی صحاح ستہ کا مطلب یہ نہیں کہ ان کی تمام احادیث صحیح ہیں ان میں ضعیف بلکہ موضوع بھی ہیں ان کو صحاح اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں بہ نسبت دیگر کتابوں کے ضعیف احادیث کم ہیں اور ان کی اکثر احادیث صحیح ہیں۔

۳ یعنی یہ حدیث صحیح نہیں کہنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ حجت یعنی قابل عمل ہونے کیلئے یا احکام لینے کیلئے حدیث حسن ہونا بھی کافی ہے۔

۴ یعنی صحت کا انکار حدیث کے حسن ہونے کا بھی انکار نہیں نہ کہ اس حدیث کو نالائق اعتبار اور نالائق عمل قرار دے دیا جائے اور اس سے بھی بڑھ کر ظلم یہ کہ اس کو باطل اور موضوع قرار دے دیا جائے۔

۵ جب کسی جاہل کا بھی ذہن اس طرف نہیں جاسکتا تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ شور وغل یا ناحق کی بکواس آخر کیوں؟ حق واضح ہونے کے بعد بھی آخر حق سے منہ کیوں پھیرا جا رہا ہے؟ عوام کو گمراہ کیوں کیا جا رہا ہے؟
اس کا جواب حاصل کرنے کیلئے کتاب ''مکمل تاریخ وہابیہ'' مرتب علامہ محمد رمضان قادری کا مطالعہ کیجئے۔

نوٹ: ''کسی جاہل کا بھی ذہن اس طرف نہیں جاسکتا'' یہ محاورہ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بہت کم علم بھی اس طرح نہیں سوچ سکتا نہ کہ یہاں بالکل جاہل مراد ہے۔

۶ یعنی صحیح اور موضوع دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔
صحیح حدیث سب سے مستند اور اعلیٰ ترین حدیث ہے اور موضوع گھڑی ہوئی بدترین اور ان دونوں کے درمیان احادیث کی بہت سی اقسام ہیں۔

۷ حدیث کے مراتب اعلیٰ سے ادنیٰ درجہ کی طرف
سب سے اعلیٰ صحیح پھر صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ پھر حسن لغیرہ پھر ضعیف

۸ یعنی ضعیف میں بھی وہ ضعیف حدیث جو معتبر ہو۔ جیسے اختلاط راوی کی حدیث جو حدیث مختلط کہلاتی ہے اور تدلیس والی حدیث، حدیث مدلس کہلاتی ہے اور راوی میں حافظہ کی خرابی کی وجہ سے جو حدیث ضعیف قرار دی گئی ہو۔

۹ اگر سند حدیث میں راوی کو فرد نسبی مانا جا رہا تھا پھر تلاش سے یہ معلوم ہو کہ جس راوی کو متفرد سمجھا جا رہا تھا وہ راوی متفرد نہیں اس کی متابعت ایک اور راوی بھی کر رہا ہے تو وہ حدیث غرابت سے نکل جاتی ہے تو اس متفرد سمجھے جانے والے راوی کو متابع کہتے ہیں۔
اور شاہد وہ حدیث ہے جو فرد نسبی کے متن کے ساتھ موافقت کر کے موافقت لفظی اور معنوی دونوں طرح کی ہو سکتی ہے

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف معنوی موافقت ہو۔

۱۰ یعنی ضعیف حدیث کو جب متابع اور شاہد مل جائیں تو وہ حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ تک کا بھی درجہ پا لیتی ہے۔

۱۱ یعنی اگر وہ ضعیف حدیث جس کے متابع اور شاہد مل جائیں تو وہ صحیح لغیرہ ہی نہ صحیح حسن لغیرہ نہ صحیح تو کم از کم فضائل میں تو معتبر ہوگی ہی جیسا کہ اکثر محدثین اکرام فرماتے ہیں۔

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف کو بغیر بیان کے ذکر کرنا جائز ہے جب کہ اس سے احکام اور عقائد کو ثابت نہ کیا جائے بلکہ مواعظ اور قصص میں ترغیب اور ترہیب کے لئے اور فضائل اعمال وغیرہ میں اس کا بیان کرنا جائز ہے اور حلال اور حرام سے متعلق احکام شرعیہ میں، اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور دیگر عقائد کے اثبات میں حدیث ضعیف کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے، امام عبدالرحمٰن بن مہدی، امام احمد بن حنبل اور امام عبداللہ بن المبارک نے اس کی تصریح کی ہے۔ (التبصرہ والتذکرہ جلد۲ صفحہ۲۹۱)

علامہ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ احتیاط کے مواضع میں بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، مثلاً بیع یا نکاح سے متعلق کسی معاملہ میں حدیث ضعیف، السند سے کراہت ثابت ہو تو اس سے بچنا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے، اور قاضی ابو بکر ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا مطلقاً ممنوع ہے، لیکن علامہ نووی نے اپنی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ محدثین کا اجماع ہے کہ فضائل وغیرہ میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔ (فتح المغیث، جلد۱ صفحہ۳۳۲، ۳۳۳)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

موضوع کے ماسوا احادیث کو ترغیب، ترہیب، قصص، مواعظ اور ایسے دیگر امور میں بیان کرنا جائز ہے، البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام میں ان کو بیان کرنا جائز نہیں ہے، ابن مہدی اور امام احمد بن حنبل نے حدیث ضعیف السند کی روایت کرنے کی اجازت دی ہے اور جب تک بغیر سند کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی حدیث کو منسوب کرو تو یہ نہ کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے یا اسی طرح کے دیگر الفاظ جازمہ استعمال نہ کرو کہ تمریض کے صیغہ کو استعمال کرو (مثلاً روایت) اسی طرح جس حدیث کی صحت میں شک ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

(اختصار علوم الحدیث، صفحہ ۷۶۔۷۵)

حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق: علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

بے شمار علماء سلف سے مروی ہے کہ جو احادیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو تہمت سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور ہوں اور جو احادیث ترغیب اور مواعظ سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حلال اور حرام میں اس علم کو صرف ان لوگوں سے حاصل کرو جو اس فن کے رئیس ہیں اور علم میں مشہور ہیں جو کمی اور زیادتی کی معرفت رکھتے ہیں اور اس کے ماسوا میں باقی مشائخ سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال، حرام، سنن اور احکام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سخت قید لگاتے ہیں ار جب ہم فضائل اعمال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لاگو ہوتا ہے نہ ساقط ہوتا ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل کرتے ہیں۔ ابوزکریا عنبری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا اور کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ وہ اور ترغیب یا ترہیب یا تشدید یا ترخیص ہو تو اس سے اغماض کرنا اور اس کے زاویوں کے احوال سے تساہل کرنا واجب ہے (یا جائز ہے) (الکفایہ فی علم الراویۃ، ص ۱۳۳، ۱۳۴)

حافظ ابوعمرو بن صلاح لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بغیر بیان ضعف کے روایت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام اور دیگر احکام شریعت سے متعلق نہ ہوں مثلاً مواعظ، قصص، فضائل اعمال اور ترغیب وترہیب کے دیگر فنون سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں (علوم الحدیث، صفحہ ۹۳، ۹۴)

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کے وقت تساہل کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شریعہ مثلاً حلال اور حرام سے نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔ تدریب الراوی، جلد ۱، صفحہ ۲۹۸)

صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں علامہ نووی نے اس مسئلہ پر محققانہ گفتگو کی ہے کہ حلال اور حرام ایسے احکام شریعہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، لکھتے ہیں:

بسااوقات محدثین ضعیف راویوں سے ترغیب، ترہیب، فضائل اعمال اور قصص کی احادیث اور زہد اور مکارم اخلاق وغیرہ کی احادیث روایت کرتے ہیں جن کا حلال اور دیگر احکام شریعہ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس قسم کی احادیث میں محدثین وغیرہم کے نزدیک تساہل جائز ہے اور غیر موضوع کی روایت بھی جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، کیوں کہ اس کے قواعد صحیح شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں، بہر حال جب ضعیف راوی احکام سے متعلق حدیث کی روایت میں منفرد ہوں تو ائمہ اس حدیث سے استدلال نہیں کرتے کیوں کہ یہ ایسا فعل ہے جس کو ائمہ حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین علماء میں سے کسی عالم نے نہیں کیا اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر اعتماد کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہت قبیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس راوی کا ضعف معلوم ہے تو اس کے لئے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاتا اور اگر اس کا ضعف معلوم نہیں ہے تب بھی بحث اور تفتیش یا اہل علم سے سوال کئے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔ (شرح مسلم علامہ نووی، جلد ۱، صفحہ ۲۱)

۱۲﴾ جیسا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے تفصیل بیان کی گئی۔

۱۳﴾ ناپسندیدہ۔

۱۴﴾ وضع کذاب پر تفرد ہو ایسا وضاع کذاب جس سے عمداً نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان و افتراء کرنا ثابت ہو۔ وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین، اس لئے کہ پکا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افتراء اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ہو۔ یہ علامہ ابن حجر وغیرہ علماء کا مسلک ہے۔ نخبہ ونزہہ میں ہے۔

الطعن اما ان یکون بکذب الراوی بان یروی عنه مالم یقله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم متعمدا لذالك اوتهمته بذلك الاول والموضوع والحکم علیه بالوضع انما هو بطریق الظن الغالب لا بالقطع اذقد یصدق الکذوب۔ والثانی هو المتروك۔

حدیث میں طعن کبھی راوی کے کذب کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس طرح کہ اس سے وہ بات مروی ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کہی ہو اور کبھی تہمت کذب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ پہلی قسم موضوع ہے کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم بطریق ظن ہوتا ہے نہ بروجہ یقین۔ اسلئے کہ پکا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔ دوسری قسم کو متروک کہتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۱

۱ روایت موضوع:

لغوی تعریف: موضوع وضع سے ماخوذ ہے جس کے معنی گرانے اور پھینکنے کے ہیں۔ موضوع روایت کو اس لئے موضوع کہتے ہیں کہ یہ اپنے رتبے سے گرجاتی ہے اور پستیوں میں چلی جاتی ہے۔
حافظ ابن حجر النکت میں لکھتے ہیں۔ جہاں تک لغوی معنی کا تعلق ہے تو ابوالخطاب ابن وصیہ کا کہنا ہے کہ موضوع کے معنی غلط طور پر منسوب بات ہے۔ کہا جاتا ہے فلاں شخص نے دوسرے پر وضع کیا یعنی اس کے ذمہ ایسی بات لگائی جو اس نے نہیں کہی۔ اس کے معنی پھینکنا اور گرانا بھی ہے لیکن دوسرے معنی زیادہ مناسب ہیں۔
اصطلاحی تعریف: حافظ ابن الصلاح موضوع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هو المختلق المصنوع۔ (مقدمہ ابن الصلاح النوع الحادی العشرون ص ۵۷ علوم الحدیث)
(ترجمہ) وہ گھڑی ہوئی بنائی ہوئی روایت ہے۔
ملا علی قاری شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں۔

الموضوع هو الحديث الذى فيه الطعن بكذب الراوى۔ (شرح نخبة الفكر لملا على قارى، ص ۷۳)

(ترجمہ) موضوع وہ حدیث ہے جس میں کذب راوی کی وجہ سے طعن ہو۔

۲ یعنی جب یہ گھڑی ہوئی بات ہے تو پھر یہ فضائل میں بھی معتبر نہیں بلکہ کسی بھی باب میں ایسی بات کا اعتبار نہیں۔

۳ یعنی اس کو حدیث کہنا ہی حد سے بڑھی ہوئی بات ہے۔

۴ یعنی اصطلاحی طور پر تو اس کو حدیث موضوع کہہ کر اس پر لفظ حدیث کا اطلاق کر دیا جاتا ہے لیکن اصلاً یہ حدیث نہیں بلکہ گھڑی ہوئی بات اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹا الزام ہے۔

۵ یعنی جب صحیح اور موضوع کے درمیان بہت ساری اقسام حدیث موجود ہیں تو صحت کے انکار پر اس کو گھڑی ہوئی حدیث مان لینا زمین و آسمان کو ایک کرنا ہے۔

۶ یعنی اگر صحت کی نفی کو ایک محدثین کے گروہ کے قول پر لے لیں جس میں نفی صحت صحیح اور حسن دونوں کو شامل ہے تو بھی صحیح اور حسن کے علاوہ حدیث کی بہت ساری اقسام ہیں۔

۷ یعنی عوام کو دھوکہ دینے کے لئے عام جاہل لوگوں کی طرح باتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

۸ چودھویں کے چاند کو اپنی مکاری کے ذریعہ اپنے دامن میں چھپانا چاہتے ہیں۔

﴾۹﴿ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عظیم المرتبت اتنے علماء کے اقوال نقل کرنے کے بعد ارشاد فرمارہے ہیں کہ میں نے اپنے اس دعویٰ پر روشن دلیل قائم کردی ہے کہ نفی صحت نفی حسن کو بھی لازم نہیں ہے تو پھر اگر ایسے موقع پر حدیث پر گھڑی ہوئی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا ایسا کرنا گویا محال کا خیال کرنا ہے۔

﴾۱۰﴿ یعنی بڑا فرق ہے۔

﴾۱۱﴿ یعنی موضوع تو گھڑی ہوئی بات کو کہتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۲

﴾۱﴿ بے کار اور فضول بات ہے۔

﴾۲﴿ یعنی یہ کہنے سے کہ یہ حدیث صحیح نہیں موضوع حدیث ہونا لازم نہیں آتا زیادہ سے زیادہ ایسی حدیث کو حدیث ضعیف کہا جاسکتا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۳

﴾۱﴿ یعنی مولانا علی قاری امام ابن عساکر کا قول نقل کرنے کے بعد فرمارہے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ ''یہ حدیث صحیح نہیں'' یہ بتارہا ہے کہ ''یہ حدیث موضوع نہیں''

﴾۲﴿ یعنی اگر موضوع جانتے تو کہتے یہ بات موضوع ہے یا یہ بات جھوٹی ہے یعنی اسی قسم کی کوئی بات کرتے۔

﴾۳﴿ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت ارشاد فرمارہے ہیں کہ تقبیل ابھامین (انگوٹھے چومنے) کا انکار کرنے والوں کی جہالت اب کھل کر سامنے آگئی کیوں کہ جب اتنے سارے علماء متقدمین نے ان جاہلوں کے کلام (یعنی حدیث صحیح نہ ہونے کے الفاظ پر گھڑی ہوئی حدیث ہونے کا الزام لگادیا) کو رد کردیا۔

﴾۴﴿ وہابیوں کے تمام گروہ اس جہالت میں شریک ہیں جہاں نفی صحت کو دیکھا وہیں حدیث گھڑی ہوئی ہونے کا دعویٰ کردیا وہ عوام کو گمراہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ یہ سب احادیث گھڑی ہوئی ہیں اور انگوٹھے چومنا فعل ممنوعہ ہے اور یہ کام شریعت سے ہٹ کر ہے۔

﴾۵﴿ پھر اعلیٰ حضرت علمائے امت کے اقوال کی روشنی میں منکرین تقبیل ابھامین پر طنز کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ سبحان اللہ کہاں یہ بات کہ ''یہ حدیث صحیح نہیں'' اور کہاں جاہلوں کا یہ حکم لگانا کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے۔

﴾۶﴿ فرماتے ہیں کہ جہاں بہت سے درجات ہوں وہاں اگر یہ کہا جائے کہ سب سے اعلیٰ درجہ کی نہیں تو جاہل کہہ دے کہ ثابت ہوگیا کہ سب سے گھٹیا اور سب سے کم درجہ کی ہے۔

﴾۷﴿ پھر مثال پیش کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ یہ تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے زید بادشاہ نہیں تو جاہل یہ معنی لیں کہ زید کے گھر

میں فاقہ اور محتاجی ہے۔

۸ پھر دوسری مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ جیسا کہ انگوٹھے چومنے پر کلام کرنے والوں کے متعلق کوئی کہے کہ ''یہ اولیا نہیں'' تو اس کا مطلب سمجھنے والا یہ سمجھے کہ سب کے سب کافر ہیں تو انداز جاہلانہ ہے کہ مطلب کچھ کے کچھ لے لئے جائیں۔

۹ لیکن وہابی اس جاہل قوم کا نام ہے جس کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

۱۰ اب آیئے دیکھتے ہیں کہ جہالت راوی سے حدیث پر کہاں اثر پڑتا ہے۔

۱۱ یعنی راوی کا نہ جاننا۔

۱۲ یعنی راوی کے نہ جاننے پر حدیث پر ضعیف کا حکم لگے گا نہ کہ یہ حدیث گھڑی ہوئی ہے۔

۱۳ یعنی راوی کی ذاتی یا صفاتی حالت کا غیر معلوم اور غیر معروف ہونا ہی جہالت راوی یا راوی کا مجہول ہونا کہلاتا ہے۔

۱۴ علامہ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں

''جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بہت کم روایت کی ہے جبکہ امام مسلم نے ان سے (ضعیف راویوں سے) زیادہ روایت کی ہے'' (فتح المغیث ج ۱ ص ۳۳)

۱۵ محدثین کے نزدیک مجہول العین وہ شخص ہے جس کو علماء نہ پہچانتے ہوں اور وہ خود طالب علم میں مشہور نہ ہو اور اس کی حدیث صرف ایک راوی کی جہت سے معروف ہو۔ (تدریب الراوی، ج ۱ صفحہ ۳۱۸)

صفحہ نمبر ۱۴

۱ حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

ان راوی عنه اثنان فصاعد اولم یوثق هو مجهول الحال

ترجمہ: اگر اس سے دو یا دو سے زائد راوی نام لے کر بیان کریں لیکن اس کی توثیق نہ کریں تو وہ مجہول الحال ہے۔
(شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر، صفحہ ۸۴)

۲ یعنی کبھی مجہول الحال میں مستور کو بھی شامل کر لیتے ہیں۔

۳ ایک مشہور محدث۔

۴ ان کی مشہور کتاب۔

۵ یعنی بہت سی مشہور کتابوں میں ایسے بہت سے راوی جن کے باطن کی آگاہی دشوار ہے۔

۶ اور دو قسم سے مراد مجہول کی دو اقسام۔

۷ یہ حجت ماننا اور ضعف ماننا احکام (یعنی حلال وحرام) کے اعتبار سے ہے ورنہ فضائل میں تو ایسی حدیث معتبر ہے۔

صفحہ نمبر ۱۵

۱۔ امام نووی کی دو مشہور کتب۔
۲۔ امام ابن حجر مکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف کہہ دیا جاتا ہے اوران کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے جب کہ فقہاء وعلماء کے نزدیک نہ ایسی حدیث ضعیف ہوتی ہے نہ ایسا راوی قابل جرح ہوتا ہے جسے راوی کا مجہول ہونا یعنی راوی کو نا جانا اور یہ اس لئے ہوا کہ اس نے گمنامی کی زندگی پسند کی کہ خود شریعت مطہرہ نے اس کی ترغیب دلائی یقیناً یہ بات قارئین کے حیرت کا باعث ہوگی کہ کیا واقعی شریعت میں گمنام رہنا پسندیدہ ہے یہ جاننے کے لئے امیر اہلسنت بانئ دعوت اسلامی کا مشہور بیان ''گمنامی کے فضائل'' ضرور سنیں۔
توجب شریعت مطہرہ میں گمنام رہنے کو پسند کیا گیا تو ایسے راوی پر جرح کیوں؟
۳۔ یعنی اگر اس بات میں بحث ہے بھی کہ جہالت وجوہ طعن ہے یانہیں تو بھی یہ بات کوئی بھی نہیں کہتا کہ ایسی روایت گھڑی ہوئی باطل روایت ہے۔
۴۔ یعنی اگر بعض متشددین نے اگر بغیر دلیل کے ایسا ذکر بھی کیا تو علماء نے ایسے دعوے کو فوراً رد کر دیا کہ جہالت راوی کی وجہ سے بات کو گھڑی ہوئی کہہ دینا کیا معنی رکھتا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۶

۱۔ حدیث ضعیف فضائل میں معتبر ہے:
حدیث ضعیف فضائل اعمال اور مناقب کے باب میں معتبر ہے چنانچہ علامہ نووی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم: يجوز و يستحب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا۔ (الأذكار المنتخبة من كلام سيد الابرار للنوّی، ص۱۲)
(ترجمہ) ائمہ محدثین وفقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب وترھیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جبکہ وہ موضوع نہ ہو۔
اسی طرح علامہ حجر ا ھیتمی نے فضائل اعمال کے سلسلے میں حدیث ضعیف پر عمل کے لئے دلیل دیتے ہوئے کہا: قد اتفق العلماء على جواز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الاعمال لانه ان كان صحيحا في نفس الامر فقد اعطى حقه من العمل به والالم يترتب على العمل به مفسدة تحليل ولا تحريم ولا ضياع حق للغير۔ (الفتح المبين شرح اربعين)
(ترجمہ) فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے اس لئے کہ اگر یہ حقیقت میں صحیح ہے تو اس پر عمل

کرنے سے اس کا حق ادا ہو ورنہ اس پر عمل کرنے سے حلال اور حرام بنانے اور دوسرے کے حق کو ضائع کرنے کا خطرہ نہیں ہے۔

محدث بیہقی فرماتے ہیں: اذا روینا فی الثواب والعقاب وفضائل الاعمال تساهلنا فی الاسانید وتسامحنا فی الرجال۔

علامہ نووی کی عبارت اور محدث بیہقی کے قول سے ظاہر ہو گیا کہ فضائل اعمال ومناقب میں ضعیف حدیث عندالمحدثین قابل قبول ہے علامہ نووی کے علاوہ دیگر محدثین بھی ضعیف حدیث کے متعلق یہی فرماتے ہیں حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) موضوعات کبیر ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ (ص ۶۳)

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ (جلد۲، ص ۸۳)

(۳) قوت القلوب امام ابوطالب محمد بن علی المکی ۳۸۳ھ (جلد۱، ص ۳۶۳)

(۴) مقدمہ ابن صلاح امام ابی عمرو عثمان بن عبدالرحمٰن ۶۴۳ھ (ص ۴۹)

(۵) تدریب الراوی امام جلال الدین سیوطی شافعی ۹۱۱ (جلد۱، ص ۲۹۸)

۲ یعنی کسی راوی پر حدیث وضع کرنے کی تہمت نہ ہو۔

۳ یعنی صلوٰۃ التسبیح والی حدیث مبارکہ بھی حدیث ضعیف ہی کے حکم میں ہے پھر بھی وہابیہ کا ایک گروہ دیوبندی جو انگوٹھے چومنے پر سب سے زیادہ شور مچاتا ہے صلوٰۃ التسبیح پر وہ حکم نہیں لگاتا جو انگوٹھے چومنے پر لگاتا ہے اگر ان کا علم یہی کہتا ہے کہ ضعیف حدیث فضائل اعمال میں بھی معتبر نہیں تو پھر ان کا خاموش رہنا کیا معنی رکھتا ہے؟ انگوٹھے چومنے سے روکنا کہیں بغض وعداوت نبی صلی اللہ علیہ سلم کی نشانی تو نہیں؟ پھر یہ دوغلی پالیسی کیسی اگر ہمت ہے تو صلوٰۃ التسبیح کے بارے میں بھی یہی حکم لگائیں مگر بزدل اور ڈرپوک خائن لوگ کبھی ایسا نہیں کریں گے۔

صفحہ نمبر ۱۷

۱ یعنی ایک راوی غیر معروف اور دوسرا مضطرب یعنی اصطلاح محدثین میں وہ حدیث جس کے متن یا سند میں تبدیلی کی وجہ سے ایک ثقہ راوی کا دوسرے ثقہ راوی سے اختلاف پیدا ہو گیا اور دونوں روایتوں میں سے کسی کو ترجیح دینا ممکن نہ ہو اور نہ تطبیق ممکن ہو۔

۲ یعنی جہالت راوی اور اضطراب دونوں میں سے ایک بھی اس بات کا تقاضہ نہیں کرتی کہ ضرور وہ بات گھڑی ہوئی ہو۔

۳ یعنی مجہول راوی ہونا فقط حدیث کے ضعیف ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

صفحہ نمبر ۱۸

۱؎ یعنی ایسی حدیث جس میں ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی تو جب اس حد تک پہنچنے پر بھی حدیث موضوع نہ کہلائے تو مخالفت کے بغیر والی ضعیف حدیث کس طرح موضوع کہی جا سکتی ہے۔

۲؎ یہ وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی وجہ سے انقطاع پایا جائے یعنی عدم اتصال کی بناء پر حدیث کو منقطع قرار دیا جاتا ہے اس کا اطلاق اکثر اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے۔

۳؎ فقیہ کی مشہور و معروف کتاب۔

۴؎ کیوں کہ منقطع کا اطلاق اکثر اسی حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجہ کا راوی صحابی سے روایت کرے اور مرسل وہ حدیث ہے جس میں سند کا آخری حصہ بیان نہ کیا جائے یعنی تابعی حدیث بیان کرے اور صحابی کا نام نہ لے تو وہ حدیث مرسل ہے۔

صفحہ نمبر ۱۹

۱؎ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

''امام ابن جریر نے یہ تصریح کی ہے کہ حدیث مرسل کے قبول کرنے پر تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی تابعی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے اور نہ اس کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی نے اس کا انکار کیا اور یہی وہ قرون فاضلہ ہے جس کے خیر پر برقرار رہنے کی رسول اللہ ﷺ نے شہادت دی ہے اور بعض علماء نے تو حدیث مرسل کو حدیث مسند پر ترجیح دی ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ جس شخص نے پوری سند ذکر کر دی اور جس نے حدیث مرسل ذکر کی وہ اس چھوڑے ہوئے راوی کی تحقیق کا خود ضامن ہو گیا (شرح نخبۃ الفکر ملا علی قاری، ص ۴۰۶)

حدیث مرسل کی حجیت پر عقلی دلیل:

(۱) جب راوی کسی حدیث کو ارسال کرتا ہے تو وہ نبی (ﷺ) کی اس خبر پر قطعی شہادت دیتا ہے اور بعد میں آنے والوں کو راوی کے متعلق بحث اور تفتیش سے مستغنی کر دیتا ہے اور جب وہ کسی حدیث کی پوری سند بیان کرتا ہے تو وہ ان بعد والوں کو اس واسطے کے حوالے کر دیتا ہے اور خود بری الذمہ ہو جاتا ہے تو جب راوی حدیث کو مرسلاً بیان کر کے اس پر اعتماد اور وثوق کرے تو یہ حدیث مسنداً بیان کرنے سے اولیٰ ہے اور اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ اس سے مساوی ہونے میں کم نہیں ہے اور بالفرض کم بھی ہو تو لائق استدلال ہونے سے بہر طور کم نہیں ہے۔

(۲) حدیث مرسل کے جس راوی کا ذکر نہیں وہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تابعی کے درمیان والا واسطہ ہے وہ راوی یا تو صحابی ہوگا یا تابعی صحابی ہونے کی صورت میں حدیث مبارکہ قبول کی جائے گی کیوں کہ تمام صحابہ ہی ثقہ ہیں۔ (نامہ الاصول فی حدیث الرسول، صفحہ ۳۸ خادم حدیث محمد ناصر الدین ناصر مدنی)

۲ جو اسے برا جانتے ہیں وہ بھی اس کو ضعیف ہی مانتے ہیں نہ کہ گھڑی ہوئی حدیث ہونا لازم کر دیتے ہیں۔

۳ حدیث مضطرب، منکر، مدارج ان سب کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ (پیچھے ملاحظہ فرمائیں)

۴ یعنی مدرج بھی موضوع نہیں بلکہ ضعیف حدیث ہے۔

۵ یعنی جبکہ مدرج میں تو غیر کا کلام بھی شامل ہے پھر بھی محدثین وفقہاء نے اس کو حدیث ضعیف ہی کہا حدیث موضوع نہ کہا۔

صفحہ نمبر ۲۱

۱ ایک مشہور محدث۔

۲ ان کی کتاب۔

۳ حافظ ابن حجر عسقلانی شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں۔
اگر ضعیف راوی ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو ضعیف کی روایت کو منکر اور ثقہ راوی کی روایت کو معروف کہتے ہیں۔

۴ امام حاکم ایک مشہور محدث ہیں۔

۵ مستدرک ایسی کتاب ہے جس میں ان احادیث کو درج کیا جائے جو کسی اور مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی مستدرک علی الصحیحین وغیرہ۔

۶ کسی چیز کو کسی چیز میں داخل کرنا ادراج کہلاتا ہے حدیث مدرج کی دو قسمیں ہیں (۱) مدرج الاسناد (۲) مدرج المتن
یہ طویل حدیث مدرج المتن ہے موضوع نہیں۔

۷ اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ جس حدیث کے راوی کے نام کی تصریح نہ کی جائے۔

۸ پھر بھی حدیث ضعیف ہوگی نہ کہ حدیث موضوع ہوگی۔

۹ یعنی مبہم حدیث کا نقصان متعدد اسناد سے آنے والی احادیث مبارکہ سے پورا ہو جاتا ہے۔

صفحہ نمبر ۲۲

۱ حدیث مبہم میں کیوں کہ صرف راوی کی وجہ سے ابہام تھا اور جب دوسری حدیث میں بھی وہی بات آئی تو مبہم حدیث دوسری حدیث کو قوی کر دے گی۔

۲ راویوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے حدیث کو موضوع کہنا ظلم اور حد سے بڑھ جانا ہے۔

۳﴾ یعنی راوی کا مجہول ہونا یا راوی کا مبہم ہونا تو اس بات کی دلیل ہے کہ راوی کی عدالت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔
۴﴾ واضح طور پر عقل اس بات پر گواہ ہے کہ راوی کے عادل ہونے نہ ہونے کا علم نہ ہونا راوی کو نہ جاننے سے زائد ہے۔
۵﴾ یعنی راوی میں جو جہالت یا ابہام پایا جارہا ہے تو ہم یقینی طور پر تو راوی کو غیر عادل نہیں کہہ سکتے ہوسکتا ہے فی نفسہ وہ راوی ثقہ ہو۔
۶﴾ جس پر جرح ثابت ہوگی تو راوی کے عادل ہونے یا نہ ہونے کا احتمال ساقط ہوگیا یعنی اب یہ بات طے ہوگئی کہ اس پر جرح کی جاچکی ہے۔
۷﴾ اور کیوں کہ مجہول راوی کے لئے یہ بات طے نہ ہوسکی کہ راوی عادل ہے یا غیر عادل اسی لئے محدثین ان کی روایتیں (احکام میں) قبول کرنے اور نہ کرنے میں اختلاف رکھتے ہیں۔
۸﴾ اور جس پر جرح ثابت ہوگی ایسے راوی کی حدیث کو (احکام میں) رد کردینے میں تمام محدثین متفق ہیں۔

صفحہ نمبر ۲۳

۱﴾ حدیث نقل کرنے والوں کے سات درجات ہیں تین مقبول یعنی تین ناقل ایسے ہیں جن کی احادیث قبول کی جاتی ہیں اور تین متروک یعنی تین ناقل ایسے ہین جن کی احادیث ترک کردی جاتی ہیں اور ساتواں حدیث نقل کرنے والا ایسا ہے جسکے بارے میں جہالت پائی جاتی ہے تو انہی بعض نے قبول کیا ہے اور بعض ان کی احادیث لینے سے رک گئے۔
۲﴾ یعنی علماء نے تو واضح طور پر بتادیا کہ صرف راوی کے ضعف کی وجہ حدیث کو گھڑی ہوئی کہہ دینا ظلم ہے حد سے گزر جانا ہے پھر جو لوگ تقبیل ابہامین کی احادیث کو گھڑی ہوئی بات کہہ دیں تو وہ حد سے گزر جانے والے ظالم لوگ ہیں جو بغض نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔
۳﴾ علماء اور ان کی کتابوں کے نام۔
۴﴾ تدریب الراوی میں علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں "ابن جوزی نے ایسی روایات کی نشاندہی کر کے بہت ہی اچھا کام کیا جو کہ عقل ونقل کے خلاف ہیں لیکن انہوں نے بعض روایات کو صرف اسی وجہ سے گھڑا ہوا کہہ دیا کہ ان احادیث کے بعض راوی کے بارے میں مختلف محدثین نے کچھ باتیں کی تھیں تو ان کا یہ گھڑا ہوا کہہ دینا صحیح نہیں ہے۔
۵﴾ یعنی صرف اتنا کہہ دینے سے کہ فلاں راوی ضعیف ہے یا قوی نہیں یا کمزور ہے تو روایت موضوع نہیں ہوجاتی۔

صفحہ نمبر ۲۴

۱﴾ امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا پیار اور محبت سے نام لے رہے ہیں۔
۲﴾ یعنی وہ اسباب جن کی وجہ سے راوی کو ملامت کیا جائے گا وہ دس ہیں۔

۳ جب راوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندنے کا طعن ہو تو اس کو حدیث موضوع کہتے ہیں۔

۴ جو اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو اور ایسی بات جو اس کے سوا کسی نے بیان نہ کی ہو اور وہ قواعد دینیہ کے خلاف بات ہو ایسے کی حدیث کو حدیث متروک کہیں گے۔

۵ علامہ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو راوی روایت میں بہت غفلت یا سنگین غلطی کرتا ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو اس کی حدیث منکر ہے۔

۶ اگر قرائن سے راوی کے اس وہم پر اطلاع ہو جائے کہ وہ مرسل یا منقطع کو موصول قرر دیتا ہے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے یا اس قسم کے اوہام (مثلاً موصول کو مرسل قرار دینا یا مرفوع کو موقوف قرار دینا یا بالعکس یا ضعیف راوی کو ثقہ سے بدل دیا یا بالعکس) جو حدیث میں طعن کا موجب ہیں اس کی معرفت تب ہوتی ہے جب اسی حدیث کی تمام سندوں پر عبور حاصل کر لیا جائے تو یہ حدیث معلل ہوتی ہے۔

۷ طعن راوی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے اس مخالفت کی کئی صورتیں ہیں اور ہر صورت کو ایک الگ الگ نام سے یاد کیا جاتا ہے محدثین نے ہر ایک کی قسم کو تفصیلاً بیان کیا ہے۔

۸ جہالت اس سے مراد وہ راوی ہے جس کی ذات اور شخصیت کا نہ پتہ چلے یا ذات اور شخصیت کا پتہ ہو لیکن اس کی صفت کا نہ پتہ ہو کہ آیا وہ عادل ہے یا غیر عادل ایسے راوی کی روایت کا مستقل کوئی نام نہیں ایسے راوی کی روایت کو حدیث ضعیف میں شمار کیا جاتا ہے۔

۹ بدعت:

لغوی تعریف: بِدْعَتُ بِدْعٌ سے ہے جس کے معنی ایجاد کرنا ابتداء کرنا ہے۔

چند احادیث مبارکہ پڑھئے جن میں یہ اصطلاح استعمال کی گئی۔

(۱) ان اصدق الحدیث کتاب اللہ واحسن الهدی هدی محمد وشرالامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة ضالة وكل ضلالة فی النار۔ (نسائی)

(ترجمہ) بلاشبہ سب سے زیادہ سچی بات کلام اللہ اور سب سے اچھی سیرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے اور سب سے برے امور دین میں نئے ایجاد کردہ امور ہیں ہر ایجاد کردہ شئے بدعت ہے ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کا ایندھن ہے۔

(۲) فاحسن الكلام كلام الله واحسن الهدی هدی محمد الا وایام کم و محدثات الامور فان شر الامور محدثاتها وكل محدثة بدعة وكل بدعة لالة (ابن ماجه، المقدمة باب اجتناب البدع والجدل، ص٦)

(ترجمہ۲) سب سے اچھی بات کلام اللہ عزوجل ہے اور سب سے اچھی سیرت محمد (ﷺ) کی سیرت ہے دین میں ایجاد کردہ کاموں سے بچو اور سب سے برے امور دین میں نئے ایجاد کردہ امور ہیں ہر ایجاد کردہ شئے بدعت ہے اور یہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(۳) من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئ ومن سن فی الاسلام سنة سيئة فله وزرها وزر من عمل بها من غير ان ينقص من اوزارهم شئ۔

(مسلم كتاب الزكاة باب: الحث على الصدقة ولو بشق تمرة أو كلمة طيبة رقم ١٠١٨، النسائی كتاب الزكاة باب: التحريض على الصدقة ج١، ص ٢٨٤ جامع الاصول ج٦ ص ٤٥٨ رقم ٤٦٦٣، مشكوٰة كتاب العلم الفصل الاول ص٣٣)

(ترجمہ) جوکوئی اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرے گا اس کو اس کا ثواب ملے گا اور اس کا بھی جو اس پر عمل کرے گا اور ان کے ثواب سے کچھ کم نہ ہوگا اور جو شخص اسلام میں برا طریقہ جاری کرے اس پر اس کا بھی گناہ اور ان کا بھی جو اس پر عمل کریں اور ان کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت ادا کروا کر فرمایا نعم البدعة هذه فتاویٰ شامی کے مقدمی میں فضائل امام اعظم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں" علماء فرماتے ہیں یہ حدیثیں اسلام کے قوانین ہیں جو شخص کوئی بدعت ایجاد کرے اسے اس کام میں سارے پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھا طریقہ نکالے اسے قیامت تک سارے پیروی کرنے والوں کا ثواب ہے۔(مقدمة الشامی مطلب، يجوز تقليد موصول مع وجود الافضل ج١، ص ١٤٠)

بدعتی راوی کا حکم:

حافظ ابن حجر عسقلانی اسباب طعن کا نواں سبب بیان کرتے ہوئے بدعتی راوی کا حکم بیان کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نزھة النظر میں بدعت سیئہ کی دو قسمیں بیان کرتے ہیں۔

(۱) بدعت مکفرہ (۲) بدعت مفسقہ

(۱) بدعت مکفرہ:

اللہ عزوجل کو مجسم ماننا جیسا کہ ابن تیمیہ اور اس کے متبعین وہابیہ کا مذہب ہے۔ کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ رکھنا جیسا کہ دیوبندیوں اور تبلیغیوں کا عقیدہ ہے یا حضور اکرم صلی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنا یا فرشتوں کو نیکی کی طاقت ماننا اور

فرشتوں کے وجود کا انکار کرنا غرض یہ کہ ضروریات دین میں سے کسی بات کا انکار کر کے نیا عقیدہ گھڑ لینا کفر ہے اور ایسے کفر کو بدعت مکفرہ کہتے ہیں ایسے بدعتی کی حدیث مردود ہے اور ایسا بدعتی جہنمی ہے۔

بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث کا حکم:

بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث جمہور محدثین قبول نہیں کرتے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کی روایت مطلقاً مقبول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کی تائید کیلئے کذب کو جائز ہونے کا اعتقاد نہیں کرتا تو اس کی روایت مقبول ہے ورنہ نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ہر بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث مردود نہیں ہوتی کیوں کہ ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے اور کبھی مبالغہ کر کے اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے اگر اسی قول کو مطلقاً اعتبار کر لیا جائے تو تمام فرقوں کی تکفیر لازمی آئے گی۔ اس لئے معتمد بات یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسے امر متواتر کا انکار کرے جس کا دین سے ہونا بداہۃً معلوم ہو اس کی روایت مردود ہوگی۔ اسی طرح اس کی روایت بھی مردود ہوگی جو کسی ایسے امر کا اعتقاد رکھے جس کے متعلق بداہۃً معلوم ہو کہ یہ دین کا مخالف ہے اور جو اس طرح کا نہ ہو اور اس کا حفظ اور ضبط تام ہو اور اس کے ساتھ وہ متقی اور پرہیزگار بھی ہو تو اس کی حدیث قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے (شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ۸۷۔۸۸)

بدعت مفسقہ کے مرتکب کی حدیث کا حکم:

بدعت مفسقہ کے بارے میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں بدعت مفسقہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر مطلقاً تکفیر نہیں کی جاتی اور اس کے رد اور قبول میں اختلاف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے مرتکب کی روایت مطلقاً مردود ہے اور یہ بہت بعید ہے۔ اس پر دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس کی روایت قبول کرنے سے اس کے طریقے کی ترویج ہوگی اور اس کی تعظیم ہوگی اس دلیل پر اعتراض یہ ہے کہ پھر بدعتی راوی کی اس روایت کو بھی قبول نہیں کرنا چاہئے جس کو روایت کرنے میں غیر بدعتی بھی شریک ہے اور ایک قول یہ ہے اگر کذب کے حلال ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کی روایت مطلقاً قبول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس کی روایت اس کی بدعت کی تائید نہیں کرتی تو اس کی روایت مقبول ہوگی کیوں کہ اپنی بدعت کو مزین کرنے کے لئے ہوسکتا ہے وہ روایات میں تحریف کرے اور یہی زیادہ صحیح قول ہے اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے اور جو روایت اس کے مذہب کو تقویت پہنچاتی ہو اس کو مذہب مختار پر مسترد کر دیا جائے گا امام ابوداؤد، اور امام نسائی کے شیخ حافظ ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے اپنی کتاب معرفۃ الرجال میں اس کی تصریح کی ہے راویوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا ہے کہ ان میں کچھ لوگ حق سے یعنی سنت سے منحرف ہیں لیکن صادق الکلام ہیں تو ان کی غیر منکر حدیث کو قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں بشرطیکہ یہ حدیث ان کی

بدعت کے لئے باعث تقویت نہ ہو۔ (شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر ۹۰،۸۹)

۱۰ سوء حفظ:
اسباب طعن میں دسواں سبب سوء حفظ ہے جس کا تعلق ضبط سے ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) سوء حفظ لازم (۲) سوء حفظ طاری

(۱) سوء حفظ لازم:
وہ جو راوی میں ہمیشہ سے ہو اور ہر حال میں رہتا ہو۔ ایسے راوی کی حدیث کو بعض محدثین کی اصطلاح میں شاذ کہتے ہیں۔ شاذ کی ایک اور تعریف جو پہلے گزری ہے وہ دوسرے قول کی بناء پر ہے۔ ایسی روایت کو ردّ کر دیا جاتا ہے۔

(۲) سوء حفظ طاری:
اگر سوء حفظ بڑھاپے کی وجہ سے: جیسے جوانی میں اس کی یادداشت صحیح ہو اور بڑھاپے میں یادداشت میں خرابی آ جائے یا بڑھاپے کے علاوہ کسی اور وجہ سے یادداشت خراب ہو جائے مثلاً کتابوں سے روایت کرتا تھا کتابیں گم ہو گئیں یا تلف ہو گئیں یا راوی نابینا ہو گیا یا قدرتی عوامل کی وجہ سے یادداشت میں کمی آ گئی ایسے راوی کی حدیث کو مختلط کہتے ہیں۔ جب اس بات کا پتہ چل جائے کہ راوی نے یہ حدیث اختلاط سے پہلے بیان کی تھی تو راوی کے ثقہ ہونے کی صورت میں ایسی حدیث مقبول ہے اور اگر اختلاط کے بعد کی روایت ہے تو مردود ہے اور اگر اس کا فیصلہ نہ ہو پائے کہ اختلاف سے پہلے کی روایت ہے یا بعد کی تو اس پر توقف کیا جائے گا یہاں تک کہ پتہ چل جائے۔ (شرح نزھۃ النظر نخبۃ الفکر ۹۰،۹۱)

۱۱ یعنی ان دس طعن کے اسباب میں سے سب سے شدید طعن سب سے پہلے پھر اس سے کم شدید طعن اس کے بعد اور اس کے بعد والا اس سے کم یعنی ترتیب یونہی چلی ہے۔

۱۲ جیسا کہ کچھ پہلے بتایا کہ منکر الحدیث راوی وہ جو روایت میں سنگین غلطی کرتا ہو یا بہت غفلت کرتا ہو اس کا فسق ظاہر ہو اس کی حدیث منکر ہے ایسے راوی کی حدیث بھی ضعیف ہے موضوع نہیں ہے۔

صفحہ نمبر ۲۵

۱ امام بخاری کے ارشاد پر کہا جا رہا ہے امام بخاری نے اگر منکر الحدیث کہا ہے تو پھر بھی زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہوگی اور ضعیف فضائل و مناقب میں معتبر ہے۔

صفحہ نمبر ۲۶

۱ ضعیف احادیث میں سب سے بدتر درجہ متروک کا ہے یعنی سوائے کذب راوی فی الحدیث کے علاوہ تقریباً تمام

احادیث فضائل و مناقب میں قبول ہیں۔

۲ جرح سے مراد روایت کرنے والے راوی پر تنقید ہے۔

۳ یہ وہ الفاظ ہیں جو کسی بھی راوی پر بہت زیادہ تنقید کرنے کی صورت میں بولے جاتے ہیں۔

نوٹ: معلوم ہوا کہ برے کو برا کہنا غلط نہیں بلکہ ضرورتاً اس کی برائی کی تشہیر ہمارے اسلاف کا طریقہ ہے اور اسی بات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اسلاف کی اس سنت کو بھی اپنایا۔

۴ جس پر کذب کی تہمت ہو۔

۵ یعنی اس راوی کو کسی نے بھی ثقہ نہ کہا ہو۔

۶ یعنی واقعی اس راوی پر کسی ایسی بات پر جرح کی گئی ہو جس پر جرح کی جانی چاہئے تھی یعنی اگر ایسی جرح کرے جو کہ مبہم ہو تو ایسی جرح قابل قبول نہ ہوگی یعنی صرف ضعیف کہہ دینے سے راوی ضعیف نہ ہو جائے گا۔

۷ یعنی امام ابن حجر ابن حبان اور ابن جوزی کے قول کہ ''اس حدیث کا متن موضوع ہے'' پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ راوی اکثر کے نزدیک اگرچہ متروک ہے اور بعض کے نزدیک ضعیف ہے لیکن پھر بھی اس حدیث کو گھڑی ہوئی حدیث نہیں کہا جا سکتا۔

۸ محدثین اور ان کی کتابیں۔

صفحہ نمبر ۲۷

۱ محدثین اگر کسی حدیث کو فرمائیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور یہ کہنا کہ حدیث گھڑی ہوئی ہے کے درمیان بڑا فرق ہے۔

۲ یاد رہے کہ محدثین اکرام اور اسلاف کے نزدیک شیعہ اور رافضی میں بہت فرق ہے شیعی یا شیعہ وہ ہوتے تھے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دیتے تھے لیکن حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان کے منکر نہ تھے اور رافضی ان دونوں بلکہ تینوں اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان کے منکر بلکہ ان کے بارے میں بکواس کرنے والے اور لاتعداد کفریہ عقائد رکھنے والوں کو کہا جاتا ہے۔

صفحہ نمبر ۲۸

۱ انگوٹھے چومنے پر اعتراض کرنے والے تبلیغی جماعت بالخصوص اور دیگر وہابیہ کے بے شرم نام کے ملا اس بات کا جواب دیں کہ چلہ کے بارے میں موجود حدیث پر جب اس قدر طعن کیا گیا ہے تو وہ چلہ کیوں لگاتے ہیں اور انگوٹھے چومنے سے کیوں منع کرتے ہیں۔

۲ اعلیٰ حضرت اتنے سارے حوالے پیش کرنے پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرما رہے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ جب راوی پر انتہا درجہ کی شدید جرح (اعتراضات) ہیں پھر بھی حدیث کو گھڑی ہوئی بات کہہ دینا کسی بھی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔

﴿۳﴾ اور جب ان صورتوں میں بھی گھڑی ہوئی حدیث نہیں کہہ سکتے تو صرف راوی کے مجہول ہونے اور سند کے منقطع ہونے پر حدیث کو گھڑی ہوئی کہہ دینا کتنی بڑی جہالت اور انصاف اور عقل سے رابطہ منقطع کر لینا ہے۔

﴿۴﴾ لیکن قوم وہابیہ تو جاہل ہی ہے اس کو یہ باتیں کہاں سمجھ آئیں گی۔

﴿۵﴾ یعنی اب وہابی اپنے امام کا قول دیکھیں۔

﴿۶﴾ لیس بشیء، منکر الحدیث وغیرہ یہ سب راوی پر جرح کرنے کے مختلف الفاظ ہیں۔

صفحہ نمبر ۲۹

﴿۱﴾ حدیث گھڑی ہوئی کب ثابت ہوتی ہے۔

﴿۲﴾ یعنی معنی اتنے خراب اور واہیات ہوں۔

﴿۳﴾ یعنی ایک ایسی بات جس کو بہت سارے لوگ بیان کریں اور ایک شخص اس کی ایسی مخالفت کر دے جس کے جھوٹے ہونے پر دل بھی گواہی دے۔

﴿۴﴾ یعنی لفظ اتنے گھٹیا اور بیہودہ جنہیں کان نہ سننا چاہیں اور طبیعت ان کو سننے سے منع کرے۔

﴿۵﴾ یعنی خارجی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمان نہیں مانتا۔

صفحہ نمبر ۳۰

﴿۱﴾ یعنی رافضیوں نے (یعنی آج کے شیعوں نے) تین لاکھ حدیثوں کو گھڑ کر اہلبیت اور امیر المومنین رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل بیان کئے۔

﴿۲﴾ یوں ہی خارجیوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کرنے کے لئے خوب حدیثیں گھڑیں۔

﴿۳﴾ یعنی یہ وہ پندرہ خاص باتیں ہیں جنہیں جمع کر دیا گیا ہے۔

﴿۴﴾ اور اگر ان تمام پندرہ باتوں پر تفصیلی بات کریں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی اور ان باتوں کے ذریعے جس مقصد تک پہنچنا ہے وہ مقصد دور ہو جائے گا۔

﴿۵﴾ یعنی ان پر گھڑی ہوئی حدیث کہنے کی اجازت کس حال میں ملے گی۔

﴿۶﴾ یعنی ان ۱۵ وجوہات کے علاوہ کوئی حافظ حدیث بھی کسی حدیث پر بلاوجہ گھڑی ہوئی ہونے کا الزام نہیں لگا سکتا۔

صفحہ نمبر ۳۱

﴿۱﴾ جھوٹ بولنے والا حدیث گھڑنے والا۔

﴿۲﴾ تہمت اور بہتان باندھنا ثابت ہو۔

۳ وہ بھی گمان کی راہ پر چلتے ہوئے نہ کہ یقین کے ساتھ کیوں کہ کبھی بہت بڑا جھوٹا بھی سچ بول رہا ہوتا ہے۔

صفحہ نمبر ۳۲

۱ متن کے الفاظ ضعیف ہیں پھر بھی گھڑی ہوئی حدیث ہونے کا حکم جاری کرنا رد کر دیا جائے گا۔

۲ یعنی کئی راستوں کے لحاظ سے ضعیف حدیث ہے۔

صفحہ نمبر ۳۳

۱ ابن جوزی نے اس کو گھڑی ہوئی حدیث کہا تو دیگر محدثین نے ان کا تعاقب کیا اور فرمایا کہ یہ صرف ضعیف حدیث ہے گھڑی ہوئی حدیث نہیں ہے۔

صفحہ نمبر ۳۴

۱ یعنی نہ کوئی حدیث گھڑنے والا ہے اور نہ ہی کوئی جھوٹ بولنے والا۔

۲ یعنی جب کسی پر جھوٹ کی تہمت بھی نہیں تو بھلا روایت کس طرح موضوع ہو سکتی ہے۔

صفحہ نمبر ۳۵

۱ یعنی اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگانے سے پہلے یہ تو دیکھا جائے کہ عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں لیکن ان پر کذب کی تہمت نہیں لہٰذا اس روایت پر کس طرح موضوع ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

صفحہ نمبر ۳۶

۱ وہ دلائل و قرائن جن کا ذکر حدیث موضوع کی پہچان کے لئے کیا گیا۔

۲ جو ان باتوں کے علاوہ حدیث کو موضوع کہے گا تو وہ یا تو تشدد میں زیادتی کرنے والا ہوگا یا خطا کرنے والا یا کوئی بہت ہی تعصب رکھنے والا ہوگا۔

۳ یعنی کتنی بار ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی محدث کا کسی حدیث کو ضعیف کہنا اس حدیث کی اس مخصوص سند سے متعلق ہوتا ہے نہ کہ اس کے متن سے متعلق ہوتا ہے۔

۴ یعنی حدیث ان پندرہ دلائل سے خالی ہو جو کہ موضوع حدیث کی پہچان کے لئے بتائے گئے ہیں۔

۵ تو حدیث پر موضوع ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ صرف اس خاص سند کے متعلق یہ بات کی جا سکتی ہے۔

۶ یعنی یہ بات بھی ممکن ہے کہ ایک طرف سے ضعیف ہو تو کسی اور طرف سے حسن یا صحیح ہو۔

۷ یعنی کسی عالم نے اگر کسی حدیث کو ضعیف کہا یا موضوع کہا تو اپنے علم کے مطابق کہا اور اپنے سامنے موجود حدیث کی سند پر کہا تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہ ہوگا کہ اس حدیث کی تمام اسناد ہی موضوع یا ضعیف ہو گئیں اور نہ یہ مطلب ہوگا کہ کہنے

والے محدث کو اس حدیث کے تمام طرقوں کا پتا ہے اور اس نے یہ حکم تمام طرق کے اعتبار سے لگایا ہے۔

۸ اور اگر کوئی ایسی بات کرتا ہے تو وہ اس کی بیہودہ عقل کا کمال ہے۔

۹ ضعیف راویوں سے آئی ہے۔

صفحہ نمبر ۳۷

۱ یعنی ایک روایت جو مختلف اسناد سے مروی ہو اور ابن جوزی نے صراحت کے ساتھ بتایا کہ یہ روایت موضوع ہے لیکن ملاعلی قاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے ابن جوزی جس سند کا ذکر کر رہے ہوں اس سند کے اعتبار سے ان کے نزدیک یہ موضوع روایت ہو۔

۲ دوسری جگہ پر پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک ایسی روایت جس کے موضوع ہونے پر محدثین کا اختلاف ہے میں نے اسی خطرہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے موضوع ہونے کا ذکر نہ کیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ ایک سند کے اعتبار سے موضوع ہو تو دوسری سند کے اعتبار سے صحیح حدیث ہو۔

۳ ضعیف ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۳۸

۱ بہت بڑے محدث۔

۲ محدثین اکرام۔

۳ صحابہ کرام علیہم رضوان۔

۴ یعنی حدیث پر باطل ہونے کا حکم لگانا محال قطعی۔

۵ یعنی پھر بھی امام ابن معین کا حکم لگانا کہ یہ حدیث باطل ہے ایک خاص سند کے اعتبار سے ہوگا جو ان تک پہنچی۔

۶ یعنی اگر یہ ایک خاص سند سے متعلق بات نہ ہو تو باطل تو بڑی دور کی بات حدیث ضعیف بھی نہیں بلکہ کم از کم حدیث کا درجہ حسن تو ثابت ہی ہے۔

۷ بخاری و مسلم نے متفق ہو کر استدلال فرمایا اور انفرادی طور پر بھی استدلال فرمایا۔

صفحہ نمبر ۳۹

۱ یعنی ابن جوزی کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا جب کہ انہوں نے دیگر اسناد چھوڑ دی ہیں۔

۲ یاد رہے کہ یہ تمام باتیں امام جلال الدین سیوطی شافعی فرما رہے ہیں نہ کہ اعلیٰ حضرت۔

۳ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کرم سے یہ بات تو چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور واضح ہو کر سامنے آگئی کہ انگوٹھے چومنے

والی احادیث کا موضوع ہونے اور باطل ہونے سے کوئی دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۴ وہ پندرہ عیب جن میں سے کسی ایک کے بھی حدیث میں موجود ہونے سے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا جاسکتے۔

۵ یعنی انگوٹھے چومنے کی احادیث کسی حدیث گھڑنے والے، جھوٹے یا جھوٹ کی تہمت رکھنے والے راوی سے مروی نہیں ہیں۔

۶ پھر حدیث گھڑنے کا حکم لگانا بے اصل اور ضروری ہے کہ اس حکم کو دور ہٹائیں۔

۷ پاک و ہند میں غیر مقلدین کے نزدیک ان کے معتمد اور مستند امام۔

صفحہ نمبر ۴۰

۱ یعنی اگر کوئی اعتماد والا امام کسی روایت پر موضوع ہونے کا حکم لگائے بھی تو وہ کسی خاص سند سے متعلق اس کا کلام ہوگا۔

۲ یعنی گھڑنے والے کے گھڑنے سے اس کی تمام سندیں موضوع نہ ہوجائیں گی۔

۳ یعنی سند میں اگر جہالت اور انقطاع ہے بھی تو یہ ضعف ہی لے کر آئے گا نہ کہ حدیث گھڑنے کو ثابت کردے گا۔

۴ اللہ تعالیٰ کی مدد سے یہاں تک کی تقریر سے منکرین کے حدیث گھڑنے سے متعلق بلند و بانگ دعوے دھرے کے دھرے ہی رہ گئے۔

۵ مثلاً اگر کسی راوی کے حافظہ کی کمزوری کے سبب سے حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہو اور وہ راوی صادق و عادل ہو تو پھر وہ حدیث کسی اور سند سے بھی مروی ہو تو ہمیں معلوم ہوجائے گا کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور اس کے ضبط میں خلل نہیں ہے اسی طرح کسی حدیث میں ضعف ارسال ہو اور ارسال کرنے والا حافظ ہو تو اس میں ضعف قلیل ہے اور جب وہ حدیث کسی اور سند سے مروی ہو تو اس کا ضعف زائل ہوجائے گا اور ایک ضعف وہ ہے جو بہت شدید ہوتا ہے اور یہ ضعف تعداد اسانید سے زائل نہیں ہوتا اس ضعیف کا سبب راوی کا متہم بالکذب ہونا یا اس حدیث کا شذوذ ہے (علوم الحدیث صفحہ ۳۱۔۳۰)

صفحہ نمبر ۴۱

۱ یعنی یہ بات جائز اور ممکن ہے کہ حدیث حسن جب کئی راویوں سے مروی ہو تو وہ ترقی کر کے حدیث صحیح ہوجاتی ہے۔

۲ اور حدیث ضعیف جب کئی سندوں سے آجائے تو وہ بھی احکام کے ثابت ہونے پر قرینہ بن جاتی ہے (کیوں کہ حدیث ضعیف کئی سندوں سے آنے کے سبب حسن بن جاتی ہے۔)

۳ یعنی تقریباً تمام ہی محدثین نے حدیث ضعیف کو کئی راویوں سے مروی ہونے پر احکام میں حجت مانا۔

۴ یعنی کبھی حسن کے درجہ سے ملا دیا اور کبھی صحیح کے درجہ سے ملا دیا۔

۵﴾ امام بیہقی کی کتاب سنن کبریٰ۔

۶﴾ یعنی دس محرم کے دن اپنے اہل وعیال پر وسعت کرنے کے بارے میں حدیث مبارکہ۔

۷﴾ یعنی متروک اور منکر جو کہ بہت زیادہ ضعف لانے والے ہیں لیکن جب ان کی روایات بھی مختلف اسناد سے آ جائیں تو بھی حدیث حسن کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔

۸﴾ حدیث مجہول یعنی وہ حدیث جس کے راوی کی پہچان نہ ہو اور حدیث مبہم یعنی وہ حدیث جس میں راوی کی صراحت نہ ہو جب وہ مختلف طرق سے آ ئے تو حدیث حسن ہو جاتی ہے۔

صفحہ نمبر ۴۲

۱﴾ جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی کو حذف کر دیا جائے وہ مرسل ہے۔

صفحہ نمبر ۴۳

۱﴾ علماء کے پیچھے چلنے والے اس کی بہت سی مثالیں پالیں گے۔

۲﴾ بعض اوقات علماء اور صلحاء کے عمل کی وجہ سے بھی حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری صلوٰۃ التسبیح کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس چیز سے اس حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ تبع تابعین سے لے کر ہمارے اس دور تک تمام ائمہ اس پر دوام کے ساتھ عمل کرتے رہے ہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے رہے ہیں ان ائمہ میں سے عبداللہ بن مبارک بھی ہیں۔

مولانا عبدالحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے لکھا ہے کہ امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے اور بعد کے تمام علماء اس کو ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے رہے اور اس عمل میں اس حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔(الاثار المرفوعۃ ص ۲۳)(المستدرک، ج۱، صفحہ ۳۱۹)

صفحہ نمبر ۴۴

۱﴾ یہاں پر نام نہاد حدیث کے عامل غور وفکر کریں کہ امام ترمذی کیا ارشاد فرما رہے ہیں کہ حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے نام نہاد توحیدی حزب اللہ اہل حدیث جماعت المسلمین کچھ غور وفکر کر کے بتائیں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔(المستدرک جلد۱، صفحہ ۳۱۹)

۲﴾ امام جلال الدین سیوطی شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قابل اعتبار علماء نے یہ بات واضح فرمائی کہ اہل علم کی کسی حدیث سے اتفاق کرنا اس حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے اگر چہ اس کے لئے قابل اعتماد سند بھی نہ ہو۔

۳﴿ علماء کا یہ قول احکام کی حدیث کے متعلق ہے پھر فضائل میں تو ضعیف احادیث ویسے ہی معتبر ہیں۔

۴﴿ حدیث سے ثابت ہونے میں غرض تین قسم پر ہے۔

(۱) عقائد میں ایک حدیث کافی نہ ہوگی اگرچہ صحیح ہو۔

(۲) احکام میں ضعیف حدیث کافی نہیں۔

(۳) فضائل ومناقب میں ضعیف حدیث مقبول اور کافی ہے۔

صفحہ نمبر ۴۵

۱﴿ یعنی ایک صحیح حدیث جو جامع شرائط صحت کو پہنچ چکی ہو وہ بھی گمان غالب ہی کا فائدہ دیتی ہے اور اعتقاد کے معاملے میں گمان غالب کا اعتبار نہیں بلکہ اس میں یقین کا درجہ چاہئے۔

۲﴿ احکام میں ضعیف حدیث قبول نہیں۔

۳﴿ احکام میں یہ چار قسم کی احادیث مقبول ہیں (۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ۔

۴﴿ علماء محدثین اپنی Terminology میں کلام کرتے ہیں تو جاہل اور کم علم لوگ بات کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔

۵﴿ یعنی وہی پہلے جو بات کی جا چکی کہ اگر کسی محدث نے کسی حدیث کے بارے میں اپنی Technical Terms کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں تو جاہل دیوبندی وہابی غیر مقلدین یہ سمجھتے ہیں کہ جب یہ حدیث صحیح نہیں تو یقیناً یہ حدیث Wrong ہے جب کہ حدیث صحیح کا مقصد ومطلب ہرگز حدیث Right نہیں ہے بلکہ حدیث صحیح اصول حدیث کے مطابق حدیث Best ہے تو جو حدیث Best کے اعلیٰ مقام کو نہ پاسکے وہ فوراً ہی Wrong ہو جائے یہ بات کوئی احمق، جاہل، عقل کا اندھا ہی کر سکتا ہے ورنہ اصول حدیث کا تھوڑا سا علم رکھنے والا بھی یہ بات جانتا ہے کہ جو حدیث صحیح نہ ہو وہ حسن بھی ہو سکتی ہے اور ضعیف بھی پھر فوراً دوڑ کر موضوع تک پہنچ جانا کیسا؟

صفحہ نمبر ۴۶

۱﴿ یہ ساری باتیں محدثین کے حوالے سے پہلے ہی بیان کی جا چکی ہیں۔

۲﴿ یعنی صرف ضعیف حدیث ہی نہیں بلکہ ضعیف حدیث کا ایک ادنیٰ درجہ جس میں راوی فحش غلطی کرتا ہے یا جس میں راوی میں فسق کا طعن ہوتا ہے ایسی حدیث بھی فضائل اعمال میں معتبر۔

۳﴿ فضیلت کی جمع فضائل اور عمل کی جمع اعمال۔

۴﴿ صحابہ کرام علیہم رضوان کے فضائل پر احادیث۔

۵﴿ قبول کی جائیں گی۔

۶ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عظیم المرتبت کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی آپ کوئی بات پیش کرتے تو دلائل کا ڈھیر لگادیتے ہمیشہ اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے۔

صفحہ نمبر ۴۷

۱ کیوں کہ حدیث میں اکثر وبیشتر جو بھی حکم لگایا جاتا ہے وہ سند کے اعتبار سے لگایا جاتا ہے متن کے اعتبار سے نہیں لگایا جاتا، مزید یہ کہ یہ حکم باعتبار ظن یعنی گمان کے مطابق لگایا جاتا ہے اور اگر واقع میں صحیح ہو تو پھر اس کا حق یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے تو اس پر عمل کرنے سے اس کا حق ادا ہوگیا۔

۲ یعنی پھر اگر وہ حدیث صحیح نہ بھی ہو تو بھی کسی چیز کو حلال کرنے اور کسی چیز کو حرام کرنے یا کسی کا حق ضائع کرنے کا فساد لازم نہ آیا۔

۳ امام نووی جو ساتویں صدی ہجری کے بزرگ علماء کے سردار اور شارح صحیح مسلم ہیں فرماتے ہیں کہ اس بات پر تمام علماء جمع ہیں اور جو اس بات میں جھگڑا کرے گا اس کی بات رد کردی جائے گی۔

۴ یہاں بھی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علماء متقدمین کے اقوال پیش کررہے ہیں یہ اعلیٰ حضرت کا کمال ہے کہ آپ جو بھی بات لکھتے ہیں اس کی تائید میں علماء کے کثیر اقوال پیش کردیتے ہیں لیکن افسوس ان جھوٹے نام نہاد ملاؤں پر جنہوں نے اعلیٰ حضرت کی ذات مبارکہ پر بہتان باندھتے وقت کچھ بھی شرم ولحاظ نہ رکھا ورنہ کوئی بھی شخص جو اعلیٰ حضرت کے چند رسائل پڑھے وہ اعلیٰ حضرت کے طرز استدلال پر عش عش کیے بغیر نہیں رہ سکتا اعلیٰ حضرت پر کم علمی اور نئی باتیں لانے کا الزام وہی لگاسکتا ہے جو کہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات ومکتوبات سے بے بہرہ ہو یا جوش تعصب رکھتا ہو۔ غیر مسلم قوتوں کا آلہ کار ہو کیوں کہ اعلیٰ حضرت سب سے پہلے کتاب وسنت سے استدلال فرماتے ہیں پھر متعدد کتب کا ذکر کرتے کثیر علماء کے اقوال نقل فرماتے ہیں دلائل اور استشہادات بکثرت ہوتے ہیں پھر اگر کسی مسئلہ میں فقہاء کرام کے اقوال میں تعارض آجائے تو قول راجح بھی ذکر کرتے ہیں اور اس قول راجح کی وجہ بھی نقل فرماتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۴۸

۱ وہابیہ کا ایک بڑا مولوی خرم علی بھی وہی لکھ رہا ہے جو کہ علمائے اہلسنت لکھتے ہیں۔

۲ بعد مغرب چھ رکعت مستحب ہیں ان کو صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں یہ ضعیف حدیث سے ثابت ہے۔

۳ بلکہ پسندیدہ کام ہے۔

صفحہ نمبر ۴۹

۱ یعنی نیک عمل کی رغبت دلانا اور بری بات سے خوف دلانا تو پسندیدہ کام ہے جبکہ یہ کام موضوع روایت سے نہ ہو۔

۲﴾ یعنی جب روایت موضوع نہ ہوگی تو فعل یقیناً مستحب ہوگا۔

صفحہ نمبر ۵۰

۱﴾ یعنی میں یہ کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل ہی کی مدد سے نیک اعمال کے اسباب بنتے ہیں۔

۲﴾ حدیث ضعیف پر عمل کرنا چاہئے کیوں کہ یہ عمل پسندیدہ ہے۔

۳﴾ یعنی عمل کا جائز ہونا تو شریعت میں منع نہ ہونے کی وجہ سے ہے اس کا مباح ہونا تو خود ہی سے ثابت تھا۔

۴﴾ یعنی عمل کے جائز ہونے میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہے۔

۵﴾ تو ضروری ہوا کہ حدیث کی سند آنے اور اس پر عمل کا ثابت ہونا اس فعل کو فضیلت دے۔

۶﴾ اور یہی پسندیدہ فعل ہونے کے معنیٰ ہیں۔

صفحہ نمبر ۵۱

۱﴾ فقہی احکام کے بارہ ماخذ ہیں (۱) قرآن حکیم (۲) احادیث مبارکہ (۳) اجماع امت (۴) قیاس (۵) استحسان (۶) استدلال (۷) استصلاح (۸) مسلمہ اشخاص کی آراء (۹) تعامل امت (۱۰) عرف (۱۱) ماقبل کی شریعت (۱۲) ملکی قانون۔

۲﴾ درمختار کے حوالے سے یہ بات نقل فرمائی کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے تو اس کا اتباع واجب ہے اور جیسا کہ اعلیٰ حضرت تعامل امت پر فتاویٰ رضویہ شریف میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

شرع مطہر میں مشہور بین الجمہور ہونے کے لئے وقعت عظیم ہے اور مشہور عندالجمہور یہی ۱۱ ربیع الاول ہے اور علم ہیات وزیجات کے حساب سے روزِ ولادت شریف ۸ ربیع الاول ہے کما حققناہ فی فتاولنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کردی ہے۔ت) جو شبلی وغیرہ نے ۹ ربیع الاول لکھی کسی حساب سے صحیح نہیں۔ تعامل مسلمین حرمین شریفین ومصر وشام بلاد اسلام وہندوستان میں ۱۲ ہی پر ہے اس پر عمل کیا جائے اور روز ولادت شریف اگر آٹھ یا بالفرض غلط نو یا کوئی تاریخ ہو جب بھی بارہ کو عید میلاد کرنے سے کون سی ممانعت ہے وہ وجہ کہ اس شخص نے بیان کی خود جہالت ہے، اگر مشہور کا اعتبار کرتا ہے تو ولادت شریف اور وفات شریف دونوں کی تاریخ بارہ ہے ہمیں شریعت نے نعمت الٰہی کا چرچا کرنے اور غم پر صبر کرنے کا حکم دیا لہٰذا اس تاریخ کو روزِ ماتم وفات نہ کیا روزِ سرورِ ولادتِ شریفہ کیا کمافی مجمع البحار الانوار (جیسا کہ مجمع البحار انوار میں ہے۔ت) اور اگر ہیات وزیج کا حساب لیتا ہے تو تاریخ وفات شریف بھی بارہ نہیں بلکہ تیرہ ربیع الاول کما حققناہ فی فتاولنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ

میں اس کی تحقیق کروی ہے۔ ت) بہر حال معترض کا اعتراض بے معنی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶، صفحہ ۴۲۷، ۴۲۸)

۳ جیسا کہ برگان دین کا طریقہ رہا ہے کہ وہ روزانہ درود پاک ایک خاص مقررہ تعداد میں پڑھا کرتے تھے جب کہ یہ مستحب عمل ہے۔

۴ اور جیسا کہ بزرگان دین کا طریقہ رہا ہے کہ وہ مباح چیزوں کو بھی دیکھنے سے اجتناب کرتے تھے جیسا کہ ان کو دیکھنا حرام ہو۔

۵ اجتہاد کرنے کے عظیم منصب پر فائز ہونے والے عظیم بزرگ کو مجتہد کہتے ہیں مجتہدین جمع ہے۔

۶ خدا شناسی۔

۷ اللہ تعالیٰ اہل شناس کے مقصد کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔

۸ دیکھنے والی آنکھ۔

۹ اور سننے والے کان ہیں۔

۱۰ یعنی جو علماء نے صاف صاف ارشاد فرمادیا وہ تو ایک طرف خود سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات موجود ہیں کہ ایسی جگہ پر ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے۔

۱۱ یعنی جب فضائل پر ضعیف حدیث نظر آ گئی تو فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے نہ تو مزید تحقیق سند کی ضرورت اور نہ حدیث کی صحت کو جانچنے کی ضرورت ہے۔

۱۲ کان لگا کر ہوش کے ساتھ سنیے۔

۱۳ یہاں یہ بات مدنظر رہے کہ اعلیٰ حضرت حوالے کے ساتھ بات کرتے ہیں اگر کسی کی علمی استطاعت ہے تو اعلیٰ حضرت سے علمی مقابلہ کرے محض ضد اور ہٹ دھرمی لفاظی اور منطق کے ذریعے جاہلانہ روش اختیار کر کے اپنے مقلدین (جی ہاں اہلحدیث، جماعت المسلمین، توحیدی وغیرہ وغیرہ بھی اپنے اپنے مولویوں کی تقلید کرتے ہیں اور امام اعظم کی تقلید پر حرام ہونے کا نعرہ لگاتے ہیں) کو راضی رکھنے کی کوشش کرنے کے بجائے اللہ عزوجل کو راضی کرنے کا عزم کریں اور اگر واقعی اسلاف و محدثین کے اقوال اس کے خلاف پائیں تو ضرور پیش کریں ورنہ اعلیٰ حضرت کے علمی مقام کو مان کر اعلیٰ حضرت کے مؤقف کو درست تسلیم کر لیں۔

صفحہ نمبر ۵۵

۱ یعنی حدیث کا ضعف چاہے کتنا ہی قوی ہو۔

صفحہ نمبر ۵۶

۱ یعنی جب کسی حدیث پرحکم لگایا تو اس کا مطلب یہ ہوگا حدیث کی سند مطلوبہ شرائط پوری نہیں کررہی نہ کہ یہ مطلب ہوگا کہ یہ سوفیصد جھوٹ ہے یعنی حکم لگانے کے بعد بھی اس بات کا امکان ہے کہ حدیث صحیح ہو۔

۲ یعنی حدیث کو حسن صحیح یا ضعیف کہنا گمان غالب کے طور پر ہے ورنہ اصل میں معاملہ اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے۔

۳ ضعیف کے معنی یہ ہے کہ وہ محدثین کی شرائط پر پوری نہیں آئی۔

صفحہ نمبر ۵۷

۱ یعنی وہ احادیث جنہیں اولیاء اکرام علیہم الرضوان نے بیان فرمایا۔

۲ جیسا کہ مثال کے طور پر حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کی کتب جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ عظمت وشان عطا فرمائی کہ مسلمان ان کی کتابوں سے خوب فیض حاصل کرتے ہیں۔

۳ یعنی ان کے علوم سے بہت سے ظاہری نظر رکھنے والے فیض تو کیا حاصل کریں گے الٹا جرح اور طعن وتشنیع کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں۔

۴ جیسا کہ آج کے دور میں مودودی، اب کہاں مودودی اور کہاں امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یقیناً امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طعنہ دینے والے مودودی سے زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا خوف رکھنے والے اور علم رکھنے والے تھے۔

نوٹ: مودودی کا امام غزالی کو طعنہ:

مودودی لکھتا ہے۔

''امام غزالی کے تجدیدی کام میں علمی اور فکری حیثیت سے چند نقائص بھی تھے اور وہ تین عنوان پر تقسیم کیے جاسکتے ہیں ایک قسم ان نقائص کی جو حدیث کے علم میں کمزوری ہونے کی وجہ سے ان کے کام میں پیدا ہوئی دوسری قسم ان نقائص کی جو ان کے ذہن پر عقلیات کے غلبہ کی وجہ سے تھے اور تیسری قسم ان نقائص کی جو تصوف کی طرف ضرورت سے زیادہ مائل ہونے کی وجہ سے تھے (تجدید احیائے دین، صفحہ ۷۳۔۷۲)

امام غزالی مسلمانوں کے عظیم امام اور ولی کامل تھے ان کی جلالت علمی کا آفتاب آج بھی چمک رہا ہے مگر مودودی اور منکرین اولیاء کو ان میں عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۵۸

۱ کشف اصطلاح تصوف میں اس قلبی کیفیت کا نام ہے جس کے ذریعہ پوشیدہ امور کا علم ہوجاتا ہے اس کو الہام الٰہی بھی

کہتے ہیں۔

۲﴾ یعنی الہامِ الٰہی والوں نے جو نقل کیا۔

صفحہ نمبر ۵۹

۱﴾ یعنی وہ منکرین سے فرماتے کہ تم نے تو علم ان سے حاصل کیا جن کو موت آ چکی مگر ہم نے اپنا علم اس اللہ عزوجل سے حاصل کیا جو حی لا یموت ہے۔

۲﴾ کتاب کا نام۔

۳﴾ یعنی پچھتر بار جاگتی آنکھوں سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

۴﴾ اور براہِ راست سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی وہ احادیث جن کو محدثین ضعیف قرار دے چکے تھے اس کی صحت کی سند حاصل کی۔

۵﴾ اسلامی بھائیوں کو اعلیٰ اور عمدہ نفع بخش بات پہنچانے کے لئے موقع کی مناسبت سے کچھ مدنی پھول تحریر کئے۔

۶﴾ اور ان نفع بخش باتوں کو دل میں جمالینا چاہیے۔

۷﴾ کیوں کہ اس راہ میں بھٹکنے والے بہت اور جانے والے کم ہیں۔

صفحہ نمبر ۶۰

۱﴾ سند میں کچھ نقصان دیکھ کر رک جانا عقل کا تقاضہ نہیں کیوں کہ اگر وہ بات سچی ہوئی تو خود فضائل سے محروم رہ گیا اور نفل پر عمل کرنے میں عمل کرنے والے کو کیا نقصان پہنچا۔

۲﴾ یعنی کسی بھی بیماری میں کسی پرانے تجربہ کار حکیم کے حوالے سے کوئی نسخہ ملے۔

۳﴾ تو کوئی بھی عقل مند یہ نہ کہے گا کہ جب تک اس نسخہ کا پیچھا کرتے ہوئے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ اسی حکیم کا نسخہ ہے اس وقت تک اس پر عمل کرنا حرام ہے۔

۴﴾ یعنی بس یہ دیکھنا ضروری ہے کہ طب کے اصولوں کے مطابق اس مرض میں شہد سے نقصان تو نہیں پہنچتا۔

۵﴾ جو ضرورت سے زیادہ تحقیق میں پڑے گا وہ اپنی عقل سے محرومی کے سبب دوائیوں کے فائدہ اور نفع سے محروم رہ جائے گا۔

۶﴾ یعنی یہ ضرورت سے زیادہ تحقیق سے دوائیوں ہی سے محروم ہو جائے گا۔

۷﴾ یہی حال ان فضائل اعمال کی احادیث کا ہے جب حدیث میں ایک ایسے عمل کے فضائل بیان ہوئے جس سے شریعت نے روکا بھی نہیں تو اب ہمیں اس کی مزید تحقیق کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اگر وہ حدیث واقعی میں صحیح ہے تو پھر تو بہت ہی اچھی بات ہے ورنہ کم از کم اچھی نیت کا ثواب تو مل ہی جائے گا۔

۸ یعنی احتیاط کی جگہ پر حدیث ضعیف بھی مقبول ہے۔

۹ مقاصد شروع کو جاننے والا۔

۱۰ یعنی وہ دلائل کی عبادات جو کہ ذکر کی گئیں۔

۱۱ شاہ صاحب فاضل بریلوی ارشاد فرماتے ہیں کہ پہلے جو نفع بخش باتیں بیان کی گئیں ان کے نور سے جن باتوں کا یقین نقش ہوگا۔

۱۲ یعنی ترک کی جانب میں یہ تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف بلائے گا۔

صفحہ نمبر ۶۱

۱ یعنی حدیث ضعیف سے اگر گمان غالب بھی نہ ہو تو حدیث ضعیف شبہ کا گمان ہونے سے تو کم نہیں لہٰذا احتیاط کے مقام پر چاہئے کہ حدیث ضعیف کو قبول کیا جائے کیوں کہ یہی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ کے مطابق ہے۔

صفحہ نمبر ۶۲

۱ یعنی ہر وہ ضعیف حدیث جو کتاب وسنت کے خلاف نہ ہو اس کو چھوڑ دینا ہم پر لازم نہیں بلکہ قرآن وحدیث ہی ان کے مقبول ہونے پر ثبوت دیتی ہیں۔

۲ حدیث ضعیف سے بھی اگر بیع ونکاح میں کسی قسم کی کراہت کا پتہ چلے تو اس سے بچنا چاہئے۔

صفحہ نمبر ۶۳

۱ یعنی اذان دینے کے بعد اتنا وقت دے دینا چاہئے کہ قضائے حاجت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے اور کھانا کھانے والا کھانے سے تو اس حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے۔

نوٹ: یہاں ان لوگوں سے جو حدیث ضعیف کو چھوڑ دینے یا حدیث ضعیف کے خلاف کرنے کے قائل ہیں ان سے درخواست ہے کہ حدیث ضعیف کی مخالفت میں اپنی مساجد میں اذان کے فوراً بعد جماعت کھڑی کر دیا کریں تاکہ حدیث ضعیف کی مخالفت کے نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

صفحہ نمبر ۶۴

۱ منکرین تقبیل ابہامین بھی توبہ کر لیں تو ان کی بھی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور مرض نفاق سے شفا ملے گی۔

صفحہ نمبر ۶۶

۱ یعنی جب احکام میں احتیاط کے مقام پر احادیث ضعیف قبول بھی کی جاتی ہیں اور ان پر عمل بھی کیا جاتا ہے پھر فضائل اعمال میں ان پر عمل کرنا بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

۲ اعلیٰ حضرت دعا فرما رہے ہیں کہ فضائل کی احادیث کا انکار کرنے والوں کو کافی تعظیم حدیث رسول صلی اللہ علی وسلم کرنے کی توفیق مل جائے اور حدیث بارکہ کو ہلکا سمجھنے کے مہلک مرض سے نجات مل جائے۔

۳ کسی فعل کا مستحب ہونا یا احتیاطا اس کو مکروہ تنزیہی کہنا حدیث ضعیف کی وجہ سے اس بات کو لازم نہیں کرتا اس فعل کیلئے اب حدیث صحیح بھی ضرور لائی جائے بلکہ صرف مستحب یا مکروہ تنزیہہ کا حکم لگانے کے لئے حدیث ضعیف ہی کافی ہے۔

۴ پہلے جو فائدہ مند باتیں بیان کی گئیں انکو جس نے ہوش وحواس کیساتھ سنا اس پر یہ سب کچھ روز روشن کی طرح واضح ہوگیا۔

۵ حق کو واضح کرنے کے لئے چند تنبیہات کا ذکر بہتر ہے۔

۶ اس بارے میں ہر طبقہ کے علماء کے اقوال بڑی کثرت کے ساتھ آئے۔

۷ یعنی ہر حکم کے لئے حدیث صحیح لانے کی قید لگانے کی بات کہیں بھی نہیں ملتی۔ خواہ مخواہ فضائل اعمال میں بھی حدیث صحیح لانے کی قید کس طرح قبول کی جاسکتی ہے۔

۸ بلکہ علماء سلف کے اقوال صراحۃ منکرین تقبیل ابہامین کے خلاف ہیں۔

۹ اعلیٰ حضرت یہاں علامہ نووی کی کتاب ''کتاب الاذکار'' کا وہ فقرہ ذکر کر رہے ہیں جو اسی کتاب میں پہلے گذر چکا ہے۔

۱۰ اس مستحب ہونے اور واجب نہ ہونے میں یہی بات ہے کہ اگر حدیث صحیح میں آتا تو واجب ہوتا تنہا ضعیف حدیث نے صرف مستحب ہونا ثابت کیا۔

۱۱ یعنی ہر حکم فرض، واجب، سنت، مستحب کے لئے حدیث صحیح ہونے کی قید لگانے کا صریح رد فرمایا۔

۱۲ علماء نے ایسے کاموں میں احادیث ضعیفہ سے دلیل پکڑی جن میں صحیح احادیث روایت ہی نہ کی گئیں۔

۱۳ نماز میں زیادہ نیک اور پرہیزگار کی امامت۔

صفحہ نمبر ۶۷

۱ غسل کے بعد تولیہ یا رومال کا مستحب ہونا۔

۲ سبحان اللہ فقہی کلیات اور جزئیات ان کو مستحضر تھیں اگر یہ استحضار نہ ہوتا تو سو دو سو ایک ادنیٰ نظر میں جمع نہیں ہوسکتیں کیوں کہ یہ بات ہر لکھنے والا جانتا ہے کہ ایک ہی بات پر دس حوالے نکالنا کس قدر مشکل کام ہے پھر صرف ایک ہی موضوع پر سو دو سو حوالے جمع کر دینا کسی عام آدمی کے لئے ممکن ہی نہیں۔

۳ ایسی واضح بات میں طویل بات کیوں ہو۔

۴ سترھواں اور بیسواں فائدہ۔

۵ یعنی صحیح حدیث لانے کی قید لگانے کو بیکار بات بتاتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۶۸

۱﴾ یعنی ہر حکم میں ضعیف حدیث کے ساتھ صحیح حدیث لانے کی قید اصل بات شریعت ہی کو بیکار کردے گی۔
۲﴾ یعنی اس صورت میں اصول یہ ٹھہرے گا کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا جائز ہی نہ ہو جب کہ وہاں پر صحیح حدیث بھی موجود ہو۔
۳﴾ سب سے پہلے تو یہ کہ اس درجہ پر ضعیف حدیث پر عمل کا جو تقاضہ ہے وہ یا تو اس حیثیت میں جو کہ ضعیف حدیث کا متقاضی ہے یا اس حیثیت میں ہوگا جو کہ صحیح حدیث کا تقاضہ ہے۔
۴﴾ اور صحیح حدیث میں تو یہ احکام میں پہلے ہی حاصل ہے تو پھر فرق کرنا ہی زائل ہو جائے گا۔
۵﴾ کیا احکام میں کسی ضعیف حدیث کا آنا صحاح ستہ کی احادیث مبارکہ کو بھی مردود کردے گا؟۔
۶﴾ یعنی صحیح حدیث ہی کافی ہو جاتی۔
۷﴾ پھر ضعیف حدیث کا ہونا نہ ہونا برابر ہو جاتا پھر اس پر عمل کیا جانا کیسے ثابت ہوتا۔
۸﴾ یعنی یہ حکم اس سے لیا گیا ہے یا اس حدیث سے متعلق ہے۔
۹﴾ یعنی اس بات کا تو احتمال بھی نہیں کہ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے ضعیف حدیث کو لیا جائے تو ضعیف کی طرف لگاؤ کے کیا معنی۔
۱۰﴾ ضرور اس میں معنی یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں اور فضائل میں کفایت کرتی ہے۔

صفحہ نمبر ۶۹

۱﴾ اس کے تقاضہ کو سامنے رکھ کر۔
۲﴾ یعنی حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں کا حکم برابر برابر لگے۔
۳﴾ اب اس حدیث میں جس فعل کا ذکر ہے وہ فعل کوئی صحیح حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے کرتا ہے تو یہ موضوع حدیث پر عمل نہ ہوگا بلکہ اس نے صحیح حدیث کو قبول کرلیا۔
۴﴾ اور اگر روایت کے معنی میں شک وشبہ ہو تو اس ضعیف حدیث میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اسی پر عمل کرنا جائز ہے۔
۵﴾ اگر حدیث کو قبول کرنے کے یہی معنی صحیح ہیں تو یہ معنی تو حدیث عمل کی طرف ہی لوٹ جاتے ہیں۔
۶﴾ کیوں کہ احکام میں ضعیف احادیث قبول نہیں اس لئے احکام کے بارے میں مروی احادیث کا ضعف بیان کرنا ضروری ہے تا کہ اس پر عمل کرنے سے لوگوں کو روکا جاسکے۔
۷﴾ پھر اگر غیر احکام میں بھی حدیث ضعیف کا لانا جائز نہ ہو اور حدیث صحیح ہی کی شرط ہو تو فضائل واحکام دونوں برابر ہی

ہو جائیں گے۔

۸﴾ یعنی فضائل ومناقب میں ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز ہوگا۔

۹﴾ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عظیم المرتبت کی علمی دیانت داری اور وسیع نظری ہے کہ وہ نہ صرف اس میں خلاف جانے والے کے اقوال پر نظر بھی رکھتے ہیں اور یہاں بیان بھی فرمارہے ہیں۔

صفحہ نمبر ۷۰

۱﴾ کسی عام حقیقت پر ہوتا ہے اگر چہ وہ عمل مباح ہونے کی اصل پر ہو۔

۲﴾ جیسا کہ کسی نے اپنے مسلمان بھائی کی آسانی کے لئے کوئی کوشش کی۔

۳﴾ یعنی جب عمل صرف نیت سے عبادت بن جاتے ہیں تو اگر حدیث ضعیف بھی مستحب ہونے کا شبہ پیدا کردے تو پھر اس عمل کا کیا ہوگا؟ یعنی وہ تو بدرجہ اولیٰ مستحب بن جائے گی۔

صفحہ نمبر ۷۱

۱﴾ جو دین کے کاموں میں احتیاطاً استحباب پر دلالت کرتے ہیں۔

۲﴾ یعنی احکام میں حدیث ضعیف قبول نہ ہوگی لیکن عمل کے مستحب ہونے کا شبہ ضرور پیدا کردے گی۔

۳﴾ یعنی شریعت میں احتیاط اسی میں ہے کہ مستحبات پر بھی عمل کیا جائے۔

۴﴾ انہوں نے اسی پر دلائل دینے میں اعمال اور فضائل اعمال کے حساب سے فرق کیا۔

۵﴾ یعنی عمل سے مراد وہ عمل جس پر مخصوص اجر کی قرآن وحدیث سے دلیل آچکی ہو۔

۶﴾ یعنی جب حدیث ضعیف ہی میں خصوصی ثواب کا ذکر آ گیا تو اب عمل کرنا جائز ہوگا۔

۷﴾ یعنی کیا یہ امید اس امید کی طرح ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے تو یوں تو ہو نہیں سکتا تو یہ صورت باطل ہے۔

۸﴾ تو اگر اللہ عزوجل کی رحمت سے ایک آس لگائی جائے اس کی رحمت کو ڈھونڈنے کا بہانہ تلاش کیا جائے تو اس کے لئے حدیث ضعیف ہی کافی ہے۔

صفحہ نمبر ۷۲

۱﴾ یعنی محقق دوانی نے فرمایا کہ اس گمان کا امام نووی کی بات سے کوئی تعلق ہی جب ہے جب کہ یہ سمجھا جائے کہ یہاں ان کا ارادہ یہ تھا۔

۲﴾ کیوں کہ اکثر طور پر عمل کا جائز ہونا اور عمل کا مستحب ہونا اور صرف حدیث نقل کردینے کے درمیان بڑا فرق ہے۔

۳﴾ یعنی کسی عمل کی حدیث صحیح اور حسن نہ ہو تو بھی حدیث ضعیف روایت کی جاسکتی ہے۔

۴ خصوصاً محدثین کا اس تاکید کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۵ یعنی فرماتے ہیں کہ میں کسی ایسے اہل علم کو نہیں جانتا جو اتنا کم فہم ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود بھی اس کی روایت کو روایت کرنا ناممکن سمجھتا ہو۔

۵ یعنی اگر ضعیف حدیث بیان کرنا جائز ہی نہ تھا اور محدثین نے روایت کیا تو اس طریقہ پر تو اس نے محدثین اکرام کو گناہ گار قرار دے دیا۔

۶ یعنی محقق دوانی کا قول کہ ''ضروری ہے کہ اس حدیث ضعف کو ضعف پر تنبیہ کے ساتھ بیان کرے'' صحیح نہیں۔

صفحہ نمبر ۷۳

۱ یعنی قبول کی طرف آنا ہی عمل کا جائز ہونا ہے۔

۲ یعنی حدیث کی کتابوں میں ہزار ہا احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں اور محدثین نے حدیث بیان کرتے ہوئے حدیث کا ضعف بھی بیان نہ فرمایا اور اس سند میں کوئی صحیح حدیث بھی موجود نہیں تو اب ان ضعیف احادیث کا کیا ہوگا۔

صفحہ نمبر ۷۴

۱ اور احکام کے علاوہ ضعف حدیث مقبول ہے۔

صفحہ نمبر ۷۵

۱ اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان:

اگر سند حدیث میں کوئی راوی اپنے شیخ سے اس حدیث کی روایت میں منفرد ہو اور اس تفرد کی وجہ سے اس حدیث کو غریب قرار دیا جا رہا ہو، پھر بعد میں تتبع اور تفحص سے یہ معلوم ہو کہ جس راوی کو اس کے شیخ سے روایت کرنے میں متفرد سمجھا جا رہا تھا اس کی متابعت ایک اور راوی بھی کر رہا ہے تو وہ حدیث غرابت سے نکل جاتی ہے اور اس متفرد راوی کو متابع اور اس کی متابعت کرنے والے راوی کو متباع اور اس کے شیخ کو متباع علیہ کہتے ہیں اور اس عمل کو اعتبار اور متابعت کہتے ہیں، نیز اگر دوسرا راوی متفرد کے شیخ سے روایت کرے تو اس کو متابعت تامہ کہتے ہیں، اور اگر دوسرا راوی متفرد کے شیخ الشیخ سے اس حدیث کو روایت کرے تو اس کو متابعت قاصرہ کہتے ہیں، نیز اگر وہ دوسرا راوی اسی حدیث کو بلفظہ روایت کرے تو اس حدیث کو متابع کہتے ہیں اور اس کے لئے مثلہ کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور اگر وہ دوسرا راوی اسی حدیث کے ہم معنی حدیث روایت کرے تو اس حدیث کو شاہد کہتے ہیں اور اس کے لئے نحوہ کا لفظ لاتے ہیں، حافظ ابن حجر نے یہ کہا ہے متابعت میں اسی صحابی سے روایت ہوتی ہے اور شاہد میں کسی اور صحابی سے وہ حدیث مروی ہوتی ہے۔
حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح نخبۃ الفکر میں ان تمام امور کی مثالیں دی ہیں جن کو ہم ان کے حوالے سے ذکر کر رہے ہیں:

متابع تام کی مثال: امام شافعی نے کتاب الام میں یہ حدیث روایت کی ہے:

عن مالك عن عبدالله بن دينار عن ابن عمر رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الشهر تسع وعشرون فلا تصوموا حتى تروو الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين۔

از مالک از عبداللہ بن دینا از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا (بھی) ہوتا ہے تم جب تک چاند نہ دیکھو، روزے نہ رکھو اور جب تک چاند نہ دیکھو عید نہ کرو، اگر تم پر چاند مخفی رہے تو تیس دنوں کی گنتی پوری کرو۔

لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان الفاظ کے ساتھ امام مالک سے روایت کرنے میں امام شافعی متفرد ہیں اور ان کی اس حدیث کو غریب قرار دیا، کیوں کہ امام مالک کے دوسرے اصحاب (شاگردوں) نے اسی سند سے ان الفاظ کے ساتھ حدیث روایت کی ہے:

فان غم عليكم فاقدروا له۔

اگر چاند تم پر مخفی رہے تو اس کا اندازہ کرو۔

لیکن ہم کو امام شافعی کی روایت کا ایک متابع مل گیا کیوں کہ عبداللہ بن مسلمہ القعنبی نے بھی اس حدیث کو امام مالک سے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ متابعت تامہ ہے: اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے:

حدثنا عبدالله بن مسلمة ثنا مالك عن عبدالله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اشهر تسع و عشرون الحديث۔ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶، مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

اس سند میں امام شافعی متابع ہیں، عبداللہ بن مسلمہ متابع ہیں، اور امام مالک متابع علیہ ہیں اور یہ متابعت تامہ ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ایک متابع قاصر بھی ہے کیوں کہ عاصم بن محمد نے اس حدیث کو امام شافعی کے شیخ شیخ الشیخ یعنی حضرت ابن عمر سے اکملوا ثلثشین کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے اس کی سند یہ ہے:

عن عاصم بن محمد بن ابيه عن محمد بن زيد عن جده عبدالله بن عمر۔

(صحیح ابن خزیمہ ابن چھپ گئی ہے اور اس میں حضرت ابن عمر کی یہ روایت ہے فان غم علیکم فاکملو ثلاثین مگر حدیث کا ابتدائی متن اور اس کی سند حافظ بن حجر کے بیان کردہ سند اور متن سے مختلف ہے۔ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵، سعیدی غفرلہ)

صحیح مسلم میں یہ حدیث اس طرح ہے:

عبيد الله عن نافع عن ابن عمر..... فان اغمى عليكم فاقدروا له ثلاثين يوما (صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۴۷،

مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

یہ حدیث اسی صحابی سے مروی ہے اور یہ لفظاً مطابعت نہیں ہے معنیً ہے کیونکہ اس میں اکملوا کا لفظ نہیں ہے اور اگر اس حدیث کا متن کسی اور صحابی سے مروی ہو اور اس کے لفظ اور معنی مشابہ ہوں تو اس کو شاہد کہتے ہیں اور اس کی مثال یہ ہے:

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن عمرو بن دينار عن محمد بن جنين عن ابن عباس...... فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين (نسائی ج۱، ص۲۱۵، مطبوعہ کراچی) اور شاہد بالمعنی کی مثال یہ ہے: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

محمد بن زياده عن ابی هريرة...... فان اغمی عليكم فاكملوا عدة شعبان ثلاثين (صحیح بخاری، ج۱، ص۲۵۶)

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ متابعت وہ ہے جو لفظاً مشابہ ہو، عام ازیں کہ اسی صحابی سے روایت ہو یا کسی اور سے اور شاہد وہ ہے جو معنیً مشابہ ہو، عام ازیں کہ اسی صحابی سے ہو یا کسی اور سے، اور کبھی متابع اور شاہد کا ایک دوسرے پر اطلاق ہو جاتا ہے۔ (شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۴۴۔۴۵)

۲ اس صورت میں بہت ہی زیادہ فرق ہو جائے گا۔ (بحوالہ شرح صحیح مسلم جلد ۱، صفحہ ۱۸۹۔۱۹۰)

۳ علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام بخاری کی کتاب کے فوائد زیادہ ہیں اور اس کے معارف دقیق ہیں، جن راویوں سے روایت کرنے میں امام بخاری منفرد ہیں ان کی تعداد چار سو پینتیس ہے اور ان میں سے جن کو ضعیف کہا گیا ہے ان کی تعداد اسی ہے اور جن سے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں ان کی تعداد چھ سو بیس (۶۲۰) ہے، ان میں سے ایک سو ساٹھ راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے، جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے امام بخاری نے ان سے بہت کم روایت کی ہے، اس کے برعکس امام مسلم نے ان سے زیادہ روایت کی ہے، اور جہاں تک اتصال کا تعلق ہے تو امام مسلم کے نزدیک اتصال کا معیار یہ ہے کہ راوی اور مروی عنہ کا زمانہ ایک ہو اور امام بخاری کے نزدیک یہ کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ان کی ملاقات بھی ہوئی ہو، خواہ ایک مرتبہ۔ امام مسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حدیث کے تمام طرق اور ان کی اسانید کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔

۴ اس کو سمجھنے کے لئے متابع اور شاہد کی تعریف پڑھیں جو کہ پیچھے گزر چکی ہے۔

صفحہ نمبر ۷۹

۱ راویوں میں بہت پرانا طریقہ رہا ہے کہ وہ ضعیف اور مجہول راوی سے روایت کرتے ہیں۔

۲﴾ اوراس بات کو نہ برا سمجھتے ہیں نہ گناہ سمجھتے ہیں۔

۳﴾ یعنی امام ابوحاتم رضی اللہ عنہ امام بخاری کے استاد سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی کے بارے میں تعریف کرنے کے بعد فرمارہے ہیں حالانکہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرتے ہیں چنانچہ اگر ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت کرنا گناہ ہوتا تو یہ تو بہت ہی گناہ گار ہوتے۔

صفحہ نمبر ۸۰

۱﴾ یعنی اگر ایسے لوگوں کی فہرست تیار کی جائے تو ایک طویل فہرست تیار ہوجائے گی۔

۲﴾ امام شعبہ، امام مالک اور امام احمد رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین اور اکا دکا اور لوگ ایسے ہیں جنہوں نے صرف نیک پرہیزگار اور معروف راوی سے روایت کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلیا تھا۔

۳﴾ یعنی یہ بھی اپنے شیوخ کے اعتبار سے ہی یہ معاملہ رکھ پاتے۔

۴﴾ اگر اوپر تک بھی احتیاط ہوتی تو پھر حدیث کی سند میں صرف ان کا نام آنا ہی کافی ہوجاتا اور ان کی سند کی کوئی حدیث ضعیف ہی نہ ہوتی۔

۵﴾ یعنی ایسا کوئی محدث ہے ہی نہیں جس نے ضعیف راویوں سے روایت نہ کی ہو یہاں تک کہ امام مسلم اور امام بخاری بھی ضعیف راویوں سے روایت کرنے سے محفوظ نہیں۔

۶﴾ یعنی اگر آپ بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ سے آگے بڑھیں ان کتابوں کی طرف جنہوں نے صحت کا التزام کررکھا ہے تو ہر قسم کی احادیث آپ کو ہر ہر باب میں ملیں گی۔

۷﴾ اس بات کا انکار یا تو کوئی ان پڑھ، بے علم یا کوئی جاہل ہی کرسکتا ہے۔

۸﴾ اب اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ محدثین کے پاس ضعیف حدیث روایت کرنا جائز نہ تھا تو اس سے ان پر الزام آتا ہے کہ وہ ایسا کام کرتے تھے جس کو جائز نہ سمجھتے تھے۔

۹﴾ اور اگر کوئی اس گمان میں ہے کہ وہ ضعیف حدیث روایت نہیں کرتے تھے تو محدثین کا عمل خود اس بات پر گواہ ہے کہ وہ ضعیف احادیث روایت کیا کرتے تھے۔

۱۰﴾ یعنی امام ابوداؤد خود بیان فرمارہے ہیں میری بیان کردہ چند احادیث میں سخت ضعف ہے تو اگر یہ جائز نہ ہوتا تو ناجائز بات کا حضرت امام ابوداؤد رضی اللہ عنہ اعلان نہ فرمارہے ہوتے۔

۱۱﴾ یعنی اس کا حافظہ کمزور ہونے پر خاموشی اختیار کرے۔

۱۲﴾ یعنی وہ زیادہ تر احکام ہی کے لئے احادیث روایت کرے۔

۱۳﴾ علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابوطاہر سلفی نے جو یہ کہا ہے کہ مشرق اور مغرب کے علماء کا کتب خمسہ کی احادیث کی صحت پر اتفاق ہے اس کی توجیہہ میں ابن سید الناس نے یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد بقیہ تین کتابوں (ابوداؤد، ترمذی اور نسائی) کی وہ احادیث ہیں جن کے متعلق ان کے مصنفین نے ضعف کی تصریح نہیں کی اور ان پر سکوت کیا ایسی تمام احادیث صحیح ہیں، لیکن مطلقاً یہ قول درست نہیں ہے کیوں کہ ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ کسی اور نے کلام کیا ہے اس کے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں۔ البتہ علامہ نووی کی توجیہہ مستحسن ہے انہوں نے کہا ہے کہ بقیہ تین کتابوں کی اکثر احادیث لائق استدلال ہیں اور یہ توجیہہ بھی ہوسکتی ہے کہ صحیح اور حسن کی بہ نسبت ان کتابوں میں ضعیف احادیث چونکہ بہت کم ہیں اس لئے حافظ سلفی نے ان کا اعتبار نہیں کیا۔ (فتح المغیث ج ۱، صفحہ ۱۰۲)

۱۴﴾ کتب خمسہ سے مراد یہ کتابیں ہیں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، جامع ترمذی۔

صفحہ نمبر ۸۱

۱﴾ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام ابوداؤد ضعفاء کی ایک جماعت سے استدلال کرتے ہیں اور ان پر سکوت کرتے ہیں مثلاً ابن لھیعہ، صالح مولی التوامہ، عبداللہ بن محمد بن عقیل، موسیٰ بن دردان، سلمہ بن الفضل، دلھم بن صالح وغیرہم، اس لئے جن احادیث پر امام ابوداؤد نے سکوت کیا ہے ان میں امام ابوداؤد کی تقلید کر کے ان سے استدلال نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ اس حدیث کا کوئی متابع ہے جس سے اس کی تقویت ہوجائے یا وہ حدیث غریب ہے اور اس میں توقف کیا جائے، خصوصاً اس وقت جب اس حدیث میں کسی زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو کیوں کہ اس صورت میں وہ از قبیل منکر ہوجائے گی کیوں کہ امام ابوداؤد نے ان سے بھی زیادہ ضعیف راویوں سے حدیث روایت کی ہے، مثلاً حارث بن وجیہ، صدقہ دقیقی، عثمان بن واقد عمری، محمد بن عبدالرحمٰن بلیمانی، ابوجناب کلبی، سلیمان بن ارقم، اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ اور ان کی مثل متروک راوی ہیں۔ (النکت، جلد ۱، صفحہ ۴۴۵)

۲﴾ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابوموسیٰ محمد بن ابی بکر مدینی نے کہا ہے کہ مسند امام احمد صحیح ہے یہ ضعیف قول ہے، کیوں کہ اس میں احادیث ضعیفہ ہیں، بلکہ احادیث موضوعہ بھی ہیں جیسے مرو اور عسقلان کی فضیلت میں احادیث ہیں اور حمص

کے نزدیک برص احمر کی فضیلت میں حدیث ہے، اوران کے علاوہ بھی موضوع احادیث ہیں جیسا کہ حفاظ میں ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، مسانید میں سے اورکوئی مسند اس کے پائے کی نہیں ہے اس کے باوجود امام احمد سے بکثرت احادیث رہ گئی ہیں بلکہ اس میں تقریباً ان دوسو صحابہ کی روایات نہیں ہیں جن کی روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں۔

﴿۳﴾ امام ابن ذرعہ نے سنن ابن ماجہ کی بکثرت احادیث پر باطلہ یا ساقطہ یا منکرہ کا حکم لگایا ہے اس کا ذکر ابن ابی حاتم کی کتاب العلل میں ہے اور حافظ صلاح الدین علائی یہ کہتے تھے کہ ان پانچ کتابوں کے بعد چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ کے بجائے سنن ابن دارمی ہونا چاہئے کیوں کہ اس میں ضعیف رجال کم ہیں اور احادیث منکرہ اور شاذہ نادر ہیں اور ہر چند کہ اس میں احادیث مرسلہ اور موقوفہ بھی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ابن ماجہ کی کتاب سے بہتر ہے۔

﴿۴﴾ یعنی اگر ایسا شخص پائے جو کہ حدیث صحیح اور حدیث حسن وغیرہ کو پرکھنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

﴿۵﴾ یعنی جس طرح رات کو لکڑیاں اکٹھا کرنے والا لکڑی سمجھ کر گندوبلا کو بھی ہاتھ لگا سکتا ہے تو چاہئے کہ جب ایسا شخص نہ پائے جو حدیث حسن اور صحیح پرکھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو دلیل دینے کی جرأت نہ کرے۔

نوٹ: ایک مزے دار لطیفہ:

نام نہاد مقلدین، اہل حدیث، جماعت المسلمین، توحیدی، حزب اللہ یہ تمام لوگ تقلید کا انکار کرتے ہیں بلکہ حد سے گزر کر مقلدین حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی حضرات کو مشرک (یعنی ہندوؤں کے ساتھ کھڑا کردیتے ہیں) کہتے ہیں لیکن یہ سب کے سب تقلید کرتے ہیں ان کے عوام تو یوں کہ عام غیر مقلدین میں سے کسی کو بھی عربی زبان نہیں آتی تو جو ترجمہ ان کے بڑے مولوی کردیتے ہیں یہ آنکھیں بند کر کے اسی ترجمہ پر یقین کر لیتے ہیں یعنی ترجمہ کو ماننے میں تقلید کرتے ہیں اور ان کے مولوی یوں کہ یہ بڑے بڑے محدثین اکرام کی تقلید کرتے ہیں یعنی اگر ابن جوزی نے کسی حدیث کو ضعیف کہا تو اب ان کو اس کے ماننے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں یا ابوطاہر محدث نے کسی حدیث کو موضوع کہا تو اب بھی ان کو اس کو ماننے کے لئے دلیل کی کوئی ضرورت نہیں تو اب یہ ہی ہمیں بتائیں کہ ہم امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات بلا دلیل مان لیں تو مشرک اور آپ محدثین اکرام کی بات بلا دلیل مان کر مسلمان فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ اس کو کیا کہیں کہ نا سمجھی، بیوقوفی یا منافقت ہے؟

﴿۶﴾ یا آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ کوئی اہل حدیث غیر مقلد باطل کے ساتھ استدلال نہیں کرے یعنی کیا آپ کے نزدیک ہر غیر مقلد اتنا باشعور ہے کہ حدیث پڑھے اس کا ترجمہ بھی کرلے اور اس سے صحیح استدلال بھی کرلے اس کے ضعیف ہونے

کی وجہ کو بھی جان لے اور محدث کی بات پر ہرگز بھروسہ نہ کرے یقیناً پڑھنے والے کو یہ سارے لطائف سمجھ میں آرہے ہوں گے۔

۷ یعنی وہ ہر اس شخص سے بھی حدیث روایت کرتے جس کے بارے میں چند لوگ جرح کر رہے ہوتے تھے پھر جب کسی کے ترک پر اجماع ہو جاتا تو اس سے روایت کرنا ترک کر دیتے تھے۔

۸ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

صحیحین کی تخریج میں بکثرت کتابیں ہیں، جن میں جید اسانید کے ساتھ احادیث کا اضافہ کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابوعوانہ، صحیح ابوبکر اسماعیلی اور برقانی اور ابونعیم اصبہانی کی اور دوسری کتابیں جن میں صحت کا التزام کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان۔ اسی طرح مسند احمد میں بکثرت ایسی احادیث ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں اور نہ ہی ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہیں اس طرح طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر میں مسند ابویعلی اور مسند بزار میں اور دیگر مسانید، معاجم، فوائد اور اجزاء میں بکثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کی رجال کی تحقیق کے بعد ان پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے، خواہ اس سے پہلے کسی حافظ نے ان کی صحت کی تصریح نہ کی ہو، جیسا کہ علامہ نووی کی تحقیق ہے اور حافظ بن الصلاح کا اس میں اختلاف ہے۔ (اختصار علوم الحدیث، صفحہ ۲۳۔۲۱)

۹ یعنی اعلیٰ حضرت ارشاد فرما رہے ہیں کہ علماء کا واضح کلام تو اس معاملہ میں بہت زیادہ ہے اور جو یہاں نقل کر دیا گیا وہ مقصد کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔

۱۰ یعنی محدثین نے ضعیف احادیث بھی جمع کی ہیں اس صورت میں بھی جب کہ اس موضوع پر کوئی صحیح حدیث موجود نہ ہو نیز انہوں نے ضعیف کو روایت کرتے ہوئے اس بات کی نشاندہی بھی نہیں کی کہ میں یہ ضعیف حدیث روایت کر رہا ہوں۔

صفحہ نمبر ۸۲

۱ یہ بات سب کے علم میں ہے اور سب کو تسلیم بھی ہے اور یہ ایسی بات ہے کہ جس کا نہ انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس بات کو رد کیا جا سکتا ہے۔

۲ تو اگر ان ہی کا قول لے لیا جائے تو پھر تو احکام اور ضعیف حدیثوں کے درمیان فرق ہی ختم ہو گیا اور ایک ایسا مسئلہ جس میں اجماع ہو چکا اس کی بنیاد ہی گر گئی۔

۳ اور ایک مسئلہ جس پر اجماع ہو چکا اس کی بنیاد ہی منہدم ہو گئی۔

۴ یعنی خاموشی کے ساتھ نہ ہو گی بلکہ بیان کے ساتھ ہو گی۔

صفحہ نمبر ۸۳

۱۔ ایسے اعمال کے جائز ہونے یا مستحب ہونے پر ضعیف حدیث سے سند لانا احکام کے بارے میں حجت بنانا نہیں۔
۲۔ جس نے پچھلی فائدہ پہنچانے والی باتوں کو گہری نظر اور وسعت قلبی سے دیکھا اور سمجھا۔
۳۔ اس پر بیان کیے بغیر ہی ظاہر وعیاں ہے۔

صفحہ نمبر ۸۴

۱۔ حدیث ضعیف کو مستحب یا مکروہ تنزیہی یا فعل کے مباح ہونے کی تائید پر سند بنانا اسے یعنی حدیث ضعیف کو احکام میں دلیل بنانا اور حلال وحرام کے ثبوت کے طور پر پیش کرنا نہیں۔
۲۔ مباح ہونا تو حکم اصلی کے طور پر ثابت۔
۳۔ اور مستحب ہونا یا مکروہ تنزیہی ہونا شریعت کے قواعد سے ثابت ہے۔
۴۔ حدیث ضعیف کو اس زاویہ سے کہ یہ سند ضعیف غلطی کو لازم کرنے والی نہیں میں اس بات کا بھی امکان ہے کہ اصل میں یہ صحیح حدیث ہو۔
۵۔ آگے مستحب ہونے اور مکروہ ہونے کا فائدہ ان قواعد نے دیا۔
۶۔ اگر شریعت مطہرہ نے نیکیوں کو لانے اور گناہوں کو روکنے میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتو ہرگز ان مواقع میں احکام میں ذکر کردہ احکام کا پتہ نہ ہوتا۔
۷۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہم نے مستحب، مکروہ وغیرہ جو کچھ ثابت کیا دلائل صحیحہ شرعیہ سے ثابت کیا نہ کہ حدیث ضعیف سے ثابت کیا۔
۸۔ ایک کام مکمل طور پر حرام ثابت ہے۔
۹۔ اور کوئی ضعیف حدیث اس کام کی طرف بلائے۔
۱۰۔ ورنہ ضعیف حدیثوں کی صحیح حدیثوں پر ترجیح لازم آئے گی۔
۱۱۔ یعنی کیا ثابت کو بھی ثابت کرنا پڑے گا۔
۱۲۔ یعنی دم وفروج اور خبیث ونقصان وہ اشیاء کے علاوہ تمام اشیاء میں اصل ان کا مباح ہونا ہے۔
۱۳۔ غیر حلال چیز کو حلال ثابت کرنا نہیں بلکہ ثابت شدہ کی تائید کرنا ہے۔

صفحہ نمبر ۸۵

۱۔ سبحان اللہ کیا خوبصورت نسبت سے بیان کیا کہ چھ شوافع اور پانچ حنفی یعنی کل ملا کر گیارہ ہوئے۔

۲﴾ یعنی ضعیف حدیث پرعمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ عام ضابطہ کے تحت ہی آئی ہو۔

۳﴾ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس کی تحقیق کرنے پر یہ ہی نتیجہ سامنے آئے گا کہ اس بات کو صراحت کے ساتھ عمل عقائد اوراحکام کے علاوہ میں یہ کیا جائے گا۔

۴﴾ یعنی بعض نئے گروہوں کا گمان فاسد کہ ان احادیث سے انگوٹھے چومنے پر دلیل لانا احکام حلال وحرام میں ان کو بطور دلیل لانا ہے اور یہ علماء کی تصریح سے ان کا یہ کہنا جائز ہے اور لوگوں کو غلط راہ بتلانا اور عوام کو دھوکہ دینا ہے۔

۵﴾ یہاں اعلیٰ حضرت عوام کو دھوکہ دینے والوں کو طنزاً کہہ رہے ہیں کہ اس نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حلال وحرام میں ضعیف حدیث کو دلیل نہیں مانتے سینکڑوں جگہ پر ضعیف حدیث سے کئی کاموں کے جائز ہونے اور مستحب ہونے پر دلیل لاتے ہیں جس کی مثالیں پیچھے گزر چکی ہیں۔

۶﴾ یعنی گھڑی ہوئی حدیث نہ ہو۔

صفحہ نمبر ۸۶

۱﴾ یعنی سیرت پر لکھنے والے۔

صفحہ نمبر ۸۷

۱﴾ بعض راویوں کے بھولنے کی وجہ سے یا راوی حدیث کسی سے سن کر کسی اور سے روایت کردے تو یہ کمی اس حدیث کے کئی راستوں سے آنے سے پوری ہوجاتی ہے۔

۲﴾ یعنی راوی پر اگر کذب کی تہمت کی وجہ سے یا اپنے سے زیادہ یاد اور ضبط رکھنے والے کی مخالفت کے سبب سے ضعیف ہونے کا حکم لگا تو اب کئی راستوں سے حدیث روایت ہونے سے بھی حدیث ضعیف پر ضعیف ہی کا حکم ہوگا البتہ فضائل اعمال میں یہ کام آئے گی۔

۳﴾ یعنی کلبی انتہائی شدید ضعف رکھنے والا راوی ہے اور اس کے بعد جھوٹی حدیثیں گھڑنے والوں ہی کا درجہ ہے۔

۴﴾ یعنی ائمہ دین نے اسے جھوٹا قرار دیا۔

۵﴾ یعنی کلبی کو رافضی کہا گیا۔

صفحہ نمبر ۸۸

۱﴾ یعنی امام واقدی پر محدثین نے کلام کیا ہے جس کی تفصیل میزان الاعتدال وغیرہ جو اس فن کی کتابیں ہیں میں درج ہے۔

۲﴾ بادشاہوں اور حکمرانوں کی خبریں اخبار کہلاتی ہیں۔

۳﴾ سیرت اور غزوات کا علم۔

۴ حادثہ کی جمع حوادثات

۵ یعنی اسی سبب سے۔

صفحہ نمبر ۸۹

۱ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پر عمل کرنا جائز ہے۔

۲ یعنی امام بیہقی، امام ابوعثمان، اسماعیل بن عبدالرحمن، خطیب بغدادی ابن عسا کرسب نے یہ شدید ترین ضعیف روایت کی اگر نا جائز ہوتا تو یہ ہرگز روایت نہ کرتے۔

صفحہ نمبر ۹۰

۱ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں۔

۲ یعنی اگر کوشش کریں گے تو کثرت کے ساتھ اس کی مثالیں پائیں گے۔

۳ یعنی گمان اس بات کا ہے کہ بات سچی اور نفع بخش ہو اور عمل کی صورت میں نقصان کا بھی اندیشہ نہیں تو یہ بات ہر ضعیف حدیث میں حاصل ہے اور یہی اس بحث کی دلیل ہے۔

۴ یہی بات اور اس پر عمل لوگوں سے یہی حاصل سوائے علامہ حافظ کے کہ وہ شدید ضعیف حدیث پر عمل سے منع فرماتے ہیں۔

۵ یعنی یہاں سے شدید ضعف والی احادیث کو قبول کرنے کی بحث کا آغاز ہے۔

۶ یعنی صرف حافظ ہی اس معاملے میں مختلف ہیں۔

۷ کذاب جھوٹ بولنے والا، متہم بالکذب، جس پر جھوٹ بولنے کی تہمت ہو۔

صفحہ نمبر ۹۱

۱ بہت بڑی غلطیاں کرنے والا۔

صفحہ نمبر ۹۳

۱ یعنی ہم دیکھ ہی رہے ہیں کہ علماء شدید ضعیف حدیث کو بھی قبول کر رہے ہیں۔

صفحہ نمبر ۹۴

۱ ضعیف حدیثوں کے ضعف کو پورا کرنے کا بیان۔

۲ شذوذ شاذ کی جمع ہے اور یہ وہ روایت ہوتی ہے جو مقبول راوی روایت کرتا ہے لیکن اپنے سے زیادہ راجح راوی کی مخالفت کرتا ہے۔

صفحہ نمبر ۹۶

۱ جھوٹ بولنے والے۔

۲﴾ جھوٹ کی تہمت رکھنے والے۔

۳﴾ جھوٹا یا حدیث گھڑنے والا اس روایت میں تنہا ہو۔

۴﴾ یعنی امام نووی کی عادت ہے کہ وہ لفظ کئی کے لئے لفظ کثرت کا استعمال کرتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۹۷

۱﴾ یعنی معمولی ضعف رکھنے والی احادیث کا فضائل کے باب میں تنہا ایک حدیث کا بھی اعتبار ہے چاہے اس کی تائید کرنے والی کوئی بھی حدیث نہ ہو۔

۲﴾ اور پھر ایسی حدیث کی تائید کرنے والی اگر کوئی اور حدیث بھی آ گئی اور اس حدیث نے اس ضعیف حدیث کا ضعف (کمزوری) زائل کر دیا تو اب یہ کمزوری زائل ہونے کے بعد یہ حدیث طاقت پا کر حسن لغیرہ ہو جائے گی اور اب یہ احکام میں بھی کام آئے گی۔

۳﴾ یہ تمام ضعیف کی قسمیں ہیں۔

۴﴾ یعنی اگر راوی میں حدیث کو مکمل محفوظ رکھنے کی صلاحیت میں تھوڑی بھی کمی یا کوتاہی نظر آ جائے تو وہ حدیث جو صحیح کی تمام شرائط کو پورا کر رہی تھی وصف کی اس شرط کی کمی کی وجہ سے حسن لذاتہ کہلائے گی۔

۵﴾ اور پھر اگر یہ کمی غفلت کے درجہ پر نہ پہنچی ہو تو یہ ایک حدیث احکام کے لئے بھی دلیل ہو سکتی ہے۔

۶﴾ اگر حسن لذاتہ (جس کی تعریف پیچھے بیان کی گئی) کے ساتھ اس جیسی دوسری حدیث بھی مل جائے تو یہ حدیث صحیح لغیرہ یعنی تقریباً صحیح جیسی بن جائے گی اور اگر اس سے کم درجہ کی حدیث اس کی تائید کرے گی تو یہ صحیح لغیرہ نہیں بنے گی جب تک یہ کم درجہ والی بہت ساری روایات جمع نہ ہو جائیں۔

۷﴾ اعلیٰ حضرت کے حیرت انگیز قوت حافظہ اور قوت استدلال اور قوت بیان کا اندازہ ہوتا ہے کہ جب قلم روکنے پر یہ حال ہے تو اگر آپ تفصیل کے ساتھ بیان کرنا شروع کریں تو شاید صرف ایک ہی مسئلہ پر کئی جلدوں پر کتابیں آ جائیں اور یہ سب آپ پر سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصوصی فضل و کرم کا ثمر ہے۔

۸﴾ طبقہ رابعہ کیا ہے؟

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے کتب حدیث کے چار طبقات بنائے ہیں۔

طبقہ اولیٰ: وہ کتابیں جو سب سے زیادہ صحیح اور مشہور و مقبول ہیں جیسے صحیح بخاری، صحیح مسلم، موطا امام مالک۔

طبقہ ثانیہ: وہ کتابیں جو قریب قریب پہلے طبقے کے صحیح مشہور اور مقبول ہیں مگر ان میں ضعیف احادیث کا تناسب پہلے طبقے سے زیادہ ہو جیسے جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی۔

طبقہ ثالثہ امام بخاری اور امام مسلم سے پہلے کے یا ان کے معاصر یا قریب قریب معاصر ایسے بڑے محدثین کی کتابیں جو مسلم الثبوت ماہر ہیں مگر ان کی کتابوں میں طبقہ ثانیہ کے مقابلے میں ضعیف احادیث زیادہ ہیں جیسے مسند امام شافعی، سنن ابن ماجہ، مصنف عبدالرزاق مصنف ابن شیبہ، سنن دارمی، سنن دار قطنی، سنن بیہقی، طبرانی وغیرہ وغیرہ۔

طبقہ رابعہ: امام بخاری اور مسلم سے متاخرین محدثین کی کتابیں جیسے دیلمی، ابونعیم اور ابن عساکر اور حاکم کی تصانیف وغیرہ۔

۹ یعنی ابونعیم، ابن عساکر اور حاکم کی احادیث کو دیکھتے ہی ضعیف کا نعرہ لگا دینا یعنی ان کی احادیث کو لازمی طور پر ضعیف سمجھنا بے وقوفی اور کم عقلی ہے جیسا کہ وہابیہ کا طریقہ رہا ہے کہ بخاری و مسلم سے ہی دلیل مانگتے ہیں اور دیگر تمام کتابوں کا نام دیکھتے ہی ضعیف کا حکم لگا دیتے ہیں حالانکہ ان کتاب میں صحیح حسن ضعیف اور موضوع ہر طرح کی احادیث موجود ہیں۔

۱۰ یعنی صحیح حسن ضعیف اور موضوع احادیث کے آپس میں مل جانے کی وجہ سے اور محدثین کے بیان نہ کرنے کہ یہ ضعیف ہے یہ حسن ہے یہ حدیث ہی میں اس بات کا امکان ہے کہ ضعیف ہو لہٰذا جس کو پرکھنا نہ آتا ہو اس کو پرکھنے والوں کے خیالات پڑھے بغیر ان احادیث کو احکام میں دلیل بنانا جائز نہیں۔

۱۱ شاہ صاحب کے جملے کا مطلب یہی ہے کہ عقائد و احکام میں قابل اعتماد نہیں کہ ان سے دلیل پکڑی جا سکے جب تک کہ تحقیق نہ کر لی جائے۔

صفحہ نمبر ۹۸

۱ یعنی یہ نہیں کہ حاکم، ابونعیم وغیرہ کی تمام ہی احادیث موضوع ہوں اور کوئی بھی حدیث فضائل میں بھی سند و دلیل نہیں بن سکتی اور کوئی تھوڑی سی عقل و تمیز رکھنے والا ایسی بات کا دعویٰ نہ کرے گا تو شاہ صاحب جیسے عالم و فاضل یہ بات کس طرح کر سکتے ہیں۔

۲ وہابی ٹولے کے بیہودہ گوئی کرنے والے اپنی جہالت کو جس کے بھی سر ڈالیں۔

۳ پہلی بات تو یہ کہ شاہ صاحب عقیدے اور احکام میں حدیث کو بطور دلیل کا انکار فرما رہے ہیں جو کہ فضائل میں بطور دلیل حدیث لینے کا انکار نہیں۔

۴ دوسری بات کہ یہی شاہ صاحب امام ابونعیم کی ”حلیہ الاولیا“ کی خوب تعریف کر رہے ہی تو اس تعریف کا مطلب؟

۵ پھر خطیب بغدادی کی کتاب کی بھی تعریف کر رہے ہیں۔

۶ یعنی امام خطیب کی فائدہ مند کتابیں فن حدیث میں محدثین کا سرمایہ ہیں اور دلیل پکڑنے میں زبردست ہیں۔

۷ پھر شاہ صاحب نے ایک دوسرے محدث سے ان کی کتابوں کی تعریف نقل فرمائی۔

۸ یعنی کہاں شاہ صاحب کی وہ عقیدت اور کہاں وہابیوں کی وہ بیہودہ بات کہ وہ کتب کسی بھی مقام پر دلیل نہیں بن سکتیں کیوں کہ وہ بالکل بیکار ہیں۔

صفحہ نمبر ۹۹

۱ فضائل میں تو تنہا ضعیف حدیث ہی قبول ہے تو یہ احادیث طبقہ رابعہ میں بہت ملیں گی اور حقیقت میں ان کتابوں میں صحیح حسن ہر قسم کی احادیث موجود ہیں۔

۲ جب علم حدیث طبقہ رابعہ تک پہنچا تو محدثین اکرام نے دیکھا کہ پہلے کے علماء نے صحیح اور حسن تقریباً تمام احادیث کو جمع کر دیا ہے تو انہوں نے جان بوجھ کر ضعیف اور کمزور احادیث کو جمع کیا اور جمع کرنے سے ان کی غرض یہ تھی کہ بڑے محدثین اور احادیث میں غور و فکر کر کے گھڑی ہوئی حدیثوں کو اچھی حدیثوں سے الگ کر لیں۔

۳ یہ دو جملے قابل غور و فکر ہیں (۱) متاخرین نے خطیب اور ان کے طبقے کے لوگوں کی احادیث میں تصرف کیا اور حکم لگایا (۲) امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں حسن لغیرہ کو ضعیف اور منکر سے ممتاز کیا۔

۴ یعنی یہاں پر ایسی صاف وضاحت موجود ہے کہ طبقہ رابعہ میں صرف ضعیف حدیث ہی نہیں بلکہ حسن احادیث بھی بکثرت موجود ہیں اور یہ احادیث تو احکام میں بھی دلیل ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۰۰

۱ ان تمام کتب (یعنی ابونعیم، معجم صغیر، معجم کبیر اور دیگر کتب) میں صحیح احادیث بھی ہیں اور حسن اور ضعیف بھی۔

۲ امام جلال الدین سیوطی کا ارشاد ہے طبقہ اولیٰ سے طبقہ رابعہ تک سب کو ایک ساتھ رکھ کر یہ بھی بتا دیا ان سب کتابوں میں صحیح، حسن، ضعیف سب اقسام کی احادیث ہیں۔

۳ یعنی طبقہ رابعہ شاہ صاحب کی کتابوں میں احادیث جگہ جگہ پر موجود بلکہ اس سے بھی نیچے کی سند موجود ہے۔

۴ یعنی یا تو شاہ صاحب اپنا ہی کلام نہ سمجھے یا یہ احمق وہابی، دیوبندی ناحق معنی کو بدلتے ہوئے ان احادیث کو بیکار قرار دینا ان کے سر کئے دیتے ہیں۔

۵ چند مثالیں تفسیر عزیزی سے پیش خدمت ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۰۳

۱ مستدرک میں اعلیٰ درجہ کی صحیح اور حسن احادیث موجود ہیں امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط کے مطابق سینکڑوں صحیح احادیث اس میں موجود ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۰۴

۱﴾ یعنی نصف کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی شرائط پر ہے اور ایک چوتھائی کا تعلق ان صحیح احادیث سے ہے جو ان محدثین کے علاوہ دیگر محدثین کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں۔

۲﴾ امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں تمام احادیث صحیحہ کو منحصر کرنے کا التزام نہیں کیا، امام بخاری نے خود کہا ہے کہ میں نے اپنی کتاب جامع میں صرف احادیث صحیحہ کو درج کیا ہے اور طوالت کی وجہ سے میں نے اکثر احادیث صحیحہ کو ترک کر دیا اور امام مسلم نے کہا ہے کہ میں نے اپنی صحیح میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔

حافظ ابوعبداللہ بن اخرم نے کہا کہ امام بخاری اور امام مسلم سے جو احادیث رہ گئی ہیں ان کی تعداد بہت کم ہے، لیکن یہ قول بھی صحیح نہیں، یہ متروکہ احادیث کم نہیں ہیں کیوں کہ امام حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری کی مستدرک علی الصحیحین، بہت بڑی کتاب ہے (یہ جہازی سائز کی چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے) اور اس میں ان احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد ہے، جو امام بخاری اور امام مسلم کی شرطوں کے موافق ہونے کے باوجود ان کی کتابوں میں نہیں ہے، اور خود امام بخاری نے کہا ہے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ ہیں، جب کہ ان کی کتاب صحیح بخاری میں درج کل احادیث صحیحہ کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتّر ہے۔ (علوم الحدیث، ابن صلاح، صفحہ ۱۷)

صفحہ نمبر ۱۰۳

۱﴾ ان عبارات سے یہ بات پتہ چلی کہ بے اعتمادی صحیح اور ضعیف احادیث کے آپس میں مل جانے کی وجہ ہے۔

۲﴾ کتاب مستدرک حدیث کی مشہور کتاب ہے جس میں تین چوتھائی احادیث صحیحہ ہیں۔

۳﴾ کوئی جاہل بھی اس کا دعویٰ نہ کرے مگر وہابیہ جیسے بے عقل اور کم فہم لوگ۔

۴﴾ یعنی اگر خود صحیح اور ضعیف کو سمجھنے کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو تو خود ہی پرکھ لے ورنہ ان محدثین کے کلام کی طرف دیکھے جنہوں نے ان احادیث کو پرکھا اور صحیح اور ضعیف اور موضوع کو الگ الگ کر دیا ہے۔

۵﴾ یعنی حدیث پرکھنے کا یہ حکم تو طبقہ ثانیہ، طبقہ ثالثہ سب ہی پر ہے۔

۶﴾ میرے پیارے اعلیٰ حضرت منکرین اور کج فہموں کے پاس دیکھنے والی آنکھیں کہاں کہ وہ نصوص ائمہ دیکھیں ہم نے تو اپنے دور میں ۹۹% فیصد وہابی ایسے ہی دیکھے کہ وہ بخاری اور مسلم کے علاوہ ہر حدیث کو ناقابل اعتبار اور بے کار سمجھتے ہیں آج بدمذہبوں کے نزدیک تمام علم بخاری و مسلم میں محصور ہے۔

۷﴾ حاصل یہ کہ حدیث کے درجات کا تعین اس کی سند اور اس سند پر محدثین کی تحقیق و فکر پر ہے نہ کہ فلاں کتاب میں ہونے اور نہ ہونے کی وجہ سے۔

صفحہ نمبر ۱۰۶

۱ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ جب میرا قلم اس مقام پر پہنچا تو فیض و کرم جاری ہو گیا اور طبقات حدیث کا مقام اور مقصد کے معتبر تحقیق اور باریک باریک گوشے واضح ہونے لگے۔

۲ اگر یہاں اختلاف کو بیان کرتا تو کلام کی طوالت کی وجہ سے مقصد سے دور ہو جانا سامنے تھا۔

۳ خاص مخالفت موضوعات ہی کو لازم کیا ہو جیسے موضوعات ابن جوزی وغیرہ۔

۴ یعنی صرف اسی مصنف کے گمان میں موضوع روایت لیکن حقیقت میں ابن جوزی وغیرہ کے کہہ دینے سے غیر صحیح ہونا بھی لازم نہ کرے گا۔

۵ ان کتابوں میں بغیر دلیل کے صحیح اور حسن احادیث بھر دیں اور موضوع کا حکم لگا دیا۔

۶ اور اس کو ائمہ دین نے اپنی زبردست دلیلوں سے باطل کر دیا۔

۷ یعنی محدثین نے ان کتابوں میں دلائل ارشاد فرمائے۔

۸ مزید کتب جن میں تفصیل سے اس پر کلام کیا گیا۔

۹ یعنی وہ کتابیں جو بیان احادیث موضوع میں تالیف ہوئیں دو قسم کی ہیں۔

(الف) ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص موضوع روایت کا قصد کیا اس کا ذکر گزر چکا اب دوسری قسم کا ذکر ہے۔

(ب) اس میں مصنفین نے موضوعات پر اعتراض کا قصد نہیں کیا بلکہ دوسروں نے جو موضوع ہونے کا حکم لگایا اس کی تحقیق اور تفتیش پر کام کیا۔

صفحہ نمبر ۱۰۷

۱ یعنی ابن جوزی موضوع روایات پر حکم لگاتے لگاتے حد سے آگے نکل گئے اور صحیح اور حسن روایات کو بھی موضوع قرار دے دیا تو ائمہ محدثین نے اس پر ان کو تنبیہ فرمائی۔

۲ یعنی صرف کتاب میں شامل کر لینے سے حدیث موضوع نہ ہو جائے گی بلکہ اس حدیث پر اگر کچھ حکم دیا یا سند میں کوئی خامی بتائی یا متن پر کوئی بات کہی تو اس بات یا اس خامی کو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ بات صحیح ہے یا نہیں اور صحیح ہونے کی صورت میں حدیث پر کیا حکم لگے گا۔

۳ یعنی اگر کچھ بھی کلام نہ کیا تو پھر دیکھنے کی احتیاج تو رہے گی اور تفتیش کی ضرورت بھی رہے گی۔

صفحہ نمبر ۱۰۸

۱ یعنی ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں سستی سے کام لیا اور صحیح روایات کو موضوعات میں ذکر کر دیا اور یہی کام حسن

روایات اور ضعیف کے ساتھ کیا یعنی انہیں بھی موضوع کے کھاتے میں ڈال دیا۔

۲ یعنی منکرین تقبیل ابہامین کا یہ احمقانہ گمان کی اگر یہ حدیث موضوع نہ ہوتی تو شوکانی موضوعات میں کیوں ذکر کرتا کیا جہالت زبردست جہالت ہے۔

۳ ان منکرین تقبیل ابھامین کے گردہ کے حدیث کے موضوع ہونے کا گمان فاسد باطل ہوگیا۔

۴ ایسی بات سے موضوع ہونے کا وہم پالنا کسی علم والے کا کام نہ تھا اعلیٰ حضرت (آپ نے حق و سچ فرمایا یقیناً یہ تمام باتیں جاہلوں اور بے عقل لوگوں کی ہیں)۔

۵ یعنی یہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ موضوعات میں ذکر ہونا حدیث مبارکہ کے شدید ضعیف ہونے کو لازم نہیں کرتا۔

۶ جو ایک طریقہ پر فضائل میں قبول ہونے میں رکاوٹ ہے۔

۷ یعنی بغیر دیکھے حکم لگانا تو قطعی طور پر ضعیف ہونے کا بھی فائدہ نہ دے گا۔

۸ دونوں قسموں میں صحیح اور حسن دونوں اقسام کی احادیث موجود ہیں۔

۹ نفع پہنچانے والے علماء نے جھوٹ کے بارے میں لکھنے میں دو قسمیں کیں۔

۱۰ ایک وہ جنہوں نے ضعیف راویوں اور جھوٹ بولنے والوں کے بارے میں کتابیں لکھیں۔

۱۱ دوسرے وہ جنہوں نے اپنی کتاب موضوع احادیث سے خاص کیں۔

صفحہ نمبر ۱۰۹

۱ یعنی کہاں حدیث نکالنے کا فن اور کہاں موضوع روایات پر کتاب لکھنے کا فن اور تماشہ یہ کہ وہابیوں کو امام اعظم ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما سے برابری کا دعویٰ ہے۔

۲ یہ بات چودھویں کے چاند کی طرح روشن اور واضح ہے کہ انگوٹھے چومنے کی حدیثیں اگر اہل علم کے عمل سے ا[illegible] راویوں کے روایت کرنے سے بھی قوی نہ ہوں تو بھی فضائل اعمال میں محدثین وفقہاء ضعیف حدیث کو بھی معتبر مانتے ہیں۔

۳ انگوٹھا چومنے سے منع کرنے والوں کی ساری باتیں ان کے جھوٹ اور لاپرواہی کی وجہ سے تھیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے یہ منکرین اپنے آخری انجام کو پہنچے۔

۴ یعنی سند تو مقبول نہ ہو مگر تجربہ اس بارے میں کافی ہو۔

۵ جیسا کہ نماز حاجت جو کہ علماء اور صلحاء کے تجربہ میں آچکی ہے تو سند مقبول نہ ہونے کے باوجود یہ بات قبول ہوگی۔

۶ یعنی وہ علماء جو راویوں کے حالات کے اعتبار سے راویوں کو ضعیف یا قوی قرار دیتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۱۱

۱ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

شیخ محی الدین ابن عربی نے کہا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت پہنچی کہ جس شخص نے ستر ہزار مرتبہ لاالہ الا اللہ کہا اس کی مغفرت کردی جائے گی اور جس کو اس کا ثواب بخش دیا گیا اس کی بھی مغفرت کردی جائے گی میں نے ستر ہزار مرتبہ لاالــــہ الا اللہ پڑھ لیا اور میں نے بالخصوص کسی شخص کے لئے اس کو بخشنے کی نیت نہیں کی، پھر اتفاق سے میں بعض اصحاب کی ایک دعوت میں شریک ہوا ان میں ایک نوجوان تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے، اچانک وہ کھانے کے درمیان رونے لگا، میں نے اس کے رونے کا سبب پوچھا اس نے کہا میں نے اپنی ماں کو عذاب میں مبتلا دیکھا ہے میں نے دل ہی دل میں اس ستر ہزار بار پڑھے ہوئے لا الـــــہ الا اللہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا پھر وہ نوجوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اپنی ماں کو اچھے حال میں دیکھ رہا ہوں، شیخ ابن عربی نے کہا میں نے اس حدیث کی صحت کو اس جوان کے کشف سے جان لیا اور اس جوان کے کشف کی صحت کو اس حدیث کی صحت سے جان لیا۔ (مرقات، جلد۲، صفحہ۹۹، ۹۸)

صفحہ نمبر ۱۱۲

۱ یعنی علماء کا بلا سند ذکر کردینا ہی کافی ہے۔

۲ یعنی اگرچہ طبقہ رابعہ سے بھی تعلق نہ ہو پھر بھی معتبر ہے۔

صفحہ نمبر ۱۱۳

۱ لیکن کیوں کہ یہ مقام فضائل میں تھا اس لئے اس قدر کافی سمجھا گیا۔

۲ یعنی محدثین کو تو ان بے وقوفوں، احمقوں اور مراتب کے فرق نہ جاننے والوں کی طرح حدیث کا کسی طبقہ سے بھی نہ ہونا اس کے ذکر کرنے اور قبول کرنے سے مانع نہ ہوا۔

۳ بلکہ اس کو حوالے کے طور پر پیش کیا۔

۴ یعنی بطور سند کے ذکر کیا۔

صفحہ نمبر ۱۱۶

اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں کہ رب عزوجل کی مدد سے روشن کلام پیش کررہا ہوں مگر انکار کرنے والوں کی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ ہی کھولے۔

۲﴿ یعنی اگر حدیث گھڑی ہوئی بھی ہو تو بھی اس میں ذکر کردہ فعل کی ممانعت لازم نہیں آتی۔

۳﴿ یعنی بالفرض حدیث موضوع اور باطل ہی ہو پھر بھی حدیث کا موضوع ہونا اس حدیث کا حدیث نہ ہونا ہوا نہ کہ نہ ہونے کی حدیث۔

۴﴿ اب جب موضوع حدیث میں اس فعل کا ذکر آ گیا تو زیادہ سے زیادہ یہ ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ اس باب میں کچھ بھی وارد نہ ہوا نہ کہ یہ مطلب نکلے گا کہ انکار اور منع آیا ہے۔

۵﴿ اب اس فعل کو دیکھا جائے گا اگر شریعت کے قاعدے کے مطابق وہ کام منع ہوگا تو پھر منع ہوگا ورنہ اس فعل کا مباح ہونا اپنے اصل پر باقی رہے گا اور مباح عمل اچھی نیت کے ساتھ مستحب اور مستحسن ہو جاتا ہے۔

۶﴿ الاشباہ والنظائر اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے۔

صفحہ نمبر ۱۱۷

۱﴿ یعنی موضوع حدیث خود باطل و بے کار و بے اثر ہے۔

۲﴿ یا کام کی ممانعت اور وہ کام نہ کرنے کا لیٹر۔

۳﴿ یعنی حدیث اگرچہ موضوع ہو لیکن اگر اس میں ذکر کردہ فعل کسی قاعدہ شرعی کے تحت ہو تو اب فعل سے ممانعت نہیں ہو سکتی۔

۴﴿ اور یہ موضوع کو حدیث ٹھہرانا نہیں بلکہ اس فعل کے قاعدہ شریعہ کے تحت آنے کی وجہ سے ہے۔

۵﴿ یہ تو پورے مسئلہ کو صراحت سے بیان کرنا تھا اب اس کے جزئیات پر نظر کیجئے۔

۶﴿ یعنی موضوع اور باطل روایت علماء کے نزدیک منع فعل کو واجب نہیں کرتا۔

صفحہ نمبر ۱۱۸

۱﴿ یعنی خرقہ پہننے کی حدیث موضوع و باطل ہونے کے باوجود ائمہ دین خرقہ پہنتے اور اپنے شاگردوں کو پہناتے ہیں اور اسے باعث برکت مانتے ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۱۹

۱﴿ یعنی باوجود موضوع حدیث ہونے کے خوشبو سونگھتے وقت درود پاک پڑھنا مکروہ بھی نہیں۔

صفحہ نمبر ۱۲۰

۱﴿ یعنی جب اچھی اچھی نیتیں کرلے گا تو اب خوشبو سونگھنے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کثیر ثواب دیا جائے گا۔

۲﴿ جیسا کہ موئے مبارک کی زیارت کے وقت درود پاک پڑھنا مستحب ہے۔

۳﴿ دیکھو باوجود یہ کہ احادیث موضوع تھیں اور اس فعل کی کوئی سند بھی نہ تھی پھر بھی علماء نے جائز رکھا بلکہ اچھی نیت سے

کرنے پر اجر و ثواب کا حقدار ٹھہرایا۔

صفحہ نمبر ۱۲۱

۱۔ یعنی حدیث کے باطل و موضوع ہونے کے باوجود اولیاء اکرام کے اس حکم کی فرمانبرداری اور اس کے فعل سے برکت لینے کی وصیت فرمائی کیوں کہ فعل فی نفسہ اصول دین سے ٹکراتا نہ تھا یعنی کلمہ پڑھنا کون سے اصول کو توڑتا ہے؟

صفحہ نمبر ۱۲۲

۱۔ لہٰذا اب وہابیوں اور دیوبندیوں پر ان کے اصول کے مطابق لازم ہوا کہ عضو دھوتے وقت دعائیں نہ پڑھیں بلکہ دوسروں کو اسی شد و مد کے ساتھ دعا پڑھنے سے روکیں جس طرح تقبیل ابھامین سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

۲۔ یعنی دعاؤں کا حضور اکرم نور مجسم سے ثابت نہ ہونا ان دعاؤں کو مکروہ یا بدترین بدعت ہونا لازم نہیں کرتی بلکہ علماء اکرام اور اولیاء اکرام نے ان دعاؤں کو پڑھنے کو مستحب مانا ہے۔

۳۔ یعنی حدیث کا موضوع ہونا اس فعل کے جائز ہونے کو تو کیا مستحب ہونے کو بھی منع نہیں کرتا۔

۴۔ حدیث مسلسل کا بیان:

جس حدیث کی سند کے رجال میں سے ہر راوی تسلسل سے کسی ایک حالت کو نقل کرے عام ازیں کہ ہر راوی کسی ایک قول کو تسلسل سے نقل کرے یا کسی ایک فعل کو نقل کرے یا قول اور فعل کو نقل کرے یا صیغہ ادا کو نقل کرے۔

عن عبدالرحمٰن بن الحبلی عن الصنابحی عن معاذ بن جبل ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اخذبیده وقال یا معاذ والله انی لاحبك فقال اوصیك یا معاذ لاتدعنّ فی دبر کل صلوٰۃ تقول اللّٰھم اعنی علی ذکرك وشکرك و حسنی عبادتك واوصی بذلك معاذ الصنابحی واوصی به الصنابحی ابا عبدالرحمن۔ سنن ابوداؤد، جلد ۲، صفحہ ۲۱۳	از عبدالرحمٰن حبلی از صنابجی از حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: اے معاذ بخدا میں تم سے محبت کرتا ہوں، اے معاذ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد اس دعا کو نہ چھوڑنا ''اے اللہ! تو اپنے ذکر اور شکر میں اور اچھی طرح اپنی عبادت کرنے میں میری مدد فرما، پھر حضرت معاذ نے صنابجی کو اس دعا کی وصیت کی اور صنابجی نے ابو عبدالرحمٰن کو اس کی وصیت کی۔

اس حدیث میں تسلسل یہ ہے کہ ہر مروی عنہ نے اپنے راوی کو اس دعا کی وصیت کی ہے۔ حدیث مسلسل کی دوسری مثال یہ ہے کہ سلسلہ سند کے تمام رجال کسی ایک فعل کو تسلسل سے نقل کریں؟

حافظ عراقی لکھتے ہیں:

سیر اعلام

عن ابی ھریرۃ قال شبک بیدی ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم وقال خلق اللہ الارض یوم السبت فحدیث فقد تسلسل لنا تشبیک کل واحد من رواتہ بید من رواہ عنہ۔ التبصرہ والتذکرہ، جلد۲، صفحہ۲۸۵

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن زمین کو پیدا کیا الحدیث، پھر ہر مروی عنہ نے اپنے راوی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ حدیث روایت کی۔

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

فعل کے تسلسل کی دیگر مثالیں یہ ہیں، سر پر ہاتھ رکھنا، طالب کا ہاتھ پکڑنا، درود شریف پڑھتے وقت ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے گننا، مصافحہ کرنا، نماز میں رفع یدین کرنا، ٹیک لگا کر بیٹھنا، کھلانا پلانا، کھجور اور پانی سے دعوت کرنا۔

صفحہ نمبر ۱۲۳

۱﴾ یعنی اس میں کوئی بات بھی ایسی نہیں کہ دل خواہ مخواہ موضوع ہونے کی گواہی دے۔

صفحہ نمبر ۱۲۴

۱﴾ یعنی گھڑ کر عمل کرنے اور جس بارے میں حدیث گھڑی گئی اس پر عمل کرنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

صفحہ نمبر ۱۲۵

۱﴾ جس بارے میں حدیث گھڑی گئی وہ عمل مطلق منع نہیں کیوں کہ اگر ایسا ہو تو حلال و حرام کی ڈور تو بے باک جھوٹوں کے ہاتھ آ جائے گی لاکھوں مباح افعال وہ ہیں جن کے بارے میں خصوصیت سے کوئی نص نہیں آئی تو اب جب حدیث گھڑنے والے جس فعل کی ترغیب میں حدیث گھڑ دیں تو وہ حرام ہو جائے اور جس عمل سے روکنا چاہیں تو حدیث گھڑ دیں تو وہ فعل واجب ہو جائے کیوں کہ موضوع کی مخالفت میں لازم ہوگا کہ وہ فعل ضرور کیا جائے۔

۲﴾ یعنی حدیث گھڑنے والے عمل کی طرف رغبت دلانے کی اور عمل سے بچنے دونوں کی حدیثیں گھڑ دیں تو نہ تو عمل کرتے بن پڑے اور نہ ہی عمل چھوڑتے ہی بن پڑے۔

۳﴾ مشائخ کے اعمال کو سند کی احتیاج نہیں۔

۴﴾ اعمال میں مشائخ کے پاس کچھ کا کچھ کر دینے اور نئے اعمال کو ایجاد کرنے کی ہمیشہ

۵﴾ کم از کم کچھ نہیں تو اس کو اعمال مشائخ ہی میں سے سمجھ لیجئے۔

۶﴾ یعنی اگر آنکھوں کی روشنی کے لئے کوئی عمل کیا تو اس کے لئے حدیث سے ثبوت دینے کی کیا ضرورت ہے۔

۷﴾ اب شاہ ولی اللہ کی یہ بات پڑھ کر دیوبندیوں کا کیا جواب ہوگا؟

صفحہ نمبر ۱۲۶

۱﴿ دیوبندی جواب دیں؟

۲﴿ دیوبندی جواب دیں؟

۳﴿ یعنی یہ تمام اعمال بے سند حلال اور بہترین اعمال قرار پائیں مگر ازان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا بڑے بڑے علماء کا دستور ہونے اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہونے کے باوجود یہ فعل حرام اور وبال اور گمراہی کو لازم کردینے والا فعل قرار پائے تو کیا انگوٹھے چومنا اسی لئے بدعت ہے کہ دلوں کی دبی ہوئی بغض وعداوت کی وہ آگ بھڑک اٹھی ہے جو کہ دیوبندیوں کے دلوں میں نام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سن کر بھڑک جاتی ہے۔

۴﴿ یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نئی نئی باتیں بتائیں بلکہ ایجاد کریں۔ بلکہ صراحت بیان کریں کہ یہ خاص میری ہی ایجاد ہے لیکن اچھی ہے اور خوش آئند ہے۔

صفحہ نمبر ۱۲۶

۱﴿ یعنی ان میں سے کچھ بھی یاد نہیں آتا جیسا کہ آج کے دیوبندیوں کو ختم بخاری اور یوم صدیق اکبر بدعت نہیں نظر آتے مگر میلاد اور قرآن خوانی کی محافل ان کو بدعت نظر آتی ہیں۔

۲﴿ ہم تو انگوٹھے چومنے کو مستحب ہی کہتے ہیں لیکن عجیب بات یہ ہے کہ جدید وہابیوں کے نزدیک یہ سنت ہے۔

۳﴿ یعنی کہاں وہابی اور کہاں ایسی بات جو ان کے مذہب میں کسی نے نہ کہی۔

۴﴿ بے چین و بے قرار اور اور تغیر وتبدل نے ایک ہی پستان سے دودھ پیئے ہیں

۵﴿ یعنی نیا گروہ دیوبند کے ایک مولوی رشید احمد گنگوہی اپنی کتاب ''براہین قاطعہ'' میں احکام کے علاوہ ضعیف احادیث قبول کرنے کی بحث لکھی۔

صفحہ نمبر ۱۲۸

گنگوہی کی خرافات

۱﴿ یعنی جب بھی کسی نیک عمل کی فضیلت اور اس پر ثواب پر کوئی ضعیف حدیث آئے تو وہ اسی وقت قبول ہوگی جب کہ اس عمل کے بارے میں صحیح حدیث نہ آئی ہو۔

۲﴿ یعنی اگر حدیث ضعیف میں جب کوئی خاص ثواب وفضیلت کا ذکر نہ ہو تو وہ قبول نہ ہوگی کیوں کہ یہ حدیث عمل کی ہوئی نہ کہ فضائل عمل کی۔

۳﴿ پھر ذکر کی گئی شرط حدیث پر اگر چہ حدیث قبول بھی ہو جائے پھر بھی وہ عمل اس وقت فضیلت کی وجہ سے مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک کئی ضعیف احادیث سے مل کر یہ حدیث حسن لغیرہ نہ ہو جائے۔
حدیث ضعیف سے مستحب کی دلیل لانا نئی بات ہے جو خلاف اجماع ہے۔

۴﴿ علماء نے جتنے اعمال کو حدیث میں آنے کی وجہ سے مستحب مانا ہے ان سے حدیث حسن لغیرہ ہو گئی ہے۔

۵﴿ دلیل یہ ہے کہ وضو کی دعاؤں کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں۔

۶﴿ یعنی یہ ان کا حکم جو حدیثیں اعضائے جسمانی کے متعلق آئیں اور جو کچھ اعضاء جسمانی کے غیر متعلق آئیں

۷﴿ سیرت، معجزات، فضائل صحابہ و اہل بیت ضعیف احادیث کے قبول ہونے کی علماء کے صریح قول برابر ہر دور میں آتے رہے۔

صفحہ نمبر ۱۲۹

۱﴿ یعنی عقائد میں تو بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں جو خبر واحد ہوں وہ بھی رد کر دی جائیں گی جب تک کہ وہ کثیر راویوں سے روایت ہو کر بالکل یقینی نہ ہو جائیں۔

۲﴿ یعنی جو اعضائے بدن سے متعلق نہ ہوں اس میں صحیح حدیث جو خبر واحد ہو وہ بھی بے اعتبار۔

۳﴿ اور اعضائے بدن سے متعلق وہ احادیث جن میں مخصوص ثواب کا ذکر نہ ہو اس میں بھی صحیح حدیث درکار۔

۴﴿ اور جب ثواب کا بھی ذکر ہو تو ضعیف احادیث قبول کی جائیں گی علماء نے یہی معنی مراد لئے ہیں مگر پھر بھی عمل مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک ضعیف حدیث کئی طرق سے نہ آجائے۔

اعلیٰ حضرت کے بابرکت کلمات

۵﴿ یعنی گنگوہی نے نئی باتیں نئے قاعدے بنانے کی واردات کی ہے۔

۶﴿ ان کی فضول بکواس کو غلط ثابت کرنے میں کیا وقت ضائع کیجئے۔

۷﴿ یعنی جس نے ہماری پچھلی فائدہ مند روشن دلیلیں دیکھی ہیں وہ ان کی کمزور ولایعنی باتوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے بلا توقف تار تار کر دیتے ہیں۔

۸﴿ یعنی کئی طرق سے آنے کی وجہ سے اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے۔

۹﴿ ورنہ گنگوہی کی تفسیر پر یہ باب فضائل سے بھی متعلق ہے کیوں کہ متعلق اعضائے جسمانی ہے اور اس میں خاص ثواب کا بھی ذکر ہے۔

۱۰﴿ تو احادیث مستحب ہونے کا فائدہ نہ دیں تو جائز ہونا تو ضرور ثابت کریں گی۔

۱۱ ضعیف احادیث کو قبول کرنے کا اجماع سے ثابت شدہ مسئلہ یہاں پر نافذ ماننا ہی ہوگا۔

۱۲ یعنی قبول وعمل کی طرف ہدایت ہے کیوں کہ شریعت محمدیہ کا تسلیم شدہ قاعدہ احتیاط کو لے لینا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۳۰

۱ طنزاً ارشاد فرمارہے ہیں۔

۲ ''جوہر کرنا'' محاورہ ہے یعنی مرگئی مطلب یہ کہ آدھی وہابیت تو یہیں پر مرگئی۔

۳ پچھلے رکن یعنی بدعت پر قیامت گزر گئی۔

صفحہ نمبر ۱۳۱

۱ عجیب بات تو یہ ہے کہ دلیل شرع میں جس کا جائز ہونا ثابت ہو وہ سنت ہے۔

۲ اور جس کی دلیل نہ ہو وہ سب بدعت اور گمراہی۔

۳ مباح ہونا، مستحب ہونا اور مکروہ تنزیہی ہونا تو بالکل غائب ہی ہوگئے۔

۴ یعنی انگوٹھے چومنا وہابیوں کے نزدیک زنا اور قتل سے بھی بڑھ کر بدتر ہے۔

۵ یعنی اب خدا ہی جانے کہ پرانے والے منکرین نے سنت کو کفر سے ملایا یا رشید احمد گنگوہی نے ایسا عمل جس کو ان کے بڑوں نے کفر کے قریب بتایا اس عمل کو سنت بتایا۔

٦ اس تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ تقبیل ابہامین کا جو حکم احادیث میں آیا وہ فقیہہ کی کتب میں مستحب ہے۔

۷ کتب علماء اور احادیث میں جو اس میں ترغیب دلائی گئی اس پر نظر رکھ کر عمل کرے گا روایت کیا گیا تو ثواب پالے گا۔ ان شاء اللہ۔

۸ اور جو اس عمل کو مکروہ وممنوع و بدعت بتائے وہ خطا کار۔

۹ علماء اکرام جب کسی انکار کرنے والے کو دیکھیں کہ کسی جائز کام کا انکار کرتا ہے تو اس کے سامنے ضرور کریں کہ بدمذہب کا رد او ران کے دلوں پر قہر نازل ہو۔

صفحہ نمبر ۱۳۲

۱ ضعیف حدیثوں کا قبول ہونا صرف اس مقام پر ہے جہاں نقصان کا اندیشہ نہ ہو اور جہاں ان کو ماننے سے حلال وحرام یا حق کو ضائع کرنا یا مخالفت شرع کا اندیشہ نہ ہو۔

صفحہ نمبر ۱۳۳

۱ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل۔ خود صحاح ستہ سے آپ کے فضائل ثابت اور تمام صحابہ

اکرام علیہم رضوان پر آپ کی فضیلت خوب ثابت اور متحقق ہے تو اب اس باب میں ضعیف احادیث بھی معتبر و مقبول ہوں گی۔

۲؎ اور صرف ضعیف حدیث ہی آئے اور اس میں کسی صحیح حدیث کی مخالفت نہ ہو تو وہ بھی قبول ہوگی کہ صحیح حدیثوں میں اگر اس کی تائید نہیں تو مخالفت بھی تو نہیں۔

۳؎ یعنی افضلیت کے معنی یہ ہیں کہ ایک کو دوسرے سے اللہ عزوجل کے نزدیک بہتر ماننا ہے اور یہ اسی وقت جائز ہوگا جب کہ یہ بات خوب تحقیق کے ساتھ بیان کی جائے یعنی یہی بات حدیثوں سے ثابت ہو جائے۔

۴؎ یعنی بغیر ثبوت کے بات کرنے میں امکان اس بات کا بھی ہے کہ جو اللہ کے نزدیک زیادہ فضیلت والا ہے ہم اس کو کم فضیلت والا سمجھیں اور یہ اللہ والوں کی شان میں نقص نکالنا ہے۔

۵؎ اور اللہ والوں کی شان گھٹانا حرام تو حرام کو حلال جاننے کا فساد اور غیر کا حق ضائع کرنے کا فساد دونوں ہی سامنے آ گئیں۔

۶؎ اور ایک کو دوسرے پر فضیلت وہاں جائز ہے جہاں دلائل شرعیہ سے ایک کی فضیلت معلوم نہ ہو۔

۷؎ یعنی ان جگہوں پر ضعیف حدیث بالکل بھی معتبر نہ ہوگی جہاں افضلیت کی تحقیق ہو چکی تو ان مقامات پر ضعیف احادیث سے دلیل لانا بے کار و بے سود ہے۔

۸؎ یعنی جس طرح جاہلوں کا ٹولہ چرسی موالی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عمر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔

۹؎ یہ صاف سنت سے دشمنی اور شریعت میں اضافہ ہے۔

۱۰؎ یعنی حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوبکر صدیق پر فضیلت دینے والوں کا نام تفضیلیہ ہے اور ان کا تعلق اس گروہ سے ہے جسے آج کل شیعہ کہا جاتا ہے۔

۱۱؎ یعنی اگر کوئی صحیح حدیث بھی حضرات شیخین کی فضیلت کے خلاف آ جائے تو واجب ہے کہ اس کی تاویل کی جائے اور اگر کوئی تاویل نہ بھی تو ضروری ہے کہ اس حدیث کو رد کر دیا جائے کیوں کہ فضیلت شیخین تو متواتر حدیثوں سے ثابت ہے تو اس ایک حدیث کو رد کر دینا ضروری ہے جو اتنی ساری حدیثوں کے مفہوم کو مٹا رہی ہو نیز یہ مسئلہ اجماعی بھی ہے یعنی تمام صحابہ اکرام علیہم رضوان شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر جمع ہو چکے تھے اسی لئے اس اجماعی مسئلہ کی مخالفت کھلی گمراہی ہے۔

۱۲؎ یعنی احادیث متواترہ اور اجماع صحابہ کے آگے ایک روایت بالکل بھی نہ مانی جائے گی۔

صفحہ نمبر ۱۴۲

۱؎ یعنی ایک کو دوسرے سے افضل جاننا یہ ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعیف احادیث سنی جا سکیں۔

۲﴾ صحابہ اکرام علیہم رضوان کے آپس کے جھگڑے میں تاریخ اور حالات کے فحش اور گندی حکایتیں قطعاً مردود ہیں کیوں کہ صحابہ اکرام علیہم رضوان اللہ عزوجل اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو راضی کر چکے تو جب اللہ عزوجل ان سے راضی اور وہ اللہ عزوجل سے راضی تو ہم قرآن کے فیصلے کے آگے کسی تاریخ دان کی بات سننے کے لئے تیار نہیں۔

۳﴾ حالات وواقعات کی کتب شدید ضعیف اور شدید جراح یافتہ مطعونوں سے بھری ہوئی ہیں۔

۴﴾ یعنی حالات وواقعات کے لئے ہر قسم کی بے سند ضعیف کمزور حکایات کو جمع کرلیا جاتا ہے۔

۵﴾ یعنی اس میں بہت سے جھوٹے اور باطل واقعات بھرے ہوئے ہیں۔

۶﴾ یعنی مرتبہ کا فرق نہ پہچانا اگر پاگل پن نہیں تو بدمذہبی ہے اور بدمذہبی نہیں تو یقیناً پاگل پن ہے۔

۷﴾ حالات وواقعات کی ان بے سروپا حکایات سے صحابہ اکرام پر یا حضور پرنور صلی اللہ علی وسلم پر اعتراض کرنا یا ان کی شان میں کمی کرنے کا گھٹیا جرم کرنا یہ نہ کرے مگر بے دین وگمراہ اور حق سے دشمنی رکھنے والا۔

۸﴾ یعنی رافضی توحیدی غیر مقلدین خارجی وہابی وغیرہم

۹﴾ یعنی صحابہ اکرام علیہم رضوان کے خلاف اکثر جھوٹے واقعات تو روافض گھڑ کر لے آئے ہیں اور ان جھوٹے واقات سے قرآن عظیم اور ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور پوری امت اور اس امت کے ستون یعنی علماء اکرام کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔

۱۰﴾ بے علم لوگ جب یہ واقعات سنتے ہیں تو پریشان ہوتے ہیں اور جواب دینے کی فکر کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی بے کار اور بیہودہ باتیں کسی مسلمان کو گناہ گار ٹھہرانے کے لئے سننا جائز نہیں تو اللہ عزوجل کے ان محبوبان پر طعن کرنے کے لئے کس طرح سنی جاسکتی ہیں جن کی تعریف قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

صفحہ نمبر ۱۳۵

۱﴾ اللہ کی پناہ اگر مؤرخین اور ان کی طرح کے دیگر لوگوں کی ایسی حکایات نظر کی تو پھر تو انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ مقربین سب ہی سے ہاتھ دھونا پڑ جائے گا۔

۲﴾ کیوں کہ رافضیوں نے وہ فضول اور واہیات باتیں صحابہ اکرام علیہم رضوان اور انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نقل کی ہیں کہ اگر ان کو تسلیم کرلیا تو پھر معاذ اللہ ایمان ہی زائل ہوجائے گا۔

صفحہ نمبر ۱۳۶

۱﴾ سبحان اللہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کیا پیاری بات ارشاد فرمارہے ہیں کہ صحابہ اکرام علیہم رضوان کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم سے محبت یقینی ہے اور باقی سب باتیں (بد) گمان ہیں اور ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ اللہ نے انہیں منتخب کرلیا۔

صفحہ نمبر ۱۳۷

یعنی بات خوب واضح ہے کہ ایک جھوٹے راوی کا ہونا بھی حدیث کے موضوع ہونے کو لازم نہیں کرتا۔

صفحہ نمبر ۱۳۸

۱۔ یعنی جس پر جھوٹ بولنے کا طعن ہو اس کی ہر حدیث موضوع نہیں ہوتی ورنہ امیر المومنین فی الحدیث اس سے حدیث نہ سنتے۔

۱۔ یعنی یہ بات یقینی ہے کہ گھڑنے کا حکم کبھی قطعی ہوتا ہے اور کبھی گمان غالب پر ہوتا ہے۔

۲۔

صفحہ نمبر ۱۳۹

۱۔ اور اس کی حدیث جس پر جھوٹ کا طعن ہو تو اس کی حدیث کو موضوع کہنے والے بھی یقین سے موضوع نہیں کہتے بلکہ گمان سے موضوع کہتے ہیں۔

اور کیوں کہ اس مسئلہ میں گمان پر ہی مدار ہے تو بناوٹی اور جھوٹی بات ہونے کا حکم گمان غالب ہی پر لگے گا۔

۲۔ یعنی اگر راوی نے اپنے برے مذہب کی تائید میں یا دنیا کی لالچ میں یا جھگڑے وغیرہ کی وجہ سے جھوٹ بولا تو اب اس

۳۔ بات کا گمان ہو جائے گا کہ اب جتنی حدیثیں اس اکیلے نے روایت کیں سب کی سب ایسی ہیں کہ جن میں اس نے جھوٹ بولا ہوگا جب کہ دوسری جگہ پر اس کی کوئی بری غرض نہ بھی ہو۔

۴۔ یعنی گواہ نے اگر ایک جگہ غلط گواہی دی تو اب اس کی تمام گواہیاں رد کر دی جائیں گی کہ یہ فاسق ہے۔

۵۔ مگر بے تعلق جگہ میں بے کار میں یہ گمان غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ بول رہا ہے بلکہ موقع پر اگر اس کو صحیح پایا تو یہی جاننا کافی ہے۔

صفحہ نمبر ۱۴۴

۱۔ کتاب موضوعات میں حدیث کا ذکر آنا اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ یہ حدیث ضرور مؤلف کے نزدیک موضوع ہے۔

۲۔ یعنی صراحۃً موضوع یا باطل کہا تو مؤلف کے نزدیک موضوع ثابت ہونا مانا جائے صرف کتاب میں ذکر کر دینا کافی نہیں اور اگر صرف لایصح وغیرہ کے ہلکے الفاظ کہے تو اس کو مؤلف کے نزدیک بھی موضوع نہ مانا جائے گا۔

۳۔ یعنی جب مؤلف کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ موضوع کہتا تو ہم یہ جرأت کیسے کر سکتے ہیں۔

۴۔ وہ راوی جس سے نام لے کر صرف ایک راوی روایت کرے مجہول العین ہے۔

صفحہ نمبر ۱۴۵

۱۔ یعنی مجہول العین کے بارے میں قبول کیا ہوا قول یہی ہے کہ یہ احکام میں بھی حجت ہیں لیکن مجہول الحال احکام میں

حجت نہیں اور فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول۔

۲ یعنی ضعیف کے مقبول ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ صحیح حدیث میں آئی ہو۔

۳ یعنی اتنے سارے علماء ومحدثین نے باوجود ضعیف ہونے کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمائے جانے والی احادیث کو معمول اور مقبول مانا۔

صفحہ نمبر ۱۴۶

۱ وہابیہ کے ایک مکروہ فریب پر آگاہ کرتا۔

۲ جب کسی اصل بات کو کلمات علماء اکرام سے ثبوت ودلیل دینی ہو۔

۳ تو اس کے لئے یہ کافی ہے کہ فلاں فلاں جزئیات میں علماء اس طرف گئے ہیں۔

۴ اور یہی اصل کی طرف لے جانے والا ہے۔

۵ ان کلمات کو لانے سے غرض دلیل پکڑنا ہوتی ہے۔

۶ اگرچہ وہ جزئیہ کسی خاص وجہ سے اس کو تسلیم نہ ہو مگر یہاں اس سے دلیل پکڑنا صحیح ہو۔

۷ یعنی موضوع ہونا ممنوع ہونے کو لازم نہیں کرتا۔

۸ یعنی ابھی تک تو یہ بات بیان کی جارہی تھی کہ ضعیف حدیث احکام میں قبول نہیں اور اب یہ بات بیان کی جارہی ہے کہ ضعیف حدیث بعض احکام میں قبول کی جائے گی اور یہ فقہاء اکرام کا طریقہ رہا ہے کہ وہ پہلے ایک بات سمجھاتے ہیں اور جب وہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے تو اسی بات کو آگے لے کر چلتے ہیں۔

۹ یعنی احتیاط کے مقام پر جب کہ ایسا نفع حاصل ہو رہا ہو جس کے ساتھ کوئی نقصان ملحق نہ ہو تو حدیث ضعیف مقبول ہوگی۔

صفحہ نمبر ۱۴۷

۱ یعنی لکیر (لائن) کھینچ لے۔

صفحہ نمبر ۱۴۸

۱ یعنی سند میں اضطراب کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس طرح کے مسائل اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۲ یعنی اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ لکیر (لائن) کھینچنا مفید نہیں تو اس میں کوئی نقصان بھی تو نہیں۔

صفحہ نمبر ۱۴۹

۱ ردالمحتار کی عبارت کی روشنی میں یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہوسکتی ہے۔

صفحہ نمبر ۱۵۰

۱۔ یعنی کسی حدیث پر کسی محدث کا موضوع ہونے یا ضعیف ہونے کا حکم خاص اس سند سے ہوتا ہے جو ان کے سامنے موجود ہوتی ہے، یعنی حکم سند پر ہوتا ہے متن پر نہیں ہوتا۔

۲۔ یعنی جس روایت کو دیگر محدثین صحیح کہہ رہے ہیں اس پر امام ترمذی صحیح نہیں کا حکم لگا رہے ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۵۱

۱۔ یعنی امام ترمذی کو یہ حدیث غیر صحیح اسناد سے ملی جب کہ یہی حدیث ابوداؤد کو صحیح سند سے ملی۔

۲۔ یعنی سورج کے پلٹنے والی حدیث۔

۳۔ یعنی اس کی تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا محال کے قریب ہے نہ کہ اسے موضوع کہہ دیا جائے۔

صفحہ نمبر ۱۵۲

۱۔ یعنی کسی محدث کا کسی حدیث کو ضعیف یا اور کوئی بھی حکم لگانا اس کی ایک خاص سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کو رد کرنا ضروری نہیں ہوتا جب کہ کسی فقیہ کا حکم لگانا اس کی سند پر نہیں بلکہ متن پر ہوگا۔

۲۔ یعنی وہابیہ کے دین کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کا ایک ساتھ ذکر کرنا رسول کو اللہ کے ساتھ ملانا شرک ہے معاذ اللہ ایک طرف وہابی اور ایک طرف صحابی کس کی مانو گے؟ یقیناً اہل ایمان تو صحابہ اکرام علیہم رضوان ہی کی مانیں گے۔

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس صدیق کے لئے خدا کا رسول ﷺ بس

صفحہ نمبر ۱۵۳

۱۔ الامن والعلی اعلیٰ حضرت کا ایک بہترین رسالہ ہے جس میں قرآن وحدیث سے آپ نے دلائل کے انبار لگا دیئے۔

۲۔ یعنی اللہ اور اس کے رسولوں کی شان میں وہابیوں نے جو بے ادبیاں، گستاخیاں کی ہیں وہ اعلیٰ حضرت نے اپنے رسالے میں دلائل کے ساتھ بیان کی ہیں۔

۳۔ یعنی وہابیوں کے لئے شرک کے فتاوے لگانا اور مسلمانوں کو مشرک بنانا عام سی بات ہے بات بات پر شرک کے فتوے۔

۴۔ یعنی وہابیوں کے شرک کے فتوے اتنے عام ہیں اور مشرک ٹھہرانے کے اصول اتنے عام کہ ان کے گھٹیا اصولوں پر ملائکہ اور رسول تو دور کی بات خود اللہ عزوجل کی ذات کو بھی یہ گندے اصول اپنی زد میں لے لیتے ہیں (معاذ اللہ)

صفحہ نمبر ۱۵۴

۱۔ یعنی وہ محدثین جو غیر معتبر راوی سے روایت کرتے تھے۔

صفحہ نمبر ۱۵۶

۱﴾ یعنی ایک آدمی ایک محدث کے پاس معتبر ہوتا ہے اور دوسرے کے نزدیک غیر معتبر ہوتا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۵۸

۱﴾ یعنی آخر میں ان لوگوں کا ذکر جو غیر معتبر راویوں سے روایت نہیں کرتے تھے مگر کبھی کبھی۔

۲﴾ یعنی ہمیشہ معتبر ہی سے روایت کرتے تھے۔

صفحہ نمبر ۱۵۹

۱﴾ یعنی کیا وہ معتبر ہیں۔

۲﴾ یعنی یہ سب علم اصول حدیث میں راوی کی تعریف کرنے کے لئے یہ اصطلاحی الفاظ ہیں۔

۳﴾ یعنی ہمارے امام اعظم جس سے حدیث لے لیں اس کا معتبر ہونا ثابت ہو گیا۔

۴﴾ یعنی امام اعظم بہت زیادہ احتیاط کرنے والے علماء میں سے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ امام اعظم کے مذہب میں دوسرے مذہبوں کی نسبت اکثر قوت دلیل یا تقویٰ واحتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

۵﴾ یعنی جس میں راوی پر اختلاط کی تہمت ہو اور امام اعظم روایت فرمائیں تو ہم اس بات کا جواب یہی دیں گے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے حدیث میں یہ ضعف آنے سے قبل ہی حدیث لے لی تھی تو ضعف کا اثر امام اعظم والی روایت پر نہ پڑے گا۔

۶﴾ یعنی بڑھاپے میں راویوں کو آپس میں ملا دیتے تھے۔

۷﴾ یعنی یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ امام اعظم کسی ضعیف راوی سے حدیث لے ہی نہیں سکتے۔

علامہ عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم یہ کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے دلائل میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے کیوں کہ امام اعظم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو راوی ہیں وہ صحابہ اور تابعین ہیں اور وہ جرح سے محفوظ ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض حفاظ نے امام اعظم کے بعض دلائل کو ضعیف احادیث پر مبنی قرار دیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن بعض راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امام اعظم کی وفات کے بعد ان کی سند کے نچلے درجے کے راوی ہیں، اور انہوں نے اس حدیث کو امام اعظم کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کیا ہے کیوں کہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں، کیوں کہ اگر وہ حدیث صحیح نہ

ہوتی تو امام اعظم اس سے کبھی استدلال نہ کرتے، اور امام اعظم کی سند کے نچلے راویوں میں سے کوئی راوی کذاب یا متہم بالکذب ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اس حدیث سے مجتہد نے استدلال کیا ہے اس لئے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس حدیث پر عمل کریں خواہ اس کو کسی اور نے روایت نہ کیا ہو، اور جب تک امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں ان کے مذہب کی دلیل کو دیکھ نہ لیا جائے اور یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس کی دلیل ان مسانید میں موجود نہیں ہے، اس وقت ان کے مذہب کی کسی دلیل کو ضعیف نہ کہا جائے، اور یہ ہوسکتا ہے کہ بعد کے علماء احناف نے امام اعظم کے مذہب پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان میں سے کوئی دلیل کسی ضعیف حدیث پر مبنی ہو لیکن امام اعظم کا دامن اس سے بری ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات دلائل سے بیان کی جاچکی ہے کہ مطلقاً کسی حدیث کا ضعف مضر نہیں ہے جب کہ بہت سے مسائل میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور ہم متعدد حوالوں سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اثبات عقائد اور فرضیت اور حرمت کے بیان میں ضعاف کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور فضائل و مناقب، ترغیب و ترہیب اور استحباب اور کراہت کے بیان میں احادیث ضعیفہ کا بالاتفاق اعتبار کیا جاتا ہے اور بعد کے علماء احناف کی اگر کوئی دلیل کسی حدیث ضعیف پر مبنی ہے تو وہ اسی قبیل سے ہے، حیرت یہ ہے کہ امام بخاری، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام شافعی کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کریں تو ان کی صحت اور ثقاہت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر کوئی حنفی فقیہ کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرے تو اس کو اعتراضات کا نشانہ بنالیا جاتا ہے۔ (میزان شریعۃ الکبریٰ، جلد ا، صفحہ ۶۵)

صفحہ نمبر ۱۶۱

۱۔ حدیث مرسل کی تعریف: جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی کو حذف کر دیا جائے تو وہ مرسل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یوں فرمایا یا یہ کام کیا یا آپ کے سامنے یہ کام کیا گیا (شرح نخبۃ الفکر، صفحہ ۵۱)

صفحہ نمبر ۱۶۲

۱۔ احادیث طبقہ رابعہ کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔

۲۔ اس دور کے احمقوں، جاہلوں نے احادیث طبقہ رابعہ کو بالکل غیر معتبر اور غلط قرار دے دیا ہے۔

۳۔ یعنی موضوع روایت ہی کے لئے ہے کہ وہ بالکل غیر معتبر ہوتی ہے۔

﴿۴﴾ یعنی یہ ساری کتابیں جن کا تعلق طبقہ رابعہ سے ہے اس کے باوجود اس کی حدیث پر ضعف کا حکم لگ رہا ہے نہ کہ موضوع اور باطل ہونے کا۔

﴿۵﴾ یعنی جس طرح اشیاء میں اصل اباحت ہے تو جب تک حرام یا مکروہ ہونے کی دلیل نہ آئے گی اس وقت تک شئے اپنی اصل پر مباح رہے گی اس طرح اس میں بھی اصل عدم وضع ہے اور کسی بھی آمیزش اور کمی کی اور کوتاہی کی وجہ سے اس کا موضوع ہونا ممکن۔ تو جس طرح موضوع ہونا ممکن تو اسی طرح صحیح ہونے کا بھی احتمال ہے۔

﴿۶﴾ تو جس طرح حدیث کا حال پتہ چلنے سے پہلے ضعیف کا احتمال ہونے کی وجہ سے احکام میں کام نہ دے گی یوں ہی احتمال کی وجہ سے صحیح یا موضوع بھی نہیں ٹھہرائی جاسکتی۔

﴿۷﴾ یعنی جب تک دلیل نہ آجائے دونوں باتوں کا احتمال ہو تو اصل کو چھوڑ کر اس کے خلاف کا یقین کر لیا ظلم اور حد سے بڑھنا ہے۔

﴿۸﴾ تو ضرور ہے کہ اس میں توقف کیا جائے۔

﴿۹﴾ اور یہ توقف فضائل اعمال میں عمل سے روکنے والا نہیں۔

صفحہ نمبر ۱۶۳

﴿۱﴾ تذکرہ الموضوعات جو کہ محمد طاہر فتنی نے لکھی ہے ان کی اس کتاب میں ذکر اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ اس روایت کو موضوع سمجھا جائے۔

﴿۲﴾ تذکرہ موضوعات کے ذریعے موضوعیت کی دلیل تو بہت بڑے بڑے منکرین حدیث تقبیل ابھامین لے کر آئے جب کہ یہ ان کی جہالت لوگوں کو گمراہ کرنا اور ہونا یا دیدہ و دانستہ لوگوں کو غلط بات بتانا ہے۔

﴿۳﴾ یعنی پیچھے جو موضوعات پر لکھی جانے والی کتابوں کی قسمیں بیان کی گئیں ان میں سے "تذکرہ الموضوعات" دوسری قسم میں سے ہے جس میں ہر طرح کی حدیث لائی جاتی ہے اور ہر ایک کا حکم بیان کیا جاتا ہے کسی کو موضوع اور کسی کو ضعیف کسی کو صحیح تو کسی کو کچھ غرض ہر ایک کا حکم الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

﴿۴﴾ یعنی انگوٹھے چومنے والی حدیث کو ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں (پیچھے گزر چکا یہ حدیث صحیح نہیں کے کیا معنی ہیں، پیچھے مطالعہ فرمائیے)

﴿۵﴾ یعنی اس پر کثیر علماء کا تجربہ ہے تو اگر حدیث موضوع ہوتی تو علماء تجربہ کیوں کرتے اور اگر حدیث ضعیف پر عمل کرنا جرم ہوتا تو بھی یہی سوال پیدا ہوتا ہے؟

صفحہ نمبر ۱۶۶

﴿۱﴾ یہاں زمزم کے پانی سے لے کر پیچھے جو کثیر احادیث گزریں یا آگے جو آرہی ہیں ان سب کو پڑھیے بار بار پڑھیے اور

میرا جن

دیوبندیوں کے علماء سے پوچھیے کہ آخر آپ انگوٹھے چومنے والی احادیث ہی کو کیوں ضعیف بتاتے ہیں کبھی آپ نے زمزم کے پانی کے لئے اتنا شور کیوں نہ مچایا کہ یہ ضعیف روایت ہے زمزم کا پانی پیتے وقت دعا مانگنا فضول ہے۔

۲﴾ وہ بے سند حدیث جس کو علماء ذکر کریں وہ مقبول ہے اس کی نفیس وجلیل ثبوت اور اس زمانے کے کم ہمت اور محروم لوگوں کے وہم کا باطل ہونا۔

۳﴾ یعنی اس دور کے کم ہمت اور علمی طور پر لاچار لوگ سند کے فضائل اور حدیث میں اتصال کی اہمیت دیکھ دیکھ کر یہ سمجھ رہے ہیں کہ اعتماد والے علماء کے وہ کلمات جو تغیر سند کے مظبوط اقوال کے ساتھ نقل ہوئے ہوں وہ سب کے سب باطل اور مردود نہ سننے کے لائق نہ ماننے کے لائق۔

۴﴾ حالانکہ یہ بات مشہور محدثین اور جمہور فقہاء اور اجماع کے خلاف ہے۔

۵﴾ حدیث مرسل:

لغوی تعریف: یہ اَرْسَلَ سے اسم مفعول کا صیغہ بمعنی چھوڑ دیا گویا کہ ارسال کرنے والا سند کو چھوڑ دیتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: حافظ ابن حجر عسقلانی نزہۃ النظر میں فرماتے ہیں۔ وھو ماسقط عن آخرہ عن بعد التابعی ھو المرسل وصورتہ ان یقول التابعی سواء کان کبیرا او صغیرا قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کذا او فعل کذا او فعل بحضرتہ کذا او نحو ذلک (شرح نزھۃ النظر مع نخبۃ الفکر، ص۶۳)

(ترجمہ) جس حدیث کی سند کے آخر میں تابعی کے بعد راوی کو حذف کر دیا جائے وہ مرسل ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی کہے چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا یا اس طرح کہا یا آپ کے سامنے یہ کام کیا گیا۔

امام حاکم مرسل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: فان مشائخ الحدیث لم یختلفوا فی ان الحدیث المرسل ھو الذی یرویہ المحدث باسانید متصلۃ الی التابعی فیقول التابعی قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم (معرفۃ علوم الحدیث، ص۲۵)

(ترجمہ) اس بارے میں مشائخ حدیث میں کوئی اختلاف نہیں کہ مرسل حدیث وہ ہے جسے محدث تابعی تک سند متصل کے ساتھ روایت کرے اور تابعی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۶﴾ اہل اصول کے نزدیک۔

صفحہ نمبر ۱۶۸

۱﴾ علماء و محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ سب اقسام موضوع سے بالکل جدا ہیں اور احکام کے علاوہ فضائل اعمال اور

مناقب وغیرہ میں یہ اقسام قبول ہیں۔

۲﴾ یعنی تمام علوم حدیث کے لکھنے والے موضوع حدیث کو بدترین قسم بتاتے ہیں بلکہ اس کو حدیث سے جدا چیز ہی سمجھتے ہیں۔

۳﴾ احکام کے علاوہ میں نرمی فرمائی ہے۔

۴﴾ دونوں مطلب میں حکم قطعی ہے۔

۵﴾ معضل کا احکام کے علاوہ میں قبول ہونا صحیح بخاری وصحیح مسلم سے ثابت ہے۔

صفحہ نمبر ۱۶۹

۱﴾ اسناد کا ایسا پسندیدہ راستہ اور ایسی فضیلت جس کی طرف رغبت ہو اور رحمت پانے والی امت کی خصوصیت ہونے کا کون انکار کرسکتا ہے۔

۲﴾ مرسل اور معضل پر تحقیق کرنے والے علماء بھی مسند کو ان پر فضیلت دیتے۔

۳﴾ یعنی اس کے اچھے ہونے کی نفی کرے گا۔

۴﴾ یعنی جس کا جو دل چاہتا کہتا رہتا۔

۵﴾ یعنی فضائل میں ضعیف احادیث کے قبول میں شرط ہے کہ وہ کسی اصل کے تحت آئی ہو۔

۶﴾ یعنی جو متصل نہیں وہ ان کے نزدیک ضعیف۔

صفحہ نمبر ۱۷۰

۱﴾ یعنی امام نووی رضی اللہ عنہ کے الفاظ "سند صحیح کے بغیر مقبول نہیں کیا جائے گا" اب اس جملہ کا وہی مطلب رکھیں جو عام عقل میں آرہا ہے تو پھر تو حدیث مرسل، منقطع، معلق وغیرہ سب احادیث موضوع احادیث کی طرح باطل ہوجائیں۔

۲﴾ جب کہ بزرگوں سے منقول کہ حدیث منقطع پر بالاتفاق عمل کیا جائے گا۔

۳﴾ تو ضروری ہوا کہ یہ حکم صرف احکام کے لئے ہو اگرچہ ظاہر کا اطلاق سب پر ہو رہا ہو۔

۴﴾ یعنی کلام تو خاص حصہ کے لئے ہونے پر دلالت کررہا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۷۱

۱﴾ یعنی قبول ورد کرنے کے محاورات احکامات بیان کرتے وقت کرتے اور وہی ان کے بارے میں جانتے ہیں۔

۲﴾ یعنی تمام ضعیف حدیثوں کو مردود میں داخل کیا جب کہ فضائل اعمال میں ضعیف احادیث بالاجماع قبول۔

۳﴾ یعنی فقہاء اگر احکام میں بغیر سند کے بھی حدیث بیان کریں تو ان کا بیان کرنا حجت ہے۔

۴﴾ یعنی پیچھے جو کلام گزرا وہ تو بطور محدثین کوئی محدث حدیث بیان کرے تو اس کا بیان تھا۔

﴾۵﴿ یعنی حدیث مرسل اگر محدث بیان کرے تو حجت نہیں اگر فقیہہ بیان کرے تو حجت ہے۔

صفحہ نمبر ۱۷۲

﴾۱﴿ اعلیٰ حضرت کی تحقیق کے جو حدیث کی جانچ پڑتال نہ کر سکے ان کے لئے حکام میں ایسی حدیثوں کو حجت بنانا لازم۔

﴾۲﴿ اس کا راستہ ہی یہ ہے کہ جو جانچ پڑتال کرنا جانتا ہے اس پر اعتماد کرے نہ کہ یہ کہ خود جانچ پڑتال کرے۔

﴾۳﴿ بلاشبہ جانچ پڑتال کرنے والے کے قول میں ہی زیادہ احتیاط ہے۔

﴾۴﴿ یعنی جو سستی کرنے کا گمان اور تعریف کرنے کا گمان اور غلطی ہو جانے کا امکان یہاں ہے وہاں بھی موجود بلکہ تجربہ اور مشاہدہ میں موجود۔

صفحہ نمبر ۱۷۳

﴾۱﴿ انگوٹھے نہ چومنے پر منکرین کے دلائل۔

صفحہ نمبر ۱۷۴

﴾۱﴿ ایک صاحب نے اوپر لکھی ہوئی عبارت دکھائی۔

﴾۲﴿ جو آپ کو دیکھنے کے لئے پیش کر کے شک کو مٹانے کا درخواست گزار ہوں۔

صفحہ نمبر ۱۷۶

﴾۱﴿ ان تمام عبادات میں کہیں بھی انگوٹھے چومنے پر انکار ثابت نہیں ہوتا بلکہ مستحب ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

﴾۲﴿ یعنی جو شخص فتاویٰ اشرفیہ میں شامی کی عبارت پر اس عمل کو مباح مان رہا ہے اور پھر دوسری جگہ اسی عمل کو بدعت ٹھہرا رہا ہے تو ان کی دورخی کی حالت کی وجہ سے جو مشکل آئی ہے اس پر کوئی فیصلہ فرمائیے۔

﴾۳﴿ یہاں مشکل یہ ہے یقین کا تعلق تو دل سے ہوتا ہے۔

﴾۴﴿ اس دل کے معاملے پر اس مفتی کو کس طرح خبر ہوئی جب کہ اس مفتی کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی دلوں کے حالات سے بے خبر ہیں۔ (معاذ اللہ)

﴾۵﴿ یعنی یہ مفتی عام مؤمنین کے دلی خیال اور اعتقاد پر مطلع ہے چاہے وہ ہند سے لے کر عرب شریف تک کے تمام ہی لوگ ہوں سب کے سب اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں یہ سب کے دل کے حالات جانتا ہے۔

﴾۶﴿ یعنی دیوبندیوں نے جن کا کام ہی فتنہ پروری ہے جو ہر دور میں مسلمانوں کو شرک کا نعرہ لگا کر مشرک بناتے رہے اور مشرکوں کو گلے لگاتے رہے۔ گاندھی ہو نہرو ہو یا اندرا گاندھی یہ ہر ایک مسند پر بٹھاتے رہے اور جے جے کا نعرہ لگاتے رہے اور ان مسلمانوں کے لیڈر ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کو ذرا بھی غیرت شرم نہ آئی کہ انہوں نے ایک مشرک ہندو

عورت کو اپنے دار العلوم یعنی دار العلوم دیوبند کے سوسالہ جشن میں بطور مہمان خصوصی بلایا اور اس بے پردہ مشرک عورت کو اسٹیج پر کرسی دے کر عزت سے بٹھایا اور تمام دیوبند کے وہ لوگ جو علماء کہلاتے ہیں وہ اس کے قدموں میں بیٹھے

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

دیوبندیوں کے مزید کارناموں کی تفصیلات جاننے کے لئے مولانا رمضان علی قادری کی ''مکمل تاریخ وہابیہ'' اور مولانا محمد ضیاء اللہ قادری کی کتب ''نجد سے قادیان باراستہ دیوبند'' وغیرہا کا مطالعہ فرمائیں۔

﴿۷﴾ منیر العین کا مطالعہ پیچھے آپ کر آئے یہ رسالہ آپ نے ۱۳۰۱ھ میں اس وقت لکھا جب آپ کی عمر مبارک صرف ۲۸ سال تھی۔

﴿۸﴾ یہ رسالہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے حدیث وفقہ کے منکرین کے خیالات فاسدہ کو رد کرنے کو کافی ہے۔

﴿۹﴾ ان سے زیادہ الجھنے کی ضرورت نہیں ان کے بعض جاہلانہ امور کے بارے میں چند باتیں پیش کی جارہی ہیں۔

﴿۱۰﴾ یعنی منکرین کا دعویٰ یہ ہے کہ کسی بھی معتبر روایت سے انگوٹھے چومنا ثابت نہیں۔

﴿۱۱﴾ اس پر شامی کی عبارت کاٹ پیٹ کر نقل کردی۔

﴿۱۲﴾ یعنی مرفوع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچے تو حدیث مرفوعہ میں سے کوئی صحیح حدیث واردنہ ہوئی تو اس میں اشارہ ہے کہ یہ حدیث مرفوع کے بارے میں بات کررہے ہیں حدیث موقوف یعنی وہ حدیث جس میں سند صحابی تک پہنچے اس پر یہ حکم نہیں ورنہ خاص مرفوع کا ذکر نہ کیا جاتا۔

صفحہ نمبر ۱۷۷

﴿۱﴾ یعنی جس کی سند کسی صحابی تک پہنچے تو کیا وہ حدیث نہیں؟

﴿۲﴾ ملا علی قاری ارشاد فرمارہے ہیں کہ عمل کے لئے اتنا ہی کافی ہے کیا دیوبندی اپنے علماء کو ملا علی قاری سے بڑا فقیہ مانتے ہیں اگر ان کا جواب نفی میں ہے تو پھر ان کی بات رد کیوں اور اگر رد کرنی ہی ہو تو کوئی دلیل تو ہو لیکن دیوبندی اختلاف تو کرلیتے ہیں مگر مختلف فیہ مسائل میں علماء کے اقوال اور فقہاء کی آراء پیش کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔

﴿۳﴾ یعنی حدیث کے صحیح ہونے کی نفی دیکھ کر حدیث کے معتبر ہونے کی نفی کرنا ان کے فن اصول حدیث سے جہالت کی خبر دے رہا ہے۔

﴿۴﴾ یعنی جب کہا جائے کہ اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا تو اس سے مراد احکام ہیں فضائل اعمال میں تو معتبر حدیث بالاجماع کافی۔

﴿۵﴾ فقیہ میں روایت بھی روایت فقیہ ہے اگر فرض کیا کہ حدیث میں اس فعل کی نفی بھی آئی تو یہ تو غیر مقلد ہونا ہی ٹھہرا کہ

حدیث کے ثبوت کے بغیر حنفی علماء فقہاء کی بات نہ مانی جائے۔

یعنی فقہاء نے اس کو مستحب نقل فرمایا۔ ﴿۲

صفحہ نمبر ۱۷۸

﴿۱ یعنی شامی سے اس حدیث کی نسبت کلام تو نقل کر دیا لیکن شامی ہی میں اس پر جو فقہی حکم دیا اس کو غائب کر دیا جو صریح خیانت ہے۔

﴿۲ پھر علامہ شامی کا حکم چھوڑ کر صرف اتنی بات پیش کرنا کہ ''کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں'' عوام کو دھوکہ دینا ہے۔

﴿۳ یعنی فقیہ کی کتابوں میں سینکڑوں ایسی مثالیں ملیں گی کہ حکم فقہی سے متعلق جو حدیث نقل کی اس حدیث کی طاقت وقوت پر کلام کر دیا مگر اس سے فقیہ کی وہ روایت نامعتبر نہ ہوئی۔

﴿۴ ہاں وہی دیوبندیت کی اصل وہابیت غیر مقلدیت ہی ان کا پیچھا کر رہی ہے تو اس وہابیت کا کیا علاج؟

﴿۵ اقامت کے بارے میں تو ان کو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی نہ مل سکی۔

صفحہ نمبر ۱۷۹

﴿۱ بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ دھوکہ ہے۔

﴿۲ اس حوالے کے ساتھ نقل کہ اس کی روایت نہ ملی۔

﴿۳ روایت کا نہ ہونا نہ ہونے کی روایت نہیں۔

﴿۴ یعنی قہستانی کا اپنا قول روایت نہ ملنے کا پیش کرے اور سارے فقہاء کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہی قہستانی جب اذان میں روایت فقہی پیش کر کے اس عمل کو مستحب فرما رہے ہیں تو وہ رد کر دیا جائے اور ناقابل اعتبار قرار پائے کس قدر ظلم و زیادتی وہٹ دھرمی ہے۔

صفحہ نمبر ۱۸۰

﴿۱ یعنی فقہاء کے مستحب کہنے کے باوجود ان کی بدعت بدعت کہنے کی عادت نہ جائے گی۔

﴿۲ یعنی سب سے پہلی بات تو یہ کہ ''صحیح نہیں'' احادیث مرفوع کے بارے میں کہا احادیث موقوفہ کے بارے میں نہ کہا اور اگر پھر سب کی سب ضعیف ہوں تو پھر بھی ضعیف مختلف راویوں سے روایت ہونے کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے اور احکام میں بھی حجت ہو جاتی ہے اور حسن نہ بھی بنے تو بھی فضائل اعمال میں تو مقبول ہو گی ہی۔

﴿۳ یعنی خاص احادیث مرفوع کو غیر صحیح قرار دینے سے غیر مرفوع احادیث کا صحیح ہونا پتہ چلا۔

﴿۴ منیر العین کا افادہ ۳ پڑھیں انگوٹھے چومنے کی احادیث رشید احمد گنگوہی کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں۔

۵ شہادت کی انگلیوں کو انگوٹھے چومنے کا طریقہ پہلے بھی بیان کیا گیا کہ دونوں ہاتھوں کی شہادت کی انگلیاں اور دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے پیٹ دونوں ہاتھوں کو الگ الگ رکھ کر ملالیں اب سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن اور شہادت کی انگلی کو سیدھی آنکھ پر اور الٹے ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن اور شہادت کی انگلی کو الٹی آنکھ پر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم سن کر چوم کر آنکھوں سے لگائیں۔

صفحہ نمبر ۱۸۱

۱ یعنی صحابہ اکرام، تابعین اور تبع تابعین تک۔
۲ یعنی یہ عمل ان تین لوگوں کے زمانے میں متحقق ہو چکا۔

صفحہ نمبر ۱۸۲

۱ تو رشید احمد گنگوہی اور اس کے معتقدین پر حدیث کی رو سے لعنت ہے۔
۲ یعنی نقل نہ ہونا موجود ہونے کی نفی نہیں۔
۳ یعنی نقل نہ ہونے کو نہ ہونے کی نقل ٹھہرانے کا رد خود اسی شامی میں جگہ جگہ پر موجود۔
۴ اس بات کا جواب علماء دیوبند نہ آج تک دے سکے ہیں اور نہ دے پائیں گے کہ اس حدیث میں کون سے نئے کاموں کا ذکر ہے۔

صفحہ نمبر ۱۸۳

۱ اگر فرض کیا کہ نقل نہ ہونے کی وجہ انکار ہی مقصود ہے۔
۲ تو احکام فقہاء نقل نہ ہونے کی صورت میں اس کے مخالف ہوں گے۔
۳ اور اس بات کا تحقیق و تفتیش اعلیٰ حضرت کے رسالہ ''ردوہابیہ'' میں ہے۔
۴ اور آئندہ یہ بات سامنے لانے کی حیثیت گنگوہی نے کم کر دی۔
۵ یعنی اس کی کراہت میں اختلاف ہے اور جس مسئلہ میں اختلاف ہو وہ بلاضرورت بھی جائز ہوتا ہے۔
۶ یعنی یہ بات وہاں کہی جہاں امام اعظم اور امام شافعی رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے اور اس طرح غیر مقلدیت کو ہوا دی اور نفس کی اتباع کی رخصت دے دی۔
۷ تو جب وہاں اجازت دے دی تو یہاں تو بدرجہ اولیٰ اجازت ہوگی۔
۸ اور جو منکر کا حکم لائے گا وہ کم عقل کم فہم احمق کہلائے گا۔
۹ گنگوہی کے دین میں اقامت کے وقت بھی انگوٹھے چومنا سنت ہے اور اشرف علی تھانوی کا انکار گمراہی اور ضلالت

ہے اور حدیث کے مطابق لعنت کو واجب کرنے والا ہے۔

﴿۱۰ تحقیق کے ذریعے معاملہ کو عیب سے پاک کرنا خاص فائدے دے گا۔

صفحہ نمبر ۱۸۴

﴿۱ تقبیل ابھامین کے بارے میں علمائے اکرام نے مرفوع حدیث کے صحیح نہ ہونے کو خاص کیا۔

﴿۲ یعنی معنی اس کے یہ کئے کہ اس بارے میں اگر حدیث موقوف ہے تو وہ بھی ضعیف حدیث ہے۔

﴿۳ علماء پر بہتان لگایا۔

﴿۴ یعنی خاص مرفوع کے نقل نہ ہونے کا مطلب ٹھہرانا پاگل پن نہیں تو شدید مکاری ہے ڈھٹائی ہے۔

﴿۵ یعنی گنگوہی کے مان لینے کے بعد کے فضائل اعمال میں ضعیف حدیث قبول ہے پھر قرون ثلثہ کی شرط بھی پوری پھر حدیث موقوف اور ضعیف مان کر بھی انگوٹھے چومنے پر بدعت کا شور مچانا اور اس فعل کو بے اصل کہنا کس قدر خبیث قول ہے اور کس قدر ہٹ دھرمی ہے۔

﴿۶ اور منع کرنے والا کہتا ہے کہ یہ کوئی فرمانبرداری نہیں بلکہ منتر ہے کیا کوئی مسلمان ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ جس پر اجر و ثواب کے بڑے بڑے وعدے ہیں وہ سرے سے فرمانبرداری ہی نہیں بلکہ منتر ہے۔

صفحہ نمبر ۱۸۵

﴿۱ منع کرنے والوں کے نزدیک یہ سب کچھ فرمانبرداری ہی نہیں جب کہ ذکر ہی فرمانبرداری کی روح ہے۔

﴿۲ دعا عبادت کا مغز ہے۔

﴿۳ درود پاک پڑھنا مسلمانوں کے دل کا سرور ہے اور یہ درود پاک سے خوش ہونا ہی مسلمانوں کا ایمان ہے اگرچہ منع کرنے والے اس کو منتر مانتے ہوں (معاذ اللہ)

﴿۴ یعنی اس فائدے کے آنے سب کچھ فرمانبرداری سے خارج ہو کر بیہودہ کلام رہ گیا (معاذ اللہ)

﴿۵ دیوبندی وہابی اپنی گندی عادت سے مجبور ہو کر نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں مگر اس عداوت کی کوئی حد بھی ہو ان کی ابلیسی توحید ان کو یہی سکھاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کر کے اللہ عزوجل کی بڑائی بیان کریں مگر تمام اہل عقل یہ بات جانتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو عزت کا تاج اللہ عزوجل ہی نے پہنایا اور انبیاء کی توہین اللہ عزوجل کی بارگاہ سے راندہ درگاہ کر دیتی ہے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

میں قربان کیا پیاری پیاری ہے نسبت یہ آن خدا وہ خدائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۶ یعنی سینکڑوں ضعیف احادیث میں قرآن پاک کی تلاوت کے فضائل، تسبیحات کے، دعا کے، حمد کے، تکبیر کہنے کے اور

دیگر اذکار کے فضائل آئے تو کیا سب کے سب (معاذ اللہ) منتر ہیں کیوں کہ اس میں ضعیف حدیث آ گئی ہے تو اب اس پر عمل کرنا فرمانبرداری نہ رہا گناہ کا کام ہو گیا۔

صفحہ نمبر ۱۸۸

۱ منع کرنے والا شخص اللہ عزوجل کی حکمتوں کو باطل قرار دے کر صرف قسم اول یعنی انبیاء و اولیاء کے درجہ پر فرمانبرداری کرانا چاہتا ہے اور اس کے لئے قرآن تمام اذکار جنت کی طرف رغبت دینا جہنم سے ڈرانا سب کو فضول کام اور گمراہی قرار دیتا ہے جب کہ قرآن اور حدیث میں جا بجا جنت کی رغبت بھی دلائی گئی اور جہنم سے ڈرایا بھی گیا۔

۲ اور ان جیسے لوگ مسلمانوں پر غصہ کرتے ہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا ذکر فرمانبرداری کی نیت سے کرتے ہیں۔

۳ مسلمانوں کے عوام الحمدللہ دیوبندیوں کے خاص لوگوں سے زیادہ عقل و شعور اور علم و فضل میں زیادہ ہیں کہ وہ زیادہ جانتے ہیں۔

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو واللہ ذکر حق نہیں کنجی سفر کی ہے

۴ دیوبندیوں کی گستاخیاں اور بے ادبیاں جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت کا رسالہ حسام الحرمین اور تمہید الایمان کا مطالعہ فرمائیں۔

۵ یعنی جب ایک مباح کام میں جب حکیموں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے تو پھر اللہ کے کلام اور اس کے نام سے وسیلہ پکڑنا اور عاجزی کرنا ضرور فرمانبرداری اور حسن ایمان ہے۔

۶ یعنی جنت حاصل کرنا ہی اس کا مقصد ہو تو پھر وہ اللہ کیلئے عبادت کرنے والا نہیں بلکہ جنت کے لئے عبادت کرنے والا ہے۔

صفحہ نمبر ۱۸۹

۱ یعنی آدھے حصے میں سب سنت ہے اور باقی آدھے حصے میں سب گمراہی ہے اب مباح، مکروہ تنزیہی، خلاف اولیٰ اور مستحب یہ سب شریعت کے احکام بالکل ہی غائب ہو گئے۔

۲ یعنی پھر بھی آگاہی نہ ہوئی۔

صفحہ نمبر ۱۹۰

۱ یعنی یہاں منع کرنے والوں کی جان اس مسئلہ میں پھنسے گی کہ کیا ان کو علم غیب حاصل ہے کہ یہ لوگوں کے دلوں کے معاملات بھی جان لیتے ہیں۔

۲ یہ شریعت پر بہتان ہے۔

۳ اس میں فرمانبرداری کا عقیدہ رکھنا ضرور درست اور ٹھیک ہے۔

۴ اسے بدعت بتانا جہالت ہے۔

۵﴿ یعنی اس بات سے زیادہ کوئی بات ذلت والی نہیں کہ دعویٰ کریں اور دلیل کوئی نہ ہو۔

۶﴿ اگر اقامت کے بارے میں شریعت میں منع نہیں آیا تو شریعت کے منع کئے بغیر منع کرنا ظلم ہے۔

صفحہ نمبر ۱۹۱

۱﴿ وہابیوں کی جہالت کہ جائز ہونے کے لئے دلیل مانگیں اور منع کرنے کے لئے کوئی بھی دلیل دینے کی ضرورت نہ مانیں یعنی شریعت کے معاملات ہی الٹ دیں کہ شریعت میں دلیل منع کرنے کے لئے دینا ضروری ہے نہ کہ جواز کے لئے۔

۲﴿ یہ بہت ہی اہم بات ہے، جس کو سمجھنا بہت ہی ضروری ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی یآیھا الذین امنو صلوا علیہ وسلمو تسلیما O سورۃ الاحزاب، پارہ ۲۲، آیت ۵۶)

(ترجمہ) بے شک اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! تم ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم دیا مگر یہ حکم نہ تو وقت کی قید سے مقید کیا ہے اور نہ ہی مخصوص عدد کا ذکر کیا۔ یعنی مطلقاً درود پڑھنے کا حکم دیا ہے تو اب درود پڑھنا ہر وقت مستحب، ہر جگہ مستحب، اذان سے پہلے مستحب، اذان کے بعد مستحب، نماز سے پہلے مستحب، نماز کے بعد مستحب، کھانے سے پہلے مستحب، کھانے کے بعد مستحب۔

اب یہ درود پاک پڑھنا مطلقاً جائز ہی رہے گا جب تک اس حکم مقید کرنے پر کوئی دلیل صراحتہً یا دلالتہً نہ آجائے مثلاً درود پاک پڑھنا استنجا خانے میں منع ہوگا کیوں کہ استنجا خانے میں کلام کرنا شرعاً ممنوع ہے اور اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ایسی جگہ کرنا خبث باطن کا پتہ دیتا ہے تو یہاں دلالتہً اور صراحتہً دونوں ہی پہلو سے ذکر ممنوع ہے۔

یہاں بدبختوں سے مراد دیوبندی وہابی ہیں۔

صفحہ نمبر ۱۹۱

اعلیٰ حضرت طنزاً ارشاد فرما رہے ہیں کہ وہابی، دیوبندی مذہب میں تو غائبانہ ندا کرنا اور نماز میں تعظیم رسول ناجائز ہے لیکن نماز میں التحیات رکھ کر شریعت دونوں کام مسلمانوں سے کروا رہی ہے مسلمانو تم ہی بتاؤ کس کی ماننی چاہئے شریعت کی یا وہابی کی یقیناً مسلمان تو شریعت ہی کی مانیں گے۔

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے۔

وہابیہ اور ان کے چھوٹے بھائی دیوبند۔

۴ یعنی کہانی سنانے کی نیت کرے معنوں کا ارادہ بالکل نہ کرے۔

۵ قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

۶ دیکھیں بخاری و مسلم اس پر شاید کہ صحابہ اکرام علیہم رضوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعب دہن کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور اپنے چہرے پر مل لیتے حالانکہ قرآن وحدیث میں اس کا ایسا کوئی حکم نظر نہیں آتا لیکن تعظیم وتوقیر کے ہر طریقے پر اجر وثواب کے مستحق۔

صفحہ نمبر ۱۹۳

۱ وہ جو کہ شریعت پر بہتان باندھے۔

۲ یعنی نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے جلنے والا۔

۳ یعنی نماز میں قرآن سننے اور خطبہ سننے میں حرکت کرنا منع ہے لیکن حضور کی تعظیم محبان مصطفیٰ (بالخصوص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی طرف سے مشہور ہے۔